# کراماتِ نظامیہ

مولوی محمد فائق

بلند دروازہ
خانقاہ عالیہ نیازیہ

arshia

آسان زبان میں منقول: ڈاکٹر نعیمہ جعفری پاشا

# کراماتِ نظامیہ

1334 ہجری 1916 عیسوی

مصنف

مولوی محمد فائق نیازی

آسان زبان میں تحریر

ڈاکٹر نعیمہ جعفری پاشا نیازی

عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی ۹۵

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | کراماتِ نظامیہ |
| مصنف | : | مولوی محمد فائق نیازی |
| مترجم | : | ڈاکٹر نعیمہ جعفری پاشا نیازی |
| سرورق | : | نوید پاشا |
| کمپوزنگ | : | محمد نوشاد عالم، 9015763829 |
| سن اشاعت | : | 2021 |
| قیمت | : | 500 |

ملنے کے پتے

(ا) 141۔گراؤنڈ فلور، پاکٹ 2، جسولہ، نئی دہلی، 110025

(۲) خانقاہِ نیازیہ، خواجہ قطب، بریلی، یوپی

**arshia publications**

A-170, Ground Floor-3, Surya Apartment, Dilshad Colony, Delhi - 110095 (INDIA)
Mob:9971775969,9899706640 Email: arshiapublicationspvt@gmail.com


CamScanner

# فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

''کراماتِ نظامیہ'' نیازیہ سلسلے کے بارے میں لکھی گئی ایک ایسی گراں قدر اور انمول کتاب ہے جو غلامانِ نیازیہ کے لیے ایک صحیفے کی حیثیت رکھتی ہے، جس کا پڑھنا ہر نیازی کے لیے ضروری ہونا چاہیے۔

اس کتاب کو حضرت تاج الاولیاء شاہ نظام الدین حسین صاحب قادری چشتی، نیازیؒ کے خلیفہ مولوی محمد فائق صاحب نے 1334 ہجری مطابق 1916 عیسوی میں لکھا اور شائع کروایا تھا۔ اس کتاب میں محمد فائق صاحب نے خانوادۂ حضرت قطب عالم مدارِ اعظم حضرت قبلہ نیاز بے نیاز شاہ نیاز احمد صاحب رحمت اللہ علیہ کے سجادہ نشین اول حضرت تاج الاولیا شاہ نظام الدین حسین صاحبؒ کے حالاتِ زندگی، خاندانی حالات، آپ کے کشف و کرامات کا مفصل (detailed) اور مکمل جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت بی بی شاہ غریب نواز اور حضور قبلہ کے والدِ محترم نیز حضور قبلہ حضرت نیاز بے نیازؒ اور آپ کے خلیفاؤں کا بھی مختصر (Short) ذکر شامل ہے۔ آخر میں حضرت تاج الاولیا کے صاحب زادے اور سجادہ نشین حضرت سراج السالکین شاہ محی الدین احمد صاحبؒ کے بھی مختصر حالات شامل ہیں۔ مختصر اسی لیے ہیں

کہ کراماتِ نظامیہ حضرت سراج السالکین کی حیات میں ہی شائع (چھپ گئی) ہوگئی تھی اور آپ نے اپنی کرامات کا ذکر کرنے سے منع فرمایا تھا۔

تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے لکھی گئی اس کتاب کی زبان اور بیان کرنے کا انداز اس زمانے کے رواج کے مطابق قدیم اور کلاسیکی نوعیت کا ہے۔ فارسی اور عربی الفاظ کی کثرت ہے اور بہت سے واقعات تو پورے فارسی زبان میں ہی بیان کئے گئے ہیں جو آج کی نسل کے لیے پڑھنا اور سمجھنا دونوں ہی مشکل ہیں۔ اردو زبان کا دائرہ سمٹتا جارہا ہے۔ آج قدیم تہذیب کے نمائندہ خاندانوں میں بھی نئی نسل اچھی اردو سمجھنے میں دقت محسوس کرتی ہے اور رسم الخط یعنی لپی یا اسکرپٹ سے تو زیادہ تر ناواقف ہے۔ اسی لیے یہ خواہش ہوئی کہ اس کتاب کو آسان زبان میں آسان بیانیے کے ذریعے منتقل کردیا جائے اور اسے اردو رسم الخط کے ساتھ دیوناگری میں بھی شائع کروادیا جائے تو اس کی ترسیل (سنچار) بھی آسان ہوجائے گی۔

لیکن ؎ این سعادت بازور باز و نیست

فروری 2020ء میں اس کام کی اجازت خانقاہ عالیہ نیازیہ کے سجادہ نشین پنجم حضرت شاہ محمد حسنین عرف حسنی میاں صاحب قدس سرہٗ نے عطا فرمائی۔ ابھی کراماتِ نظامیہ کا چوتھائی حصہ ہی لکھا گیا تھا کہ حضرت قبلہ حسنی میاں صاحب قدس سرہٗ نے اس جہان سے پردہ فرمالیا۔ 9-8 ستمبر 2020ء کی رات ایک بج کر پندرہ منٹ پر آپ کا وصال ہوگیا۔ یہ ہم سب نیازیوں کے لیے سخت مشکل کی گھڑی تھی۔ اس سانحہ عظیم نے ہاتھ پاؤں کی طاقت اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جیسے ختم کردی تھی۔ لکھنے کے کام میں بھی تاخیر ہوگئی۔

اب موجودہ سجادہ نشین حضرت شاہ محمد مہدی میاں صاحب سلمہٗ تعالیٰ و مدظلہٗ

کی اجازت اور کرم سے الحمدللہ کراماتِ نظامیہ کی تحریرِ نو کا م انجام پایا۔ اس سلسلے میں صاحب زادگان حضرت عسکری میاں صاحب سلمہٗ اور حضرت جنیدی میاں صاحب سلمہٗ کی رہنمائی اور مشوروں نے تقویت عطا فرمائی۔

یہاں میں ایک واقعہ نقل کرنا چاہوں گی جو اس کتاب کو لکھوانے کے دوران پیش آیا۔

اسی سال یعنی اپریل 2021 میں مجھے کورونا ہو گیا۔ حالت بہت خراب رہی، اسپتال میں بھی بھرتی ہونا پڑا۔ صحت یابی کے بعد بھی کمزوری اس درجے تھی کہ ایک صفحہ بھی نہیں لکھا جاتا تھا۔ کتاب کی تکمیل میں دیر ہو رہی تھی تو میں نے پرائمری اسکول کی ایک خاتون ٹیچر کو مقرر کیا کہ وہ مجھ سے dictation لے لیا کرے۔ یہ ٹیچر بیوہ ہے اور ایک کم عمر بیٹا ہے۔ یہ خاتون بہت توجہ سے لکھتی تھی اور نیاز یہ سلسلے کے بارے میں اور حضرت تاج الاولیاءؒ کے بارے میں روز مجھ سے سوالات کیا کرتی تھی۔ کہتی تھی کاش میں اس زمانے ہوتی۔ میں ہمیشہ اسے بتاتی رہی کہ اللہ کے فضل سے یہ سلسلہ آج بھی موجودہ دور کا سب سے بڑا سلسلہ ہے اور ماشاءاللہ صاحب سجادہ بھی بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ اس پر وہ چپ ہو جاتی تھی۔

اتفاق کی بات ہے کہ دو ماہ کے بعد وہ بھی بیمار پڑ گئی۔ اسے بھی کورونا ہی ہوا تھا لیکن ڈاکٹروں نے غلط سمجھا اور ٹائیفائیڈ کی دوا شروع کر دی۔ اس کی حالت خراب ہونی شروع ہوئی تو ڈاکٹر نے ٹائیفائیڈ کی دوا کے انجکشن لگوانے شروع کر دیئے۔ تیسرے انجکشن کے بعد اس کی حالت اس قدر بگڑ گئی کہ اسے لگا کہ اب آخر وقت آ گیا ہے۔ گھر میں کوئی نہیں تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ”نیم بیہوشی کی کیفیت طاری ہونے لگی تو میں نے حضرت تاج الاولیاءؒ کا نام لے کر کہا کہ میں آپ کی مرید تو نہیں ہوں لیکن دل

سے آپ کی عقیدت مند ہوں۔ آپ نے اپنی دعاؤں اور کراماتوں سے مرتے ہوئے لوگوں کو بچالیا تھا میری بھی مدد کیجئے۔'' اس کے بعد وہ بے ہوش ہوگئی۔ کافی دیر بعد ہوش آیا تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے مشکل سے فون ریسیو کیا۔ کراماتی طور پر اس کی بلڈنگ میں رہنے والے ایک ڈاکٹر کا فون تھا جس کو وہ صرف اتنا ہی جانتی تھی کہ اس عمارت میں رہتا ہے۔ ڈاکٹر کی آواز سن کر اس خاتون نے اپنا حال بتایا۔ ڈاکٹر نے انجکشن فوراً بند کرنے کو کہا اور یہ بھی کہ اگر ایک انجکشن اور لگ جاتا تو آپ کو کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ اتنے میں خاتون کا بیٹا ٹیوشن سے واپس آ گیا تھا۔ اسے بھیج کر ڈاکٹر سے فوری لینے کی دوا اور نسخہ منگوایا۔ دوا کھائی اور برابر حضرت کو یاد کرتی رہی۔ رات تک بھلی چنگی ہوگئی۔ اس نے فون پر اگلے دن یہ واقعہ مجھے سنایا۔

سچ ہے۔ حضور قبلہ فرماتے ہیں:

اے طالبان اے طالبان من باشما ہر جاستم

آخر میں، میں یہ وضاحت کر دینا چاہتی ہوں کہ اس کتاب میں بجنسہ ( As it is) مولوی محمد فائق صاحب کے بیان کیے ہوئے واقعات لکھے گئے ہیں کی بیشی نہیں کی گئی ہے۔ صرف زبان ور بیان کو آسان کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ میں افسانوی زبان استعمال کرتی ہوں۔ میری کیا مجال کہ ان مقدس کتابوں میں میں افسانوی زبان استعمال کروں! میں صرف وہ زبان لکھتی ہوں جو ہر پڑھنے والے کی سمجھ میں آجائے اور اس کے دل تک پہنچ جائے۔ اگر کوئی غلطی ہوئی تو اللہ بطفیل پیران عظام مجھے معاف فرمائے۔

احقر العباد

نعیمہ جعفری پاشانیازی

# ابتدائیہ

## مولوی محمد فائق صاحب

کہاں حمد و ثنائے کبریا ہو کہاں اوصافِ محبوبِ خدا ہو
کہاں ہو منقبت آلِ عبا کی کہاں مدحت صحابِ بے ریا ہو
اماموں کی کہاں ہو مجھ سے تعریف بزرگوں کی کہاں ہو مجھ سے توصیف
یہی بہتر ہے لکھوں اپنا مقصود کہ جس میں دین و دنیا کی ہو بہبود

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ پیر بھائیوں کی بیان کی ہوئی حضرت تاج الاولیاءؒ کی جو ہزاروں کرامتیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ان میں ذرہ برابر بھی نہ جھوٹ یا بناوٹ ہے اور نہ ہی کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ روزمرہ دکھائی دینے والے واقعات تھے جو ہر شخص چاہے دوست ہو یا دشمن، اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ کسی بھی فن کا ماہر جو حضرت کی خدمت میں آ کر اپنے کمالات دکھاتا تھا، حضرت اس کی اچھائی اور کمزوری یا کمی ظاہر فرما دیتے تھے، جس سے وہ شخص آپ کی عظمت اور بزرگی کو مان جاتا اور آپ کے قدموں پر گر جاتا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس دنیا

میں ہزاروں فن، علم اور کمالات ہیں۔ اگر کوئی شخص سیکھنا چاہے تو مشکل سے دو چار میں ہی کمال حاصل کر سکتا ہے، لیکن حضرت کی شان یہ تھی کہ ہر فن اور ہر علم کی باریکیوں سے آپ واقف (جان کار) تھے۔ جب کہ ہر چیز اور ہر علم کی اصلیت اور چھوٹی سے چھوٹی بات کا علم ہونا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ تو وہ ہی کر سکتا ہے جو انسانی کمزوریوں سے نکل کر اور اللہ کی صفات میں فنا ہو کر ہر چیز کی حقیقت جان چکا ہوتا ہے۔ اسی کو عرفان کہتے ہیں۔ اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت عارف کامل کیا عارف گر تھے (عارف بنانے والے)۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت کی ذات سے جو کشف اور کرامتیں ظاہر ہوئیں وہ نہ تو عقل کے خلاف ہیں اور نہ ان میں کوئی حیرت کی بات ہے۔

حضرت تاج الاولیاءؒ قدس سرہٗ کے ہر ملک میں کئی لاکھ خلیفہ اور مریدین تھے جن میں سے ہزاروں اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور ہزاروں دور دراز کے ملکوں کے رہنے والے ہیں کہ ان کا کوئی پتا نشان نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہیں یا انتقال کر گئے۔ جب حضرت تاج الاولیاءؒ اس جہان میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے کئی بڑے خلیفہ اور مریدین بھی زندہ تھے تو ان لوگوں میں سے کچھ کو یہ خیال ہوا تھا کہ حضرت سے جو کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں ان کو لکھ لیا جائے لیکن حضرت نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ آپ کی کشف و کرامات کو ظاہر نہ کیا جائے۔ اس لیے کسی کو بھی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ آپ کے حکم کے خلاف کام کرنا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو بہت سے بڑے خلیفاؤں کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ چنانچہ جو خلیفہ اور مریدین زندہ تھے ان لوگوں کی خواہش ہوئی کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات اپنے پیر بھائیوں کو سنا کر صحیح کر کے جمع کریں اور کتاب کی شکل

میں چھپوادیں۔کرامات نظامیہ کے نام سے اس کتاب میں وہ سارے واقعات جمع کر کے چھپوانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب لوگ اپنے پیر کے مرتبے سے واقف ہوں اور فخر کریں کہ ہم کس عظیم شخصیت کے غلام ہیں۔اس لیے سب ہی پیر بھائیوں کو خط لکھ کر وہ واقعات اکٹھے کئے گئے جو ان لوگوں کو پیش آئے تھے اور جن سے حضرت کی کرامتوں کا پتہ چلتا ہے۔سب ہی لوگوں نے بالکل سچے واقعات لکھے اور انہیں جمع کرتے وقت بھی پوری احتیاط برتی گئی۔ایک لفظ بھی اپنی طرف سے گھٹایا یا بڑھایا نہیں گیا۔واقعات بیان کرنے والے لوگوں کو بھی یہ تاکید کردی گئی کہ جو بیان کررہے ہیں اس کا ہر لفظ صحیح اور سچا ہوتا کہ قیامت کے دن حضرت کے سامنے منہ دکھانے کے قابل رہیں:

کیا لکھوں مجھ کو کچھ نہیں معلوم　　جن کو معلوم تھا ہوئے معدوم
خیر جو کچھ برادروں سے لیا　　میں نے وہ کاغذ وقلم کو دیا
اے خدا جو کہ اس میں ہو منقول　　وہ خلائق میں سب کو ہو مقبول

# شجرہ نسب

حضرت تاج الاولیاء شاہ نظام الدین حسینؒ قدس سرہٗ والد کی طرف سے علوی ہیں اور والدہ محترمہ کی طرف سے رضوی سید ہیں۔لیکن آپ خود ہمیشہ فرماتے تھے کہ میں ساداتِ بنی فاطمہؓ کا غلام ہوں۔تمام عمر کبھی آپ نے خود کو سید نہیں کہا۔

حضرت کے اجداد (پوروج) بخارا کے بادشاہوں میں سے تھے اور ان کی راجدھانی اندی جان نام کا شہر تھا۔آپ کے اجداد میں حضرت شاہ آیت اللہ علوی نے بادشاہت چھوڑ کر ہجرت کی اور ملتان میں آ گئے۔کئی سال ملتان میں رہے پھر ان کے پوتے شاہ عظمت اللہ علویؒ صاحب ملتان سے سرہند آ گئے۔کچھ برس یہاں گزارنے کے بعد ان کے صاحب زادے شاہ رحمت اللہ علوی صاحب دہلی تشریف لائے اور دہلی میں قیام کیا۔یہ واقعہ 1160 ہجری مطابق 1747ء کا ہے۔

1857ء کے غدر کے زمانے میں آپ کے کتب خانے (لائبریری) میں آگ لگ گئی اور ہزاروں کتابوں کے ساتھ آپ کا آبائی شجرہ بھی جل کر خاک ہو گیا جو معلومات تھیں اس کے مطابق آبائی شجرے کی کچھ پیڑھیاں اس طرح ہیں۔

۱۔ حضرت تاج الاولیاءؒ شاہ نظام الدین حسین علوی، قادری، چشتی۔

۲۔ ابن حضرت قطب عالم مدارِ اعظم نیاز بے نیاز شاہ نیاز احمد صاحب علوی، قادری، چشتی۔

۳۔ ابنِ حاجی الحرمین حکیم شاہ محمد رحمت اللہ علوی سرہندی۔

۴۔ ابنِ حضرت شاہ ابراہیم علوی ملتانیؒ

۵۔ ابنِ شاہ کلمت اللہ علوی، ملتانی

۶۔ ابنِ شاہ آیت الہ علوی ملتانی۔

۷۔ ابنِ شاہ حکمت اللہ علوی، ملتانی

۸۔ ابن شاہ احمد علوی اندرجانیؒ

یہ سب حضرات اعلیٰ درجے کے بزرگ اور صوفیا گذرے ہیں۔

# حلیہ شریف

## حضرت تاج الاولیاءؒ

دوہرا بدن......قد زیادہ لمبا نہیں تھا لیکن آپ جس محفل میں تشریف لے جاتے، سب سے دراز قد (لمبے) نظر آتے...... رنگ گیہواں، ملاحت کے ساتھ (نمکینی)......زلفیں لمبی سینے تک آتی ہوئی...... پیشانی چوڑی......ابرو (بھنویں) مڑی ہوئی......آنکھیں بڑی، شربتی اور ہر وقت اللہ کے نظارے سے مخمور (نشیلی)...... دانت درمیانے اور مناسب...... داڑھی نہ لمبی نہ خشخشی، ٹھوڑی پر پھیلی ہوئی......کان درمیانے، نہ بڑے نہ چھوٹے......ہونٹ پتلے......مونچھیں چھوٹی ترشی ہوئی......ناک مناسب......گردن لمبی......کندھے کشادہ اور گداز...... بازو مضبوط، گول......کلائی گول اور چوڑی...... ہاتھ لمبے، گداز اور طاقت ور...... ہتھیلی چوڑی، بھری ہوئی...... ہاتھ کی انگلیاں چھوٹی لیکن لمبوتری اور مضبوط......سینہ چوڑا اور گداز ابھرا ہوا پہلوانوں کی طرح...... سینے کے بیچ میں بالوں کی ہلکی سی لکیر۔ سینہ آپ ڈھکا ہوا رکھتے تھے اور فرماتے تھے سینہ کھولنے سے اللہ کا نور کم ہو جاتا ہے...... پیٹ ہموار، تھوڑا سا اُبھرا ہوا......کمر گداز......کمر سے ران تک گول، گداز اور مضبوط...... پنڈلیاں گداز اور گول...... پاؤں درمیانے نہ بڑے نہ چھوٹے......تلوے خمدار...... پاؤں کی انگلیاں نرم۔

# حضرت تاج الاولیاءؒ کی سیرت شریف

حضرت تاج الاولیاءؒ کی شکل وصورت سے وجاہت ظاہر ہوتی تھی۔ آپ کا رعب اور دبدبہ چہرے پر نمایاں نظر آتا تھا۔ جب کھڑے ہوتے تو انداز میں دلربائی ہوتی...... آپ بولتے تو لگتا کہ منہ سے موتی جھڑ رہے ہیں...... آپ کا لباس بادشاہوں جیسا ہوتا...... جب آپ تشریف رکھتے تو شاہانہ انداز ظاہر ہوتا...... امیر غریب سب کے ساتھ آپ کا برتاؤ ایک جیسا ہوتا...... امیر وغریب سب کا اٹھنا بیٹھنا آپ کے دربار میں ایک جیسا ہوتا۔ ایک سا برتاؤ اور سب کو ایک نظر سے دیکھنا...... آپ کی شخصیت میں رعب اور جلال اس درجے کا تھا کہ اچھے اچھوں کو آپ کے سامنے بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی...... آپ کی مجلس میں رعب کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ہر ایک کے ہونٹوں پر جیسے مہر لگ جاتی تھی۔ لوگوں کو آپس میں بھی ایک دوسرے سے بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی...... ہر وقت امیروں اور غریبوں کا مجمع رہتا تھا۔ لوگ اپنی مراد لے کر آتے اور ان کے آنے کا مقصد پورا ہو جاتا...... آپ کے مریدین جو خانقاہ شریف میں موجود رہتے تھے انہیں باطنی فیض پہنچتا تھا...... بظاہر حضرت شکار کے لیے تشریف لے جاتے لیکن دراصل اس میں بھی اللہ کی یاد اور عبادت کا پہلو ہوتا

تھا...... جب آپ شکار کے لیے تشریف لے جاتے تو کئی کئی ہاتھی اور گھوڑے ساتھ ہوتے، ڈیرہ، خیمہ اور شامیانہ اور دوسرا شکار کا اور کھانے پینے کا سامان چھکڑے پر لدا ہوا ساتھ ہوتا تھا۔ چالیس پچاس کے قریب خادم اور مریدین ساتھ ہوتے تھے...... آپ اعلیٰ درجے کا لباس پسند فرماتے تھے...... تین تین سو روپیہ کی لاگت سے تیار کروائی گئی ٹوپیوں سے صندوق بھرا رہتا تھا...... ہزار ہزار روپے کے دوشالے صندوقوں میں بھرے رہتے...... جو چغہ (گاؤن) آپ پہنتے تھے ان میں سے بھی کئی ہزار روپیہ کے تھے...... زردوزی اور کارجوب کا کام کرنے والے بارہ مہینے گھر پر کام کرتے تھے...... آپ کو عمدہ کھانا پسند تھا...... دوسری طرف سادہ مزاجی کا یہ حال تھا کئی کئی وقت صرف اُبالے چنے نوش فرماتے تھے...... لگ بھگ پچاس لوگ ہر وقت خانقاہ شریف میں موجود رہتے تھے اور لنگر ہر وقت جاری رہتا تھا...... توکل صبر اور شکر پر گزر ہوتی تھی۔ کچھ آ گیا تو بادشاہوں کی طرح گزر ہوئی، نہیں آیا تو دو دو تین دن سب مرد، عورتیں، بچے، نوکر، مریدین یہاں تک کہ گھوڑا، بیل، مرغی، کبوتر، تیتر، بٹیر، شکرے، سب فاقے سے رہتے...... آپ کی سخاوت (دان دین) کا یہ حال تھا ضرورت مند لوگوں کو ہزار ہزار روپیہ قرض عطا فرما دیتے اور لوگ کبھی واپس کرنے کا نام نہیں لیتے۔ روزانہ آنے والے لوگ بھی قرض لے کر واپس نہیں کرتے اور حضرت کبھی واپسی کا تقاضا بھی نہیں کرتے۔ اگر کسی نے کہا بھی تو آپ فرماتے ''فقیر کے گھر سے کوئی محروم نہیں جاتا۔ دنیا والے دنیا لے جاتے ہیں۔ دین والے دین لے جاتے ہیں'' ...... آپ بہادری اور ہمت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے...... جس مجلس میں آپ تشریف لے جاتے وہاں سناٹا اور خاموشی چھا جاتی۔ ہر ایک آپ کا دیدار کرنے کی تمنا رکھتا تھا ...... سیدوں، پیروں کے آستانوں کی اور وہاں کے صاحب زادوں کی آپ بہت

عزت کرتے تھے...... اہل بیت کی محبت میں آپ کا وہ مرتبہ تھا جس کا جواب نہیں ہے......۔

## ہر علم اور فن میں آپ کی مہارت

حضرت تاج الاولیاءؒ کو ہر علم اور فن میں زبردست مہارت حاصل تھی۔ کوئی علم یا ہنر ایسا نہیں تھا جس کی باریکیوں کو آپ نہ جانتے ہوں...... آپ کو فقہ (اسلامی قانون) کا ایسا علم تھا کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی آپ کی نظر سے نہیں بچی تھی...... تفسیر اور حدیث کے علم میں آپ مکمل مہارت رکھتے تھے...... فارسی زبان ایسے بولتے تھے جیسے یہ آپ کی مادری زبان ہو...... خوش نویسی (Caligraphy) ایسی کہ اس فن کے ماہرین نے اپنے قلم توڑ دیئے (لوہا مان گئے)...... حضرت کو تمام ہتھیار چلانے میں بھی ایسی مہارت تھی بڑے بڑے ماہر آپ کے سامنے سر جھکاتے تھے...... بنوٹ (banot) چلانے میں آپ کا جواب نہیں تھا...... تیر اندازی میں کمال حاصل تھا...... بانک پٹا میں بھی مہارت تھی...... تلوار بازی ایسی کہ ایسی کاٹ کسی کو نصیب نہیں ہوتی...... کشتی کے سب داؤں پیچ آپ کو آتے تھے...... بندوق کا نشانہ ایسا کہ اڑتا ہوا جانور شکار کرتے تھے...... سپہ گری (فوجیوں کے داؤ پیچ) کے ہر فن میں آپ ماہر تھے...... موسیقی (میوزک) کی جتنی قسمیں ہوتی ہیں ان میں آپ کو ایسی مہارت حاصل تھی کہ بڑے بڑے گویّے آپ کے سامنے کان پکڑتے تھے اور پاؤں چھوتے تھے...... تیراکی کی ساری قسموں کے بھی ماہر تھے...... عطر کی آپ کو ایسی پہچان تھی لوگ حیرت میں رہ جاتے تھے...... گھوڑ سواری لاجواب تھی...... گھوڑوں کی شکل دیکھ کر ان کی نسل اور ان کی اچھائیاں برائیاں، عیب سب بتادیتے تھے...... کبوتروں، مرغوں، بٹیروں،

شکروں (falcon) اور کتوں کی قسموں عادتوں اور نسلوں کا پورا علم رکھتے تھے......
شعر کی سمجھ اور شاعری کے فن میں آپ لاجواب تھے ...... ہر قسم کے عمل اعمال پر عبور
حاصل تھا لیکن آپ کبھی کرتے نہیں تھے۔

حضرت تاج الاولیاءؒ نے اپنے آپ کو اس طرح مشغلوں میں چھپا رکھا تھا کہ
دیکھنے والا دھوکہ کھا جائے لیکن اصل میں ان سب کے پیچھے اللہ کی طلب، اللہ کی یاد
اور اللہ کا جلوہ تھا۔

بٹیروں کا شوق ...... تیتروں کا شوق ...... کتوں کا شوق ...... مرغوں کا شوق ......
شکار کا شوق ...... یہ سب اپنی حقیقت چھپانے کے لیے ایک پردہ تھا۔

آنے جانے والوں کا خیال ...... گھر داری کی فکر ...... خانقاہ میں موجود رہنے
والے مریدوں کا خیال جو آپ سے تعلیم حاصل کررہے تھے ...... جو بھی آپ کو یاد
کرکے مدد مانگتا اس کا خیال چاہے وہ کسی شہر یا ملک میں ہوتا ...... یہ کتاب لکھنے والے
(محمد فائق صاحب) کو ہر وقت اس کا تجربہ ہوتا رہتا تھا۔

اور ان سب شوقوں، اور تعلقات کو رکھنے اور نبھانے کے باوجود آپ ہر وقت
اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ...... اور ہر وقت ذات باری کے جلوے میں کھوئے
رہتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ایسی فنائیت کا حاصل تھی کہ دنیا میں کچھ اس کے سوا بچا
ہی نہیں تھا۔ لوگ سمجھتے رہے کہ آپ کی نظر کھیل تماشے پر ہے لیکن کسی کو خبر نہیں تھی کہ
آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کیا تعلق ہے......!!

مٹ گیا نام ونشاں جب ذات میں جا مل گئے
اب نہیں معلوم ہم کو کون تھے کیا ہوگئے

اللہ ہی اللہ ہے۔

# قطعہ تاریخ

## کرامات نظامیہ

## از

## مولوی محمد فائق صاحب نیازی

| ہدیہ دہر | الحمدللہ |
|---|---|
| تمت بالخیر | کتاب بے عدیل تمام شد |
| 1916ء | 1334 ہجری |

للہ الحمد درآں چیز کہ خاطر می خواست — آخر آمد کہ پسِ پردۂ تقدیر پدید

بارک اللہ برآمد جو ازیں مضمونے — گفت ہاتف ثلثش گیر پے طبعِ جدید

1916ء

(ترجمہ: اللہ کا شکر ہے کہ ہر وہ چیز جس کی خواہش ہوئی، آخر کار تقدیر کے پردے سے سامنے آ گئی)

(اللہ برکت دے اس مضمون کی صورت ظاہر ہوگئی۔ ہاتف نے کہا کہ اس تین چوتھائی صحیفہ کو نئے ڈھنگ سے طبع (چھپوایا جائے) کیا جائے۔)

# خاندانی سلسلہ

حضور قبلہؒ کے والد شاہ رحمت اللہ صاحب کے مختصر حالات زندگی:

مولانا ومرشدنا تاج الاولیاء حضرت شاہ نظام حسینؒ قادری وچشتی و نیازی حضرت قطب عالم مدار اعظم شاہ نیاز احمد صاحبؒ سرہندی بریلوی کے سجادہ نشین اول ہیں۔ آپ کے اجداد شاہانِ بخارا سے تھے۔ آپ کا آبائی سلسلہِ نسب علوی اور والدہ محترمہ کی طرف سے رضوی سید ہے۔ آپ کے جدامجد شاہ آیت اللہ علوی تخت وتاج کو چھوڑ کر اور ترک وطن کر کے ہندوستان تشریف لائے۔ ہندوستان میں ملتان میں قیام فرمایا بعد میں آپ کے پوتے شاہ عظمت اللہ علویؒ ملتان سے سرہند چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ ۱۷۴۷ء ۱۱۶۰ھ میں آپ کی اولاد میں حضرت رحمت اللہ علوی دہلی تشریف لائے اور دہلی میں ہی سکونت اختیار کی۔ آپ نقشبندیہ قدیمہ سلسلے کے صاحب کشف بزرگ تھے۔ دہلی میں شاہانِ وقت نے آپ کو دربار میں قاضی کا عہدہ پیش کیا جسے آپ نے پس وپیش کے بعد قبول فرمالیا۔ بعد میں ایک مرتبہ بادشاہ نے آپ سے آپ کا نسب پوچھا۔ آپ نے علوی سید بتایا۔ جب بادشاہ نے سند مانگی تو

آپ نے فرمایا آپ کا شجرۂ نسب باقی تمام املاک کے ساتھ سرہند میں رہ گیا۔ چنانچہ سرہند آدمی بھیجا گیا اور وہاں سے شجرۂ نسب لایا گیا جس پر اس زمانے کے رواج کے مطابق بادشاہِ وقت اور دربار کے دوسرے بڑے عہدے داروں کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ شجرہ 1857 کے غدر تک آپ کے خاندان میں موجود تھا۔ غدر کے وقت ہونے والی لوٹ مار اور آتش زنی میں وہ کتب خانہ جل کر راکھ ہوگیا جہاں وہ تمام دستاویز رکھے تھے۔ آپ لمبے عرصے تک قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔ جب آپ کے صاحب زادے حضرت شاہ نیاز احمدؒ صاحب اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا سید محمد فخرالدین کے حکم سے بریلی شریف تشریف لائے تو حضرت شاہ رحمت اللہؒ بھی قاضی کے عہدے سے سبک دوش ہوکر اپنے صاحب زادے کے ساتھ بریلی شریف آ گئے۔ سرہند سے آپ کو چھ روپیہ روزانہ اپنے مریدین اور طالبان پر خرچ کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے جو مغل بادشاہت کے خاتمے تک جاری رہے۔ اس کے بعد لکھنؤ سلطنت کی طرف سے تین روپیہ روز مقرر ہوئے۔ بعد میں انگریز حکومت نے یہ رقم حضور قبلہؒ کے نام جاری کر دی جو آپ کے وصال تک جاری رہی۔ حضرت شاہ رحمت اللہ علویؒ حضور قبلہ نیاز بے نیاز کے والد محترم اور حضرت تاج الاولیاءؒ کے دادا معظم تھے۔

# قطب عالم مدار اعظم حضرت قبلہ شاہ نیاز احمدؒ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی شاہ غریب نوازؒ کے مختصر حالات

آپ کا اسم مبارک بی بی لاڈو تھا۔ آپ کو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے بی بی غریب نواز کا خطاب عطا ہوا تھا اور آپ اسی نام نامی سے جانی جاتی ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولانا سید سعید الدینؒ رضوی سید تھے۔ مولانا حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت بی بی صاحبہ قادریہ سلسلے میں حضرت شیخ محی الدین دیاسنامیؒ سے بیعت تھیں۔ آپ کے شیخ نے دومرتبہ آپ کو بیعت کیا۔ آپ نے جب دوبارہ بیعت کرنے کی وجہ دریافت کی تو شیخ نے فرمایا کہ تمہارے بطن سے ایک صاحب زادے پیدا ہوں گے۔ اس وقت میں نہیں ہوں گا اس لئے میں ان کی روح کو بیعت کرتا ہوں۔ (اس سے حضور قبلہ کے مرتبے کی طرف اشارہ تھا)۔ بی بی شاہ غریب نواز بڑے پائے کی عارفہ وکاملہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بی بی خاتونِ جنت کے بعد تین بیبیاں اس درجے کے عرفان اور کمال کی گذری ہیں۔ پہلی حضرت رابعہ

بصریؒ دوسری حضرت بی بی فاطمہ ثانی اور تیسری حضرت بی بی شاہ غریب نوازؒ۔ آپ کی ذات مبارکہ سے ان گنت واقعات کشف وکرامات کے منسوب ہیں۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت شاہ نیاز احمد صاحبؒ کی باطنی تعلیمات وتربیت کی ابتدا زمانہ شیرخوارگی سے ہی شروع کردی تھی۔ حضور قبلہؒ فرماتے ہیں:

شیرِ مادر تھا یا شراب کہن
جس کا ہے یہ خمار آنکھوں میں

حضرت بی بی صاحبہؒ سے منسوب چند حکایات بیان کی جارہی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس جلیل القدر درجے کی ولیہ کاملہ تھیں۔

(۱): روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بی بی شاہ غریب نوازؒ نے اپنے صاحب زادے یعنی حضور قبلہ قطب عالم مدارِ اعظم نیازِ بے نیازؒ کو بلایا۔ جب آپ تشریف لائے تو ان سے فرمایا حضرت محبوب الٰہی کی شان میں تم نے کیا لکھا ہے؟ آپؒ نے عرض کیا ؎

بخاشا کہ وجودم زد نگاہِ گرم او آتش
بروں از آسماں شد شعلۂ وحشت پرِ کاہے

(ترجمہ):

اس واقعے کا بیان یہ ہے کہ حضرت نیاز بے نیازؒ نے اس شعر کے متعلق فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ عالم مثال حضرت محبوب الٰہی کو دیکھا۔ آپ نے میری جانب گرم نگاہ سے دیکھا۔ جب میں نے اپنے وجود کو دیکھا تو وہ گھاس کے گٹھے کی طرح تھا۔ آپؒ کی گرم نگاہی نے اس میں آگ لگادی اور میں جلنے لگا اور میرا شعلہ آسمان تک پہنچا۔ اول آسمان تک مجھے ہوش رہا پھر مجھے کچھ علم نہیں رہا۔ دو چار روز کے بعد پھر

CamScanner

بی بی غریب نوازؒ نے آپ کو بلایا۔ جب حاضر ہوئے تو اپنا ہاتھ آپ سامنے کیا اور فرمایا یہ کیا ہے۔ آپ نے عرض کیا آپ کا ہاتھ ہے۔ دوبارہ پھر فرمایا ''یہ کیا ہے''۔ آپ نے پھر عرض کیا آپ کا ہاتھ ہے۔ تیسری مرتبہ غصے کی نظر سے کہا ''غور سے دیکھو یہ ید بیضا ہے۔'' حضرت فرماتے ہیں کہ ''اب جو میں نے دیکھا تو بی بی غریب نوازؒ کے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں مشعل کی طرح روشن تھیں اور اپنے وجود کی طرف خیال کیا اسے روئی کی طرح پایا جس میں انگلیوں کی آگ سے آگ لگ گئی۔'' اس حال کے طاری ہونے پر حضور قبلہؒ نے فرمایا ؎

لاگ کی آگ لگتے ہی پنبہ نمط جل گیا

رخت وجود جان وتن کچھ نہ بچا جو ہو سو ہو

آپ نے فرمایا کہ آسمان اول تک کا مجھے علم رہا اس کے بعد ہوش نہیں رہا۔

(۲) روایت ہے: ایک مرتبہ دہلی میں جب حضور قبلہ حضرت نیازؔ بے نیاز ظاہر علوم کی تعلیم حاصل فرما رہے تھے تو ایک دن آپ مکان کی پہلی منزل پر کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے اور حضرت بی بی غریب نواز استغراق (اللہ کی یاد میں محو ہو جانا) میں تھیں اور ذرہ ذرہ کائنات میں سما رہی تھیں۔ محلے میں ایک ہندو نے داتون کے لیے پیڑ کی ٹہنی کاٹی۔ ابھی چاقو لگایا ہی تھا حضرت بی بی صاحبہ نے زور سے کہا ''اسے منع کرو۔'' چناں چہ اس آدمی کو روک دیا گیا۔ جتنا چاقو نیم کی ٹہنی میں لگا تھا اتنی ہی بی بی صاحبہ کے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کٹ گئی اور خون جاری ہو گیا۔ ساتھ ہی حضور قبلہ کی انگلی میں بھی اتنا ہی زخم آ گیا جس کا نشان آپ کی انگلی میں تمام عمر رہا۔

(۳) روایت: ایک مرتبہ جب حضور قبلہ نیاز بے نیازؒ ساڑھے چار ماہ کے تھے تو عالم مثال میں حضرت بی بی صاحبہ نے آپ کو حضرت سید النساء بی بی فاطمہ

CamScanner

زہرہؒ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک حضرت نیاز بے نیازؒ کے سر پر پھیر کر فرمایا کہ "یہ اپنا بچہ ہے۔" یہی وجہ ہے کہ غلامانِ سلسلہ نیاز یہ ہمیشہ ہر جگہ ممتاز رہتے ہیں۔

(۴) روایت: ایک مرتبہ شہر دہلی میں لمبے عرصے سے بارش نہیں ہوئی۔ بارش نہ ہونے سے اللہ کی مخلوق سخت پریشان تھی۔ بارش نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ایک مجذوب دریا کے کنارے جھونپڑی میں رہا کرتے تھے۔ ان کی جھونپڑی ٹوٹ گئی تھی۔ جب آسمان پر بادل آتے تو وہ ڈنڈا لے کر کھڑے ہو جاتے اور بادلوں کو اپنے ڈنڈے کے اشارے سے بھگا دیتے، لوگ سخت پریشان تھے۔ نمازیں اور دعائیں ہو رہی تھیں لیکن کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ وقت نے بزرگوں سے درخواست کی۔ ایک کے بعد ایک سب ہی اہل اللہ نے مجذوب صاحب سے درخواست کی کہ آپ بارش کو نہ روکیں لیکن سب کو ان کا ایک ہی جواب تھا کہ بارش ہوگی تو ہماری جھونپڑی بہہ جائے گی۔ ہم ہرگز نہیں برسنے دیں گے۔ جب کسی کے کہنے کا اثر نہیں ہوا تو آخر لوگ حضرت بی بی شاہ غریب نوازؒ کے پاس درخواست لے کر آئے۔ آپ نے فرمایا کہ "جب اس نے مردوں کا کہنا نہیں مانا تو مجھ ایک عورت کے کہنے کا کیا اثر ہوگا۔" لیکن جب بادشاہ کی طرف سے اصرار بڑھا تو آپ نے اپنی ایک خاص خادمہ، جن کا نام بی بی نورن تھا، ان سے فرمایا کہ تم مجذوب کے پاس جاؤ اور تمیز اور خوشامد سے ان سے کہنا کہ خدا کی مخلوق پریشان ہو رہی ہے آپ پانی کی بندش نہ کریں۔" حکم کے مطابق بی بی نورن چند قدم گئیں پھر لوٹ آئیں اور عرض کیا "اور اگر اس نے میری عرض گذاشت اور خوشامد پر بھی میری درخواست قبول نہیں کی تو پھر میں کیا کروں آپ نے فرمایا کہ اپنے بالوں کو کھول کر ان کے پاؤں پر سر رکھ کر التجا کرنا اور اب جا۔" یہ سن کر وہ چند قدم گئیں اور

پھرلوٹ آئیں اورعرض کیا ''وہ اس عاجزی پر بھی نہ مانیں تو کیا کروں۔'' آپ نے فرمایا کہ تو ان سے کہنا کہ اگر کسی دوسرے نے پانی برسا دیا تو آپ کی کیا بات رہ جائے گی۔'' بی بی نورن نے عرض کیا ''اگر اس پر بھی نہ مانیں تو۔'' آپ نے جلال اور جذب کی حالت میں فرمایا ''تو پھر برسا دیجیو'' حکم کے مطابق بی بی نورن ڈولی میں سوار ہوکر دریا کے کنارے مجذوب کی خدمت میں پہنچیں اور جو جو طریقے حضرت بی بی شاہ غریب نواز نے بتائے تھے، ادب آداب کے وہ پورے کئے۔ مگر وہ اپنی ضد میں ایسے جمے ہوئے تھے کہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے۔ آخر میں بی بی نورن نے کہا کہ ''اگر کسی اور نے برسا دیا تو آپ کی کیا بات رہ جائے گی۔'' وہ جوش میں آکر کہنے لگے ''کس کی طاقت ہے کہ وہ برسائے'' اگر کوئی برسا دے گا تو ہم اپنی ناک کاٹ دیں گے'' آخر بی بی نورن ڈولی میں سوار ہوکر دریائے جمنا کے کنارے آئیں۔ ہر طرف پردہ کروا دیا۔ آپ نے اپنی اوڑھنی دی کے ڈولی کے سامنے شامیانے کی طرح تان دو۔ خود ڈولی سے نکل کر اس کے نیچے بیٹھ گئیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد سخت ہیبت پیدا ہوئی کیونکہ آسمان کے اس حصے برابر چھا گیا جہاں آپ کی چادر مبارک کا شامیانہ تنا تھا اور وہ ابر آسمان پر پھیلنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر مجذوب صاحب نے ڈنڈا لیا اور اس ابر کو بھگانے لگے لیکن جتنا وہ ڈنڈا گھماتے بادل اتنی ہی تیزی سے بڑھتے یہاں تک کہ پورے آسمان پر چھا گئے اور پانی برسنا شروع ہوا اور اتنا برسا کہ جمنا میں سیلاب کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ بادشاہِ وقت اس وقت وہیں حاضر تھا۔ اس نے ڈولی کے پاس جا کر عرض کیا کہ اب بس کریں۔ بی بی نورن نے اپنی اوڑھنی کا شامیانہ ہٹوا لیا اور ڈولی میں سوار ہوکر مجذوب کی جھونپڑی کی طرف گئیں۔ مجذوب کی جھونپڑی کے چاروں طرف چالیس قدم تک پانی کی ایک بوندھ بھی نہیں برسی تھی۔ مجذوب اٹھے چاقو لا کر بی بی

نورن کے سامنے رکھ دیا اور منہ سامنے کر کے بیٹھ گئے۔ بی بی نورن نے چاقو الگ ہٹا کر رکھ دیا اور مجذوب کے قدم پکڑ لیے اور کہا۔ ''میں جیسے پہلے خادمہ تھی، اب بھی خادمہ ہوں مگر آپ کو خدا کی مخلوق پر رحم کرنا چاہئے۔ پھر وہاں سے واپس مکان تشریف لے آئیں۔

(۵) روایت: ایک مرتبہ دہلی شہر میں قحط پڑا۔ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ حضرت بی بی شاہ غریب نواز کا قیام ان دنوں دہلی میں تھا۔ حضرت بی بی صاحبہ نے اپنے تمام سونے کے قیمتی جڑاؤ زیورات بیچ کر چنے خریدوائے اور دو مکانوں میں چھت تک بھر دیئے۔ ایک کٹورہ لکڑی کا جس میں ایک آدمی کی خوراک آ جائے خرید کر ایک آدمی مقرر کیا جو صبح سے رات نو بجے تک لوگوں کو چنے تقسیم کرتا تھا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک کہ قحط سالی ختم نہیں ہو گئی۔

(۶) روایت: ایک مرتبہ آپ یاد الٰہی میں غرق تھیں کہ ایک کالا سانپ آپ کو کاٹنے کے لیے آپ کی طرف آیا، جو خادمہ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھیں انھوں نے دیکھا تو شور مچایا کہ حضور سانپ ہے۔ اس وقت تک سانپ آپ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ آپ نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا تو وہ سست ہو گیا پھر آپ نے سانپ کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا لا الٰہ الا اللہ۔ سانپ نے آپ کی انگلی کے اشارے پر سر اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ آپ نے سانپ سے اتنی ضربیں لگوائیں کہ وہ ادھ مرا ہو گیا۔ پھر آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ اسے باہر چھوڑ آؤ۔ خادمہ نے اٹھا کر گود میں لیا اور دروازے کے باہر چھوڑ کر کہا۔ اب خبردار مت آنا۔

## پردہ نشینی کے سلسلے میں آپؒ کی احتیاط:

حضرت بی بی شاعرہ غریب نواز کی پردے کی پابندی کا یہ حال تھا کہ آپ باہر

پھرنے والی عورتوں مثلاً دھوبن، مہترانی وغیرہ سے بھی پردہ کرتی تھیں۔تمام عمر آپ کے کپڑے کبھی دھوبی کے یہاں دھلنے کے لیےنہیں بھیجے گئے۔آپ اپنے پیرطریقت حضرت سید محی الدین دسنائیؒ سے بھی روبرونہیں ہوئیں۔تمام عرض معروض مرشدزادی حضرت بی بی عصمت شاہ کی معرفت ہوا کرتی تھی۔آپ فرماتی تھیں کہ کیونکہ میری تعلیم بی بی سیدہ عصمت شاہ کے ذریعہ ہوئی ہے لہٰذا وہ بھی میری مرشدہ ہوئیں۔اسی لیے آپ نے اپنے شجرے میں اپنے شیخ حضرت سید محی الدین دیاسنامیؒ کے نام کے بعد بی بی عصمت شاہ کا نام بھی لکھا ہے۔حالانکہ کسی عورت سے کوئی سلسلہ جاری نہیں ہوتا مگر بالواسطہ صرف تعلیم اورارشاد کی وجہ سے ان کا نام شامل شجرہ کیا گیا۔

طالبان اورمریدان جو اپنی پریشانیاں لے کرآپ کی خدمت میں آتے تھے وہ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ نیاز احمد صاحبؒ کے توسط سے آپ سے معروض کرواتے تھے۔ یہاں چندواقعات نقل کئے جاتے ہیں جب حضرت بی بی شاہ غریب نواز نے طالبان اورضرورت مندوں کی مدد بطریق کشف وکرامات کی۔

(ا) پہلا واقعہ شاہجہاں پور کے ایک رئیس قدن خاں صاحب کا ہے۔

قدن خاں صاحب پر حکومت کے کچھ روپیہ کی ادائیگی واجب تھی۔ وصولیابی کے لیے صوبے دار نے انہیں بلوایا اور ادائیگی کا تقاضا کیا۔قدن خاں صاحب نے کچھ مہلت مانگی لیکن صوبے دار نے مہلت دینے سے انکار کردیا اور سختی کی۔اس پر جھگڑے کی نوبت آگئی۔صوبے دار نے کہا کہ یہ خیال مت کرنا کہ میں بھی پٹھان ہوں اس لئے تمہارے ساتھ کوئی رعایت کردوں گا۔ میں تمہارے مکان کی جڑ تک اکھاڑ کر پھینک دوں گا۔قدن خاں صاحب کو بھی غصہ آگیا انھوں نے کہا ’’آپ میری جڑ کیا اکھاڑیں گے میں آپ کی جڑ اکھاڑ دوں گا۔‘‘ یہ کہہ کر قدن خان صاحب اپنے گھر

CS CamScanner

آ گئے۔ جب غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو خیال آیا کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ نہ میں فقیر ہوں نہ صاحب کرامت اور نہ میرے پاس زور اور طاقت ہے۔ چنانچہ اسی وقت گھوڑا نکالا اور شاہجہان پور سے بریلی شریف کے لیے روانہ ہو گئے۔ حضرت بی بی شاہ غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضری کی اطلاع فرمائی۔ حضرت شاہ نیازؒ نے ان کی تمام روداد سنی اور بی بی صاحبہ کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت بی بی صاحبہ نے مٹی کی ایک ٹھیکری منگوائی اور اپنے ہاتھ سے اس پر ایک نقشہ کھینچا، چند حدیں مقرر کیں جس میں شاہجہاں پور، کھوٹا اور پوایاں وغیرہ کے علاقے شامل کیے اور فرمایا یہ قدن خان کو دے دو۔ کہنا کہ جو تمہارے منہ سے نکل گیا وہ تو ہو گیا۔ اس نقشے کے مطابق ہم نے ان علاقوں کا تمہیں صوبے دار مقرر کیا۔ قدن خاں اس ٹھیکری کو اپنے سر پر باندھ کر واپس شاہجہاں پور پہنچے تو معلوم ہوا کہ لکھنؤ سے جو ہیڈ آفس تھا، بلاوا آیا ہے۔ غرض لکھنؤ پہنچے۔ معلوم ہوا کہ پرانا صوبے دار برخواست کر دیا گیا ہے اور قدن خان کو نیا صوبے دار مقرر کر دیا گیا ہے۔ حکومت سے خلعت ملی اور نقاروں اور ڈنکوں کے ساتھ باہر آئے۔ اس تقرری کا کوئی سان گمان بھی نہیں تھا۔ گھر آ کر ٹھیکری کھول کر دیکھا تو ان سب ہی علاقوں کا نقشہ بی بی صاحبہ نے بنایا تھا جن کی انہیں صوبے داری عطا ہوئی۔

(۲): حضرت بی بی شاہ غریب نواز کی خادمہ بی بی نورن کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے جب آپ نے ایک مجذوب صاحب کی ضد کو رد کرتے ہوئے بارش برسائی تھی۔ بی بی نورن حضرت بی بی شاہ غریب نواز کی خدمت کرتے ہوئے کس مرتبے پر پہنچ گئی تھیں اس کا اندازہ نیچے دیئے گئے واقعے سے ہوتا ہے۔

بی بی نورن دہلی میں حضرت بی بی شاہ غریب نواز کی خدمت میں رہی تھیں پھر حضرت بی بی صاحبہ نے ان کی شادی دہلی میں ہی کروادی تھی۔ وہیں کا ذکر ہے کہ ایک

مرتبہ بی بی نورن نے حضور قبلہ نیآز بے نیاز کی اپنے گھر پر دعوت کی جو حضور قبلہؒ نے منظور فرمالی۔ حضور قبلہؒ بی بی نورن کے ہاں تشریف لے گئے جس کوٹھری میں دسترخوان سجا تھا اسے بی بی نورن نے اپنے باطنی تصرف سے بھر دیا تھا۔ حضور قبلہؒ نے بے خیالی میں کوٹھری میں قدم رکھا تو آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ بی بی نورن بیٹھی پنکھا جھلتی رہیں جب آپ اس کیفیت سے باہر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ ''بی بی نورن کیوں نہ ہو آخر بڑے کی دیکھنے والی ہو۔'' (مراد یہ کہ آخر حضرت بی بی غریب نواز کی خدمت میں رہ چکی ہو۔) کچھ دن کے بعد حضور قبلہؒ نے بی بی نورن کی دعوت کی اور آپ نے بھی اپنے باطنی تصرف سے کمرے کو بھر دیا۔ جب بی بی نورن داخل ہوئیں تو ان کی بھی وہی کیفیت ہوئی جو حضور قبلہؒ کی ان کے گھر پر ہوئی تھی۔ سبحان اللہ، یہ اللہ والے اہل کمال اس قسم کی ظاہری اور باطنی دعوتیں کیا کرتے تھے۔

(۳) اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ ہے، یہ واقعہ مولوی فضل کریم نے بیان کیا تھا۔ مولوی صاحب حضرت تاج الاولیاءؒ کے خلیفہ تھے مولوی صاحب کا بیان تھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت نیاز بے نیازؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر غلامی کے حلقے میں داخل ہوا۔ اس کی استعداد (باطنی پہنچ) اور صلاحیت کی حضور قبلہؒ نے تعریف فرمائی۔ جب یہ بات حضرت بی بی شاہ غریب نواز نے سنی تو آپ نے حضور قبلہؒ سے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پاس ایک طالب آیا ہے جس کی استعداد بہت بڑھی ہوئی ہے۔ ہم اس کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ حضور قبلہ نے فرمایا کہ حاضر ہے۔ حضرت بی بی صاحبہ نے خادمہ سے فرمایا کھچڑی دھو کر دیگچی میں ڈال کر لاؤ۔ جب حکم کے مطابق کھچڑی دیگچی میں لائی گئی تو حضرت بی بی صاحبہ نے اپنی نظر کی گرمی سے اس کھچڑی کو پکایا اور ایک رکابی میں تین نوالے کھچڑی کے رکھ کر حضور قبلہؒ کو دیئے کہ

اس طالب کو کھلا دو۔ حضور قبلہؒ رکابی لے کر اس شخص کے پاس تشریف لے گئے۔ تین نوالے کھچڑی کے دیکھ کر اس نے دل میں سوچا کہ بھلا ان تین نوالوں سے میرا کیا بھلا ہوگا۔ اس نے ایک نوالا کھایا تو ایسی کیفیت ہوئی کہ دوسرا نوالہ کھانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ حضور قبلہ رکابی لے کر والدہ صاحبہ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا ''کیا اسی استعداد کی تم تعریف کیا کرتے تھے؟ یہ تو ایک نوالہ بھی برداشت نہیں کر پایا۔'' پھر انھوں نے حضور قبلہ سے فرمایا کہ ''باقی دونوں نوالے تم کھالو۔'' آپ نے دونوں نوالے کھا لئے اور کچھ نہ ہوا۔ اس سے حضور قبلہ کے مرتبے اور ظرف کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۴) حضرت بی بی شاہ غریب نواز کے تصرفات کی ایک ادنیٰ سی کرامت ہے جو منشی ارشاد علی نے بیان کی۔ منشی صاحب بریلی کے رہنے والے تھے اور پیشے سے خوش نویس تھے۔ انھوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ یہ اس زمانے کی بات ہے جب ان کے تمام گھر والے خاندان نیازیہ کی غلامی میں آچکے تھے لیکن ابھی منشی صاحب مرید نہیں ہوئے تھے۔ ایک رات انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے گھر میں کوئی تقریب ہے اور وہ سواری لے کر حضرت بی بی شاہ غریب نواز کے در دولت پر حاضر ہوئے ہیں۔ بی بی صاحبہ سواری میں بیٹھ کر ان کے گھر آ رہی تھیں اور یہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص ملا جو بری طرح چیخ چلا رہا تھا۔ حضرت بی بی صاحبہ نے اس کے چلانے کی وجہ معلوم کی تو پتہ چلا کہ اس کے آدھے سر میں سخت درد ہے اور کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اپنے سر میں ............ گھس کر لگائے۔ انھوں نے اس شخص تک آپ کا پیغام پہنچا دیا اور سواری کے ساتھ بی بی صاحبہ کو اپنے گھر لے کر آئے۔ اس خواب کے کچھ دن بعد خود منشی ارشاد

علی کے سر میں اسی طرح کا درد اٹھا۔ بہت سے حکیم ڈاکٹروں کا علاج کیا، لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ تب ان کو اپنا خواب یاد آیا۔ حضرت غریب نواز نے جو دوا بتائی تھی اسے گھس کر سر پر لگایا اور درد جاتا رہا۔ اس کے بعد جب کسی کے سر میں آدھے سر کا درد اٹھتا، منشی صاحب وہی دوا بتاتے اور فائدہ ہو جاتا۔ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے خاندانی حکیم کے سامنے اس دوا کا ذکر کیا تو حکیم صاحب نے کہا کہ یہ تو کوئی طبی علاج ہے ہی نہیں۔ یہ حضرت بی بی شاہ غریب نواز کا صرف تصرف تھا۔

حضرت بی بی شاہ غریب نواز کے تصرف اور کرامات لاتعداد ہیں جن کے بیان کے لیے ایک پوری کتاب درکار ہے یہاں صرف آپ کی حیات طیبہ کا مختصر جائزہ ہی مطلوب ہے کیونکہ یہ کتاب دراصل آپ کے پوتے حضرت تاج الاولیاؒ کا تذکرہ ہے اس لیے صرف اور صرف چند واقعات تبرکاً شامل کیے گئے ہیں۔

آخر عمر میں حضرت بی بی صاحبہ نے اناج کے قسم کی کوئی بھی غذا بالکل چھوڑ دی تھی۔ چوبیس گھنٹوں میں صرف دو تولہ بالائی آپ کی کل غذا تھی۔ اس وقت حکیموں نے کہا کہ بغیر اناج کے آدمی کی زندگی ممکن نہیں ہے۔ آپ کو اناج کی قسم سے کوئی غذا دینی بے حد ضروری ہے۔ پہلے دن گیہوں کا ایک دانہ ابال کر اور گھس کر بالائی میں ملا کر آپ کو دیا گیا تو آپ نے اپنے صاحب زادے حضور قبلہ نیازؔ بے نیاز کو بلا کر فرمایا کہ "ہم کو کوئی چیز ایسی دی گئی ہے جس سے ہمارے کوٹھے (جسم کے اندر) میں اندھیرا پیدا ہو گیا ہے۔ یہ کام مناسب نہیں ہے۔" لیکن حکیموں نے کہا کہ کیونکہ تین سال بعد آپ کو گیہوں کا ایک دانہ دیا گیا ہے اس وجہ حضور کو گرانی (بھاری پن) محسوس ہو رہا ہے۔ دو چار روز بعد عادت ہو جائے گی پھر یہ بات محسوس نہیں ہو گی۔ حکیموں کے کہنے پر دوسرے دن دو دانے اور تیسرے دن تین دانے اسی طرح ابال

کر اور گھس کر دیئے گئے ۔آپ نے پھر حضرت نیازؒ بے نیازؒ کو بلایا اور فرمایا کہ منع کرنے کے باوجود کچھ خیال نہیں کیا گیا اور ہمارا کوٹھا خراب کیا گیا۔ شاید ہمارا رہنا تم لوگوں کو پسند نہیں ۔اچھا ہمارے لئے بندوبست کرو ہم جاتے ہیں ۔'' حضور قبلہ نے بہت منت سماجت کی لیکن آپ نے قبول نہیں کی ۔آخر ۶ ربیع الاول کو انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک بریلی شریف میں محلّہ خواجہ قطب مسجد کے قریب ہے اور خلقت زیارت کے لیے تمنائی رہتی ہے۔

# حضور قبلہ حضرت نیاز بے نیاز کے مختصر حالات

حضرت نیاز احمدؒ صاحب قبلہ کی پیدائش سرہند شہر میں ہوئی۔ آپ کا نام نامی راز احمد رکھا گیا لیکن بعد میں آپ نیاز احمدؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اپنے والد کی طرف سے آپ علوی ہیں جبکہ والدہ محترمہ کی طرف سے رضوی سید ہیں۔ لیکن آپ ہمیشہ بوجہ ادب اپنے آپ کو سادات کا غلام کہتے رہے۔ آپ کم عمری میں والدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور یہیں قیام فرمایا۔

آپ کے خاندان کا یہ دستور تھا کہ جب کسی بچے کا مکتب (بسم اللہ) ہوتا تھا جو خاندان کا بزرگ ہوتا تھا یا جو اس وقت کامل شیخ سمجھا جاتا تھا وہ تبرکاً بچے کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا تھا۔ چنانچہ جب حضور قبلہ کا مکتب ہوا تو آپ کے نانا مولانا سعد الدین رضویؒ نے آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ حالانکہ ان کی صاحب زادی اور آپؒ کی والدہ حضرت بی بی غریب نواز کو یہ بات پسند نہیں آئی لیکن آپ خاموش رہیں آپ کے نانا مولانا سعد الدینؒ رضوی بڑے پائے کے بزرگ کامل تھے۔ آپ حضرت شاہِ شاہان شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے خلیفہ اور حضرت مولانا فخر الدین محمد دہلویؒ

کے پیرومرشد تھے۔آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی شاہ غریب نواز نے چند ماہ کی عمر سے ہی آپ کی باطنی تعلیم وتربیت شروع کردی تھی۔جیسا کہ حضور قبلہ نے اپنے ایک شعر میں بیان فرمایا ہے۔

شیر مادر تھا یا شراب کہن
جس کا ہے یہ خمار آنکھوں میں

حضرت قبلہ کی عمر شریف ساڑھے چار ماہ تھی جب آپ کی والدہ ماجدہ نے عالم مثال میں (خواب میں) حضرت خاتون جنتؓ کی زیارت کی۔

حضرت بی بی غریب نواز نے آپ کو حضرت خاتون جنتؓ کے قدموں میں ڈال دیا۔جناب سیدہؓ نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرااور فرمایا''یہ ہمارا بچہ ہے۔''

(۱)اس روایت کی تصدیق بعد میں ایک اور واقعے سے ہوجاتی ہے۔یہ واقعہ غوثی شاہ نامی ایک مجذوب سے وابستہ ہے اور اس واقعہ کے چشم دید گواہ مخدوم عبدالشہید صاحب ہیں جو حضرت قبلہ نیاز بے نیاز کے خلیفہ تھے۔واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ مخدوم جی نے حضور قبلہؒ کی خدمت میں رہ کر جب علم باطنی کی تعلیم مکمل کرلی تو حضرتؒ نے انہیں ولایت یارقند جانے کا حکم دیا۔مخدوم جی اپنے دو تین ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار روانہ ہوئے۔گرمی بہت شدید تھی اور سورج کی گرم کرنیں ماحول کو ناقابل برداشت بنارہی تھیں۔مخدوم جی جب ملتان پہنچے تو گرمی سے بے حال تھے۔شدت سے پیاس لگی تھی۔شہر کے باہر ایک درخت کے سائے میں ستانے کو رکے۔اس درخت کے سامنے ذرا ہی دور پر ایک ٹیکری تھی اس پر ایک مکان بنا ہوا تھا، جس پر پھونس کی چھت پڑی تھی۔مکان کے سامنے ایک بزرگ آنکھیں بند کیے عبادت میں غرق تھے۔پاس ہی ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا رکھا تھا۔مخدوم صاحب

ٹیکری پر گئے اور ان بزرگ صورت شخص کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ بزرگ نے آنکھیں کھولیں تو مخدوم جی نے عرض کی کہ میں مسافر ہوں اور بہت پیاسا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو پانی پی لوں۔ بزرگ نے اجازت دے دی۔ مخدوم جی نے کٹورہ بھر کر پانی پیا پھر کٹورہ دھو کر گھڑے پر رکھ دیا۔ بزرگ کو مخدوم جی کا یہ ادب اور سلیقہ پسند آیا۔ باطن کی نظر سے اندر کا حال دیکھا تو معلوم ہوا کہ باطنی تعلیم میں کامل ہیں۔ انھوں نے مخدوم جی کو پاس بلایا اور کہا کہ ہم نے تجھے اپنا بیٹا بنا لیا۔ مخدوم جی نے کہا کہ میں تو ایک صاحب کا غلام ہوں اب آپ کا بیٹا بننے کا اختیار نہیں رکھتا۔ بزرگ مجذوب نے پھر کہا کہ ہم نے تجھے اپنا بیٹا بنا لیا۔ مخدوم جی نے پھر وہی جواب دیا۔ مجذوب صاحب نے غصے کی ایک نظر ڈالی تو مخدوم جی کے جسم کے ہر بال سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ انہیں بہت سخت تکلیف ہوئی لیکن انھوں نے پھر بھی کہا ''اس سے کیا ہوتا ہے۔ جن کا غلام ہو چکا ہوں، ایسی ہزار جانیں ان پر سے قربان ہیں''۔ مجذوب صاحب نے اپنا ڈنڈا اٹھایا اور کہا ''لے جن کو تو کہتا ہے میں ان ہی کو تمام کیے دیتا ہوں۔'' مخدوم جی پر غفلت طاری ہو گئی اور اس حالت میں انھوں نے دیکھا کہ حضور قبلہ پلنگ پر لیٹے ہیں اور مردہ ہیں اور بی بی صاحبہ حضور کے سرہانے کھڑی رو رہی ہیں۔ مخدوم جی کو ہوش آیا تو وہ اسی حالت میں فوراً ٹیکری سے اترے اور سوار ہو کر ساتھیوں کے ساتھ بریلی شریف کے لیے روانہ ہو گئے۔ دن رات لگا تار سفر میں رہے اور بریلی شریف پہنچے۔ دوپہر کے وقت خانقاہ شریف پہنچے۔ لوگوں نے بتایا کہ حضور قبلہؒ ابھی آرام کرنے مکان میں تشریف لے گئے ہیں۔ مخدوم جی نے اطلاع کروائی اور خیریت پوچھی۔ حضور قبلہؒ مکان سے باہر تشریف لائے تبسم کیا اور فرمایا ''خانقاہ میں ٹھہرو۔'' ظہر کے بعد حضور قبلہؒ مکان سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس روز دوپہر کو

میں پلنگ پر اس نیند میں سو رہا تھا جسے لوگ سونا کہتے ہیں۔ کھٹکا ہوا تو میں نے دیکھا کہ برابر جو تخت بچھا ہوا تھا اس پر حضرت بی بی غریب نواز تشریف فرما ہیں اور ہاتھ میں جوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''میاں تم آرام کرو، غوثی شاہ بدتمیز تھا اس کو مار بھگایا۔'' پھر حضور قبلہ نے مخدوم جی پر توجہ فرمائی جسم میں جو جلن تھی وہ آدھی سے بھی کم رہ گئی۔ مخدوم جی نے عرض کیا ''حضور ابھی مکمل آرام نہیں ملا ہے۔''

آپؒ نے فرمایا ''باقی کی سوزش (جلن) وہاں پہنچنے کے بعد جو عمل کیا جائے گا اس کے بعد ٹھیک ہو جائے گی۔ مخدوم جی فوراً ہی روانہ ہو گئے۔ جب شہر ملتان میں داخل ہوئے اور اس ٹیکری کے سامنے پہنچے جس پر غوثی شاہ کا جھونپڑا تھا، اور غوثی شاہ پر نظر پڑی تو مخدوم جی کے جسم کی سوزش پھر اتنی ہی بڑھ گئی جتنی کہ بریلی شریف جانے سے پہلے تھی۔

مخدوم جی نے ٹیکرے کے سامنے زمین پر ایک صورت بنائی اور غوثی شاہ سے کہا ''دیکھو یہ تمہاری صورت ہے پھر اس کے اوپر جوتے لگانے شروع کئے۔ غوثی شاہ کو غصہ آگیا، انھوں نے ڈنڈا سنبھالا۔ وہ جتنی تیز نگاہ مخدوم جی پر ڈالتے اور ڈنڈا زمین پر مارتے مخدوم جی کی تکلیف اتنی ہی کم ہوتی جاتی۔ یہاں تک کہ جلن بالکل ختم ہوگئی۔ پھر مخدوم جی کو نیند آنی شروع ہوئی اور وہ بالکل غافل ہو گئے۔ اسی عالم میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا میدان ہے۔ ایک طرف بہت سے تخت بچھے ہیں۔ پھر لوگ آنے شروع ہوئے۔ جو لوگ اعلیٰ لباس میں سر پر دستار (پگڑی) پہنے ہوئے تھے وہ تختوں پر اپنے اپنے مرتبے کے مطابق آکر بیٹھ گئے جو مجذوب تھے ان میں بعض ننگے تھے اور بعض نے کچھ کپڑے پہن رکھے تھے وہ زمین پر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اچانک پورا جنگل روشن ہو گیا اور آسمان سے ایک سفید روشنی ظاہر ہوئی اور وہ آکر تخت پر

ٹھہری۔انھوں نے دیکھا کہ تخت پر جناب مولائے کائنات حضرت علیؑ بیٹھے ہیں اور اسی تخت کے ایک کنارے پر حضور قبلہؒ کھڑے مور چھل ہاتھ میں لئے پنکھا جھل رہے ہیں۔اسی وقت دو حضرات آئے اور مخدوم جی کو ہاتھ پکڑ کر وہاں لائے۔مخدوم جی کا سر جناب مولاؑ کے تخت سے لگا دیا۔جناب مولائے کائنات نے فرمایا''کہاں ہے غوثی شاہ! اس کو بلاؤ۔غوثی شاہ حاضر کئے گئے۔وہ تخت کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔مولائے کائنات نے غصے کی نظر سے انہیں دیکھا اور فرمایا''کیوں بدتمیز، یہ کیا حرکت تھی۔ تجھے معلوم نہیں کہ ہم نے ان کو (حضرت نیازؒ بے نیاز کو) اپنا بیٹا بنایا ہے۔''غوثی شاہ کانپ رہے تھے اور کچھ بول نہیں پا رہے تھے۔جناب مولاؑ نے فرمایا ''آئندہ ایسی حرکت کی تو سخت سزا دی جائے گی۔'' پھر ہاتھ بڑھایا اور مخدوم جی کا ہاتھ حضور قبلہؒ کے ہاتھ میں دے دیا۔مولائے کائنات نے تمام مجمعے سے مخاطب ہو کر فرمایا،''ہم نے ان کو اپنا بیٹا بنایا ہے۔اگر آئندہ کسی نے کوئی حرکت کی تو سخت سزا دی جائے گی۔''تمام مجمع ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور وہ تخت بلند ہو کر آسمان میں چلا گیا۔

مخدوم جی ہوش میں آئے تو انھوں نے پھر تصویر پر جوتا لگایا۔غوثی شاہ چلائے''اب تو فیصلہ ہو گیا پھر یہ حرکت کیسی؟'' مخدوم جی نے کہا مجھے''شیخ نے عمل کرنے کو کہا ہے روکنے کو نہیں کہا تھا۔اسی وقت حضرت نیاز بے نیاز کی زیارت ہوئی۔آپ نے مخدوم جی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔''بس کر دو اور اپنے ملک کو جاؤ۔''مخدوم جی پھر ٹیکری پر گئے۔غوثی شاہ کی دست بوسی کی اور کہا''میں فقیروں کا پہلے بھی خادم تھا اب بھی ہوں، مگر مجبور ہوں کہ پہلے کسی کا غلام ہو چکا ہوں'' پھر وہ اپنے ملک کے لیے روانہ ہو گئے۔کابل کے دروازے پر ایک مجذوب ملے انھوں نے کہا''شاباش، خوب بیٹے کا ہاتھ باپ کے ہاتھ میں دیا''۔آگے ایک اور مجذوب ملے انھوں نے بھی یہی کہا۔

اس روایت سے اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے جب حضور قبلہ کے بچپن میں حضرت بی بی خاتون جنت نے خواب میں بشارت دی تھی کہ ''یہ ہمارا بچہ ہے''۔

(۵) حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے خلیفاؤں میں ایک خلیفہ حضرت شاہِ شاہان شاہ نظام الدین اورنگ آبادی بھی تھے جو آپ کے صاحب سجادہ بھی تھے۔ ان کے صاحب زادے اور خلیفہ مولانا فخر الدینؒ ہیں۔ حضرت نظام الدینؒ اورنگ کے علاوہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کے دوسرے خلیفہ مولانا سعید الدین رضویؒ ہیں جو حضرت بی بی شاہ غریب نواز کے والد اور حضور قبلہؒ کے نانا تھے۔ جب حضرت فخر الدینؒ نے اپنے والد محترم سے تمام ظاہری و باطنی تعلیم حاصل کر لی تو آپ کے والد محترم حضرت نظام اورنگ آبادیؒ نے ان سے فرمایا کہ ''میاں تمہاری کچھ امانت مولانا سعید الدینؒ سرہندی کے پاس ہے۔ جاؤ اور دہلی جاکر ان سے اپنی امانت حاصل کرو۔'' چنانچہ مولانا فخر پاکؒ دہلی تشریف لائے اور لگ بھگ دو یا تین برس مولانا سعید الدینؒ کی خدمت میں رہے اور اپنی باطنی امانت حاصل کی۔

حضرت مولانا فخر پاکؒ نے کیونکہ مولانا سعید الدینؒ سے باطنی فیض حاصل کیا تھا اس لئے وہ حضرت بی بی غریب نواز کو اپنی مرشد زادی سمجھ کر ان کا احترام کرتے تھے اور ہر جمعرات کو ان کے دروازے پر حاضری دیتے تھے۔ ان کی دہلیز (چوکھٹ) کو ہاتھ لگاتے اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے پھر حضرت بی بی شاہ غریب نوازؒ کو سلام کہلوا بھیجتے۔

حسب معمول ایک دن جب حضرت مولانا فخر الدینؒ تشریف لائے تو بی بی شاہ غریب نوازؒ نے ان سے کہلوایا کہ ''آپ میرے اس بچے کو اپنی تعلیم میں لیجئے اور اس کو تعلیم فرمایئے''۔ مرشد زادی کے حکم کے مطابق مولانا فخر پاک نے حضور قبلہؒ کی

تعلیم وتربیت فرمائی لیکن بیعت نہیں کیا۔ جب حضرت قبلہؒ نے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا ''میاں تمہارے مکتب کے وقت تمہارے ہاتھ پر تمہارے نانا مولانا سعید الدینؒ نے ہاتھ رکھا تھا۔ وہ میرے مرشد ہیں میں ان کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔'' حضور قبلہ نے عرض کیا کہ ''وہ ہاتھ رکھنا میرے بچپن کا واقعہ ہے اور اس کی کوئی سند بھی نہیں ہے۔'' مولانا نے فرمایا کہ ''جب شیخ نے قبول کرلیا تو یہی سند ہے۔'' حضور قبلہؒ نے فرمایا کہ بغیر بیعت کے فیض نہیں ہوسکتا۔ اگر بیعت نہیں کرتے تو میں رخصت ہوتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ میری تقدیر میں آپ سے فیض حاصل کرنا نہیں تھا۔'' جب مولانا فخر پاکؒ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ ''میاں بیعت طالبی اختیار کرو''۔ چنانچہ مولانا نے حضور قبلہؒ کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا بلکہ اپنا دامن پکڑا کر بیعت فرمائی اور اس بیعت کا نام بیعت طالبی رکھا۔ اس کے بعد باطنی تعلیم شروع کی۔ لیکن اپنے مرشد کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے مولانا نے حضور قبلہؒ کو کبھی اپنا مرید یا خلیفہ نہیں کہا۔ صاحب زادہ سمجھ کر ہمیشہ ''میاں'' کہہ کر مخاطب کیا۔ لیکن تمام باطنی علوم اور تعلیم مکمل فرمائی۔ جب حضور قبلہؒ کو بریلی جانے کا حکم دیا تو اپنی مسند اور تکیہ جو کھجور کے ریشوں کا بنا ہوا تھا عطا کیا۔ اپنے سر سے دستار اتار کر حضور قبلہؒ کو پہنائی اور آپ کو اپنا مسند نشین مقرر فرمایا۔ یہ تبرکات آج بھی خانقاہِ نیازیہ میں اس طرح موجود ہیں۔ اور خاص موقعوں پر ان کی زیارت کروائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دو روپیہ روز خرچ کے لیے عطا فرمائے جو آپ کو ہمیشہ ملتے رہے۔ حضور قبلہؒ نے اصرار کر کے مولانا کا حقہ بھرنے کی خدمت اپنے ذمہ لی تھی اور کسی دوسرے کو یہ خدمت انجام نہیں دینے دی۔

(۳) مرزا مظہر جانِ جاناں اردو ادب کے مشہور کلاسیکی غزل گو شاعر ہونے

کے علاوہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کے بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ دہلی میں حضور قبلہ کی نوعمری کے زمانے میں ان کی شہرت صوفی بزرگ کے طور پر ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ مرزا صاحب کے سامنے کسی نے تذکرہ کیا کہ ایک صاحب زادے ایسے ہوئے ہیں کہ اکثر لوگ ان کی نگاہ کی تاب نہیں لا سکتے۔ یہ سن کر مرزا صاحب نے کہا کہ ''برسات میں ایسے پودے بہت سے ہوتے ہیں جن کے پتے چکنے اور وہ ہونہار معلوم ہوتے ہیں مگر آخر کو درخت تو ایک ہی دو بنتے ہیں باقی سب جاتے رہتے ہیں۔'' اس بات کا ذکر کسی نے مولانا فخر پاکؒ کے سامنے کیا۔ آپ کو ناگوار گزرا۔ آپ نے فرمایا ''یہ وہ پودا نہیں ہے جو جاتا رہے۔'' آپ نے حضور قبلہ کو حکم دیا ''میاں شجرے کے شروع میں یہ آیت شامل کی جائے "اصلها ثابت و فرعها فی السماء"۔ حضرت نیازؔ بے نیاز کے لیے شیخ کی طرف سے یہ خاص عطیہ ہے جو سوائے خاندانِ نیازیہ کے شجروں کے مولانا فخرِ پاک کے دوسرے خلفاء کے شجروں میں بھی لکھنے کا حکم نہیں ہے۔ دوسرے خاندان کے لیے اگر اپنے شجروں میں اس آیت کو لکھتے ہیں تو وہ ناجائز ہے۔ اس عطیہ کے بعد حضور قبلہؒ پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ جب کیفیت میں کمی ہوئی تو آپ کی زبانِ مبارک پر یہ شعر تھا۔

امشب آنست کہ زد حلقہ جہاں بر در ما
نیرِ نورِ خدا کرد طلوع از برما

اسی زمانے میں دہلی میں کسی جگہ عرس کی محفل میں اتفاق سے مرزا مظہر جانِ جاناں اور مولانا فخر پاکؒ دونوں شریک تھے۔ عرس ختم ہونے کے بعد حضرت نیازؔ بے نیاز نے مولانا فخر پاک سے عرض کیا اگر مناسب ہو اور اجازت ہو تو مرزا صاحب کو کل والی غزل دکھا دی جائے۔ مولانا نے فرمایا ''بہت مناسب ہے لیکن میاں اپنی زبان

سے سنا کر آنا'' چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے پاس گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ مرزا صاحب بہت اخلاق سے پیش آئے۔ حضور قبلہ نے عرض کیا ''کل میری زبان سے کچھ شعر نکلے تھے اگر اجازت ہو تو بہ نظر اصلاح سنانا چاہتا ہوں۔ مرزا صاحب کی اجازت پا کر حضور قبلہؒ نے شعر سنایا۔ پہلا مصرعہ ؏

امشب آنست کہ زد حلقہ جہاں بردرِ ما

سن کر مرزا صاحب کا سر اتنا جھکا کہ زمین تک پہنچ گیا۔ جب ذرا سنبھلے تو حضور قبلہ نے دوسرا مصرعہ پیش کیا ؏

نیر نورِ خدا کرد طلوع از بردرِ ما

پھر دوبارہ مرزا صاحب کا سر زمین تک جھک آیا۔ غرض ہر ہر شعر پر مرزا صاحب کو کیفیت ہوئی اور بے خودی طاری ہوگئی۔ جب غزل ختم ہوئی تو مرزا صاحب کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے ''میاں صاحب زادے کیا کہنا ہے، بہت خوب۔ تمہارے بارے میں جو میرا خیال تھا اور جو الفاظ میری زبان سے ادا ہوئے وہ سراسر غلط تھے۔ آپ معاف کریں۔'' پھر کہا کہ ''غزل کا پرچہ مجھے دے دیں میں گھر جا کر اطمینان سے دیکھوں گا۔'' حضور قبلہؒ نے پرچہ انہیں دے دیا۔ وہاں سے رخصت ہو کر جب حضور قبلہؒ مولانا فخر پاک کی خدمت میں آئے تو مولانا نے بہت شاباشی دی اور بہت خوش ہوئے۔ دوسرے دن مرزا صاحب نے غزل کا پرچہ واپس بھیجا۔ ہر مصرعے اور ہر شعر پر ص بنا ہوا تھا (یعنی اصلاح کی گنجائش نہیں تھی)۔

(۴) مکتب کے بعد حضور قبلہ نیاز احمد صاحبؒ کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور صرف پندرہ سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم ظاہر کی تعلیم مکمل کر لی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد استاد دستار بندی کرتے تھے۔ لیکن آپ کے استاد نے جب دستار بندی کرنی

CamScanner

چاہی تو آپ نے شہر کے تمام عالموں کی تین دن تک دعوت اور ان سب سے کہا کہ آپ لوگ ہر علم اور ہر فن کے بارے میں مجھ سے سوالات کریں۔ اگر میں سب سوالات کے صحیح جواب دے دوں تب ہی میری دستار بندی کی جائے ورنہ نہیں۔ کچھ لوگوں کو یہ بات پسند آئی اور کچھ کو نہیں آئی۔ چنانچہ تین دن تک سب ہی عالموں نے ہر علم اور ہر فن پر آپ سے سوال کئے اور آپ نے سب سوالوں کے اطمینان بخش جواب دیئے۔ جب آپ اس امتحان میں بھی پورے اترے تو سب عالموں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ایسے محترم شخص جن کی قابلیت ایسی ہو کہ انہیں ہر علم وفن میں مہارت ہو، بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں پھر سب ہی علماء نے مل کر استاد کے ساتھ آپ کی دستار بندی کی رسم ادا کی اور آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور مٹھائی تقسیم کی گئی۔

(۵) ظاہری تعلیم کے ساتھ آپ کی باطنی تعلیم کا سلسلہ بھی والدہ محترمہ کے زیر تربیت چلتا رہا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے جب آپ کی عمر شریف سات سال کی تھی۔ ایک دن آپ خادم کے ساتھ مدرسے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک نہایت ہی حسین وجمیل طوائف پر آپ کی نظر پڑی تو آپ کو غش آگیا (چکرا کر گر پڑے) خادم نے آپ کو مدرسے پہنچایا۔ اس دن سے آپ کا رنگ زرد رہنے لگا آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ حضرت بی بی غریب نواز نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو خادم کو بلا کر حال پوچھا۔ خادم نے سارا واقعہ بیان کیا۔ بی بی صاحبہ نے اس طوائف کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئی تو آپ نے اس سے کہا ''مبارک ہو میرا بچہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے۔ میں بچے کو بلواتی ہوں جب وہ آئے تو اس کو گود میں لے لینا''، جب حضور قبلہ تشریف لائے اور آپ کی نظر اس پر پڑی تو آپ پر پھر غشی طاری ہو گئی۔ حکم کے مطابق اس طوائف نے آپ کو گود میں لے لیا۔ حضرت بی بی غریب نوازؒ نے کچھ دیر توجہ فرمائی۔ پھر غشی

CamScanner

(بے ہوشی) دور ہوگئی اور اس کی صورت بھی آپ کے ذہن سے مٹ گئی۔ بی بی صاحبہؒ نے طوائف سے کہا ''جا چلی جا''۔ وہ طوائف اس واقعے سے اتنی متاثر ہوئی کہ اپنے پیشے سے توبہ کر لی۔

(معرفت کی یہ دلیل اول منزل تھی۔ حضور قبلہ کو اس طوائف کی خوبصورتی میں باری تعالیٰ کے حسن کی جھلک نظر آئی اور آپ بے خود ہو گئے۔ والدہ محترمہ نے اس عشق کا رخ صحیح جانب موڑ دیا) سبحان اللہ جیسی والدہ ایسے ہی صاحب زادے۔

(۶) جب دہلی میں حضرت قبلہ نیاز احمد صاحبؒ کے کمال اور مرتبے کی شہرت پھیلنے لگی تو کچھ حسد کرنے والوں نے یہ مشہور کر دیا کہ ان کو کسی سے بیعت ہی نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور قبلہؒ بہت افسردہ ہوئے، کئی دن کے بعد جب آپ حضرت مولانا فخر پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صبح کا وقت تھا اور تمام مریدین قدم بوسی کے لیے حاضر تھے۔ مولانا نے حضور قبلہؒ کی طرف دیکھ کر فرمایا ''میاں آج رات میں نے پیرانِ پیر حضرت بڑے پیر صاحب (غوث الاعظم) کی زیارت کی۔ آپؓ نے تمہاری بیعت اپنے ہاتھ پر قبول فرمائی اور مجھ کو ایک صورت دکھائی گئی اور فرمایا کہ اپنی خاص اولادوں میں سے ایک کو میں بھیجتا ہوں۔ بظاہر ان کے ہاتھ پر بیعت مکمل کروا دینا۔ یہ سن کر حضور قبلہؒ نے مولانا فخر پاک کی قدمبوسی کی۔ اس بات کو چھ ماہ گزرے ہوں گے کہ ایک دن مولانا فخر پاکؒ نے حضور قبلہؒ سے صبح فرمایا کہ میاں حضرت بڑے پیر صاحب فرماتے ہیں ہم نے اپنے بیٹے کو بھیجا ہے۔ انہیں دہلی پہنچے تین دن ہو چکے ہیں اور تم ان کی آمد سے بے خبر ہو۔'' مولانا نے یہ فرما کر لوگوں کو تلاش میں بھیجا۔ ایک صاحب نے آ کر اطلاع دی کہ بغداد شریف کے رہنے والے ایک صاحب جامع مسجد میں ملے ہیں۔ ان کا حلیہ وہی تھا جو مولانا کو خواب میں دکھایا گیا تھا۔ مولاناؒ نے یہ سن

CamScanner

کر مٹھائی منگوائی اور مٹھائی کو ایک تھال میں سجا کر اپنے سر پر رکھا اور حضور قبلہؒ کو لے کر جامع مسجد پہنچے تو دیکھا کہ مسجد کے بیچ کے در میں جو صاحب بیٹھے ہوئے ہیں وہ ہو بہو وہی ہیں جن کی صورت بڑے پیر صاحبؒ نے دکھائی تھی۔ان بزرگ کا نام سید عبداللہ بغدادی تھا۔حضور قبلہ نیاز بے نیازؒ کو دیکھتے ہی ان بزرگ نے فرمایا انہیں کی صورت مجھے دکھائی گئی تھی اور انہیں کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے۔اس گفتگو کے بعد مولانا فخر پاکؒ نے مٹھائی کا خوان سر سے اتار کر بغدادی صاحبؒ کے سامنے رکھا اور آپ نے وہیں مسجد کے محراب میں دو رکعت ادا کی اور دعا کے بعد حضور قبلہؒ نیاز بے نیاز کی بیعت فرمائی۔ ہر قسم کی تعلیم اور تلقین عطا فرمائی۔شغل و اشغال عطا فرمائے اور عربی زبان میں خلافت نامہ لکھ کر دیا جس پر پانچ مہریں لگی ہوئی تھیں۔اپنی دستار اور کچھ تبرکات بھی عطا فرمائے اور اپنی صاحب زادی کا نکاح حضور قبلہؒ سے کر دیا۔آپ کی یہ صاحبزادی جو حضرت نیاز بے نیاز کی پہلی بیوی تھیں ، چند سال بعد ہی انتقال فرما گئیں۔ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بعد میں حضور قبلہؒ نے دوسری شادی کی۔ان بی بی صاحبہ سے آپ کے یہاں تین اولادیں ہوئیں۔ دو صاحب زادے اور ایک صاحب زادی۔صاحب زادی کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا۔ بڑے صاحب زادے شاہ نظام الدینؒ صاحب ( تاج الاولیا) اور چھوٹے صاحب زادے نصیر الدین حسین صاحب تھے،جن سے سلسلہ نیازیہ کا فیض جاری ہوا۔

سوانح فرزند غوث الاعظم حضرت سیدنا عبداللہ شاہ بغدادی

# حیاتِ شاہ بغدادی علیہ الرحمہ

# حضرت سید عبداللہ بغدادیؒ کے مختصر حالات

حضرت سید عبداللہ بغدادیؒ کو حضرت غوث الاعظم نے خاص طور پر حضرت قبلہ نیاز بے نیازؒ کے لیے ہندوستان بھیجا۔ چنانچہ حضور قبلہؒ کی بیعت وخلافت اور اپنی صاحب زادی سے ان کے نکاح کے فرائض سے سبک دوش ہونے کے بعد آپ نے کچھ دن دہلی میں قیام کیا۔ اسی دوران رام پور کے نواب فیض اللہ خاں صاحب آپ کے معتقد اور مرید ہو گئے اور آپ کو اصرار کے ساتھ رام پور لے آئے۔ رامپور میں سید بغدادی صاحبؒ نے ایک عالیشان مسجد اور خانقاہ تعمیر کروائی اور رہائش کے لیے مکانات تیار کروائے۔ نواب صاحب نے بے حد اصرار کیا کہ اس تعمیر کا خرچ وہ اٹھائیں، لیکن سید صاحبؒ نے قبول نہیں کیا۔ تعمیر کے دوران جب خرچ کے لیے پیسے کی ضرورت ہوتی تو آپ جس جائے نماز پر تشریف رکھتے تھے، اس کا کناہ پلٹتے اور نیچے سے نکال کر پیسہ دے دیا کرتے۔ ایک دن ایک مزدور نے سوچا کہ سید صاحب کا سارا روپیہ اسی مصلے (جائے نماز) کے نیچے گڑا رہتا ہے۔ یہ سوچ کر اسی رات وہ چوری کرنے کی نیت سے گھر میں داخل ہوا اور اس جگہ کی کھدائی کی لیکن کچھ برآمد نہیں

ہوا۔ شرمندہ ہوکر اس نے زمین اسی طرح برابر کی اور چلا گیا۔ اگلے دن پھر سید صاحب نے اسی جگہ مصلّے پر تشریف رکھی اور اسی طرح مصلّے کے نیچے سے روپے نکال کر دیتے رہے۔ شام کو جب مزدوروں کو مزدوری دینے کا وقت ہوا تو سید صاحبؒ نے اس مزدور کو دوگنی مزدوری دی اور فرمایا ''ایک آج کے دن کی اور ایک رات کی مزدوری ہے'' یہ سن کر مزدور بے حد شرمندہ ہوا قدموں پر گر گیا اور قصور معاف کروایا۔

حضرت سید عبداللہ بغدادیؒ اپنے ساتھ بغداد شریف سے ایک قدم شریف لے کر آئے تھے۔ حضرت سید صاحبؒ کی وصیت کے مطابق وہ قدم آپ کے مزار مبارک پر بمقام رامپور نصب (لگا دیا گیا ہے) کر دیا گیا ہے۔

سید بغدادی صاحبؒ کا وصال ۱۴ محرم ۱۲۰۷ ہجری بمطابق ؟؟؟؟ عیسوی اتوار کے دن ہوا اور آپ نے اس دنیا سے پردہ فرمالیا۔

آپ نے مزار مبارک پر ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے اور دروازے پر فارسی میں یہ اشعار کھدے ہوئے ہیں۔ ان اشعار سے آپ کے وصال کی تاریخ نکلتی ہے۔

وہ اشعار یہ ہیں:

دریغا حسرتا قطب معظم
چراغِ دودمانِ غوث اعظم
گرامی گوہر دریائے پرنور
کہ نامش سید عبداللہ مشہور
بہ یک شنبہ دہ وچار محرم
بردل زد خیمہ از آفاق عالم

دریں غم باہزاراں آہ وحسرت
طلب کردم زدل تاریخ رحلت
بدل گفتہ سروش رحمت حق
جناں را روح پاکش داد ورونق
۱۲۰۷ہجری

## صوفی سلسلے جن سے حضرت نیاز بے نیازؒ کو فیض پہنچا

حضرت نیاز بے نیازؒ کو قادریہ سلسلے، سہروردیہ سلسلے، چشتیہ نظامیہ سلسلے، چشتیہ صابریہ سلسلے، اور نقشبندیہ قدیمہ سلسلے سے فیض پہنچا ہے۔ قادریہ سلسلے سے آپ کو پانچ واسطوں سے فیض پہنچا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) قادریہ سلسلہ: سید عبداللہ بغدادیؒ جس میں حضرت نیاز بے نیازؔ سے لے کر حضرت غوث پاک تک ۱۴/واسطے ہیں۔

(۲) قادریہ سلسلہ: سید محی الدین دیاسانیؒ بواسطہ والدہ محترمہ حضرت بی بی غریب نواز کے حضرت نیاز بے نیاز سے لے کر غوث پاکؒ تک ۱۷/واسطے ہیں۔

(۳) قادریہ سلسلہ: سید محی الدین دیاسانیؒ سے بواسطہ حضرت بی بی شاہ غریب نوازؒ اس میں حضرت نیاز بے نیاز سے لے کر حضرت غوث پاک تک ۱۸/ واسطے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ عنایت اللہ بغدادیؒ ہیں جن کی عمر شریف ۴۰۰ سال ہوئی۔

(۴) قادریہ سلسلہ: حضرت خواجہ حسن بصریؒ بواسطہ حضرت سید عبداللہ بغدادیؒ اس میں حضرت نیاز بے نیاز سے لے کر حضرت غوث پاک تک ۱۴ سلسلے ہیں۔

(۵) قادریہ سلسلہ: بواسطہ حضرت مولانا فخرالدین محمد دہلویؒ، جس میں حضرت قبلہؒ سے لے کر غوث پاک تک ۲۱ واسطے ہیں، یہ سلسلہ قادریہ سہروردیہ ہے جو شیخ ضیاالدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ سے شروع ہوا ہے۔

سلسلہ چشتیہ میں حضور قبلہؒ کو تین طرف سے فیض پہنچا ہے۔

(۱) چشتیہ نظامیہ بواسطہ حضرت مولانا فخرالدین محمد دہلویؒ، جس میں حضور قبلہؒ سے محبوب الٰہی حضرت سید نظام الدین تک ۱۳ واسطے ہیں۔

(۲) چشتیہ نظامیہ: بواسطہ مولانا سعیدالدین رضویؒ سرہندی، جس میں حضرت قبلہؒ سے محبوب الٰہیؒ تک ۱۷ واسطے ہیں۔

(۳) چشتیہ صابریہ: بواسطہ حاجی الحرمین حکیم الٰہی شاہ محمدؒ، جس میں حضور قبلہؒ سے لے کر حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمدؒ تک ۱۶ واسطے ہیں۔

نقشبندیہ قدیمہ سلسلے میں حضور قبلہؒ کو اپنے والد ماجد حکیم الٰہی شاہ رحمت اللہؒ سے فیض پہنچا، جس میں حضور قبلہؒ سے لے کر حضرت بہاء الدین نقشبندیؒ تک ۱۴ واسطے ہیں۔

# حضرت قبلہؒ کے خلفاء کا مختصر بیان

حضرت نیاز بے نیازؒ کے مرید اور خلفاء ہندوستان، سندھ، بخارا، کابل، مصر، روم اور شام وغیرہ میں بھی پھیلے ہوئے تھے ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد آٹھ نو ۹ لاکھ کے قریب تھی۔ بہت سے خلفاء غیرملکوں میں ایسے بسے کہ ان کا نام ونشان بھی نہیں معلوم۔ صرف کچھ ہی خلیفہ ایسے تھے جو خود بڑے پائے کہ بزرگ گزرے ہیں اور جن کا نام معلوم ہے۔ ان میں سے بعض بریلی شریف میں حاضر خدمت رہتے تھے اور دورانِ تعلیم شغل واشغال سے ان کی تربیت کی جاتی تھی۔ یہ طالب کس پائے کے بزرگ تھے اس کا اندازہ نیچے دیئے گئے کچھ واقعات سے ہوتا ہے۔

(ا) حضرت قبلہ نیاز بے نیاز کا اپنے خلفاء وطالبوں کے لیے یہ حکم تھا کہ وہ رات کے وقت شہر سے باہر جا کر ذکر کیا کریں۔ ایک دن ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی پاس کے باغ جا کر ذکر کر لیا جائے۔ چنانچہ ایک باغ میں جا کر ان حضرات نے تین دن تک ذکر کیا تو اس کے اثر سے باغ کی یہ حالت ہوئی کہ تمام درختوں کے پتے اور پھل سوکھ کر گرنے لگے۔ مالی

نے یہ حالت دیکھ کر باغ کے مالک سے کہا کہ خزاں (پت جھڑ) کا زمانہ بھی نہیں ہے مگر درختوں کے پتے اور پھل سب سوکھ گئے۔ مالک نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ بظاہر کوئی زمینی یا آسمانی وجہ تو نہیں معلوم البتہ دو تین روز سے میاں صاحب کی خانقاہ کے آدمی رات کو کچھ کوکو کا کرتے ہیں۔ باغ کا مالک حضور قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''آپ کے مریدوں نے میرا باغ اجاڑ دیا۔'' آپ کو خیال ہوا کہ طالبان نے شاید باغ سے پھل توڑے ہوں گے۔ جب باغ کے مالک نے سارا حال بیان کیا تو آپ نے خلفاء اور مریدین کو بلایا اور فرمایا کہ ''میں جو تمہیں ذکر کرنے کے لیے جنگل بھیجا کرتا ہوں تو کیا خانقاہ میں جگہ نہیں ہے جنگل بھیجنے کی وجہ یہ ہے کہ اس ذکر کے اثر سارا شہر ویران ہو جاتا۔ یہ مصلحت تھی تمہیں جنگل بھیجنے میں اور تم لوگوں نے ان کے باغ کو اجاڑ دیا آئندہ ایسی باتوں کی احتیاط ہونی چاہیے۔

اس واقعے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور قبلہؒ کے خلفاء کے ذکر میں کس درجے کی تاثیر تھی۔

(۲) ایک مرتبہ حضور قبلہؒ نے اپنے طلباء سے فرمایا ہے ''کوئی ایسا ہے کہ اس گیندے کے پودے کو اپنے خیال سے خشک کر دے؟'' شاہ جی شرف الدین نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں عمل کروں'' آپؒ کی اجازت پا کر انھوں نے اپنی توجہ سے اس پودے کو خشک کر دیا۔ دو ایک دن بعد آپؒ نے پھر طلبا سے فرمایا ''کوئی ایسا ہے جو اس سوکھے ہوئے درخت کو پھر سے ہرا کر دے''؟ مرزا اسد اللہ بیگ نے عرض کیا ''اجازت ہو تو میں عمل کروں؟'' آپ کی اجازت پا کر انھوں نے پودے کی طرف توجہ کی اور وہ سوکھا ہوا پودا پھر سے ہرا بھرا ہو گیا۔ ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو طالب آپ کی خدمت میں فیض حاصل کر رہے تھے ان کا یہ حال تھا تو جن کو

CamScanner

خلافت عطا ہو چکی تھی ان کا مرتبہ کیا ہوگا۔حضور قبلہ کے مریدین جو طلب علم دینی کے لیے خانقاہ شریف میں رہتے تھے ان کی ریاضت کا یہ حال تھا کہ یہ لوگ دن میں ایک بار کھانا کھاتے تھے اور رات کو صرف چائے پر گزارا کرتے تھے روزانہ اپنے شغل میں شام سے بیٹھتے اور صبح کر دیتے،حضور قبلہ کے وصال کے بعد حضرت تاج الاولیاؒ کے زمانے میں بھی ان لوگوں کی عبادتوں اور ریاضتوں کا یہی حال رہا۔مولوی عبیداللہ صاحب جو حضور قبلہؒ کے خلیفہ تھے،انھوں نے حضور قبلہؒ کے وصال کے بعد ان لوگوں کی تربیت کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔جب کسی طالب علم کو غفلت ہوتی یا کوئی بغیر دھیان کئے خالی بیٹھا نظر آتا تو مولوی صاحب ڈانٹ لگاتے اور انہیں کام پر لگا دیتے۔اسی لیے یہ سب خلفاء اپنے وقت کے بڑے بزرگ بن کر نکلے۔

(۳) حضرت نیاز بے نیازؒ جب بریلی شریف تشریف لائے تو بہت بڑی تعداد میں لوگ آپ کے معتقد ہو گئے عوام اور خواص کا مجمع رہنے لگا۔بولن شاہ نامی ایک مجذوب اسی محلے بہاری پور میں رہتے تھے،انھیں یہ سب بہت ناگوار ہوا۔ایک شخص جو بولن شاہ کا خادم تھا اور معتقد تھا ہر وقت ان کی خدمت میں رہتا تھا اس کے باوجود اسے کچھ فیض حاصل نہیں ہوا تھا۔وہ بار بار شاہ صاحب سے کہتا تھا لیکن وہ کچھ توجہ نہیں کرتے تھے۔مجبوراً ایک دن کام سے فارغ ہو کر وہ شخص حضور قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی،حضور قبلہؒ نے منع فرما دیا اور کہا کہ تم اپنے پیر سے کہو۔بولن شاہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ اس شخص سے بہت ناراض ہوئے کہ ان کا مرید حضور قبلہؒ کے پاس کیوں گیا۔انھوں نے اس شخص کو بہت مارا اور ارادہ کیا کہ حضور قبلہؒ کو نقصان پہنچائیں۔حضور قبلہؒ اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔بولن شاہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کو الٹ دیں۔چنانچہ ان کی کوشش سے مسجد کا شمالی مینار ہلنے

CamScanner

لگا۔ حضور قبلہؒ نے ہاتھ کے اشارے سے مینار کو روک دیا پھر آپ نے بولن شاہ کی طرف توجہ فرمائی، بولن شاہ کے پاؤں میں اتنی شدت سے درد اٹھا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ مجبور ہو کر بولن شاہ نے حضور قبلہؒ سے معافی چاہی اور قصور معاف کروایا۔ اس کے بعد درد جاتا رہا۔

(۴) ایک مرتبہ حضور قبلہ حضرت نیازؔ بے نیاز خانقاہ شریف میں مراقبے (صرف اللہ کی طرف دھیان) میں بیٹھے تھے۔ سب خلفاء اور مریدین موجود تھے۔ ایک صاحب دروازے سے آنا چاہتے تھے پھر رک جاتے تھے۔ اچانک حضور قبلہؒ نے دروازے کی طرف دیکھ کر فرمایا ''تشریف لائیے۔'' وہ صاحب آگے بڑھے حضور قبلہؒ خانقاہ کے صحن کے آدھے حصے تک تشریف لے گئے۔ ان کے ہاتھ چومے اور انہیں مسند کے قریب بیٹھایا۔ پھر صندوقچہ منگا کر اس میں جو کچھ بھی روپے پیسے تھے، نکال کر ان کی نذر کیے۔ وہ صاحب خوش ہو کر دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ سب حاضرین حیران تھے کہ یہ کون صاحب تھے جن کی حضور قبلہؒ نے اتنی تعظیم کی حضور قبلہؒ کے ایک مرید غلام حسین کاتب نے ہاتھ باندھ کر پوچھا ''حضور یہ کون بزرگ تھے جن کی آپ اتنی تعظیم کی۔ انہیں نذر پیش کی اور آدھے صحن تک چھوڑنے بھی گئے۔'' حضور قبلہؒ نے فرمایا ''تم لوگ انہیں نہیں جانتے۔ یہ حضرت مولانا فخر الدین محمدؒ کی ڈولی اٹھانے والے کہار تھے۔'' اللہ اللہ، شیخ سے یہ محبت اور تعظیم کہ ان کے کہار تک کی آپ اس قدر عزت افزائی کی۔

(۵) ایک مرتبہ بریلی شریف کے عالموں میں مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحی صاحب خانقاہ شریف میں تشریف لائے اور حضور قبلہؒ سے عرض کیا کہ ''آپ بھی وعظ کی مجلس میں تشریف لے چلیں'' آپ نے کافی عذر کیا لیکن وہ برابر

اصرار کرتے رہے تو آپ نے وعدہ کرلیا۔ آپ اپنے وعدے کے مطابق وعظ کی محفل میں تشریف لے گئے۔ مولوی صاحبان نے آپ کا اچھی طرح استقبال کیا اور دالان میں خاص جگہ آپ کو بٹھایا۔ وعظ ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ لوگ جمع ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں حضور قبلہ نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ پائیدان کی جگہ پر خاندانِ نو محلّہ کے ایک سید صاحب بیٹھے تھے۔ بہت خراب حالت میں تھے، کپڑے پھٹے ہوئے تھے یہاں تک کہ پاجامے کا ایک پائنچہ بھی ثابت نہیں تھا گھٹنے کھلے ہوئے تھے۔ حضور قبلہؒ اُن کو دیکھ کر فوراً اٹھے اور ان کے قدموں پہ سر رکھ دیا اور تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سب لوگ گواہ رہیں کہ اگر خدا کے یہاں مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تو وعظ کی مجلس میں گیا تھا تو میں یہ ہی عرض کروں گا کہ میں نے وہاں بھی تیرے رسول کی اولاد کے قدموں پر سر رکھا۔ اس بعد حضور قبلہؒ ان صاحب کو سلام کیا اور واپس خانقاہ شریف چلے آئے۔ آپ کا وہاں سے واپس آنا تھا کہ باقی سب لوگ بھی وہاں سے واپس چلے گئے۔

(۶) حضور قبلہ حضرت نیاز بے نیازؒ تعزیوں اور علموں کی زیارت کے لیے کبھی بازار نہیں گئے لیکن شب عاشورہ کو رات کے دو بجے تعزیہ کی زیارت کے لیے ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ آخر عمر میں جب کمزوری بہت بڑھ گئی تھی تو آپ لوگوں کے سہارے سے تشریف لے جاتے اور پانچ سات تعزیوں کی زیارت کر کے واپس تشریف لے آتے۔ حضرت کا یہ معمول تھا کہ آپ تعزیہ کو ہاتھ لگا کر اپنے چہرے اور دل پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ ایک مرتبہ شہر سورت کے رہنے والے ایک عالم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جب حضور قبلہؒ نے تعزیوں کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوما تو مولوی صاحب کے دل میں خیال آیا کہ حضرت نے یہ کیا غضب کیا۔ حضور قبلہؒ کو فوراً ان کے دل میں آنے

CamScanner

والے خیالات کا علم ہوگیا۔آپ نے ان کی گردن کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''مولوی دیکھو'' مولوی صاحب نے دیکھا کہ تعزیہ کے دونوں طرف سبز اور سرخ لباس میں حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ تشریف رکھتے ہیں۔مولوی صاحب غش کھا کر گر پڑے اور ان پر رقت طاری ہوگئی اور زمین پر لوٹنے لگے۔حضور قبلہؒ ان کو چھوڑ کر دوسرے تعزیوں کی زیارت کے لیے آگے بڑھ گئے۔

آخر عمر میں آپ کو فالج کا کچھ اثر ہوگیا تھا اور کمزوری کی وجہ سے اٹھنے اور چلنے کے قابل نہیں تھے۔اس سال آپ نے تعزیوں کی زیارت کا ارادہ نہیں کیا۔آپ ذکر میں مصروف تھے کہ جناب سیدہ خاتون جنت کی زیارت ہوئی۔ انھوں نے فرمایا ''میاں ہمارے بچوں کی زیارت کو نہیں اٹھے۔'' حضرت پر رقت طاری ہوگئی ۔خادموں کو حکم دیا کہ جیسے بھی ہو ہمیں تعزیوں کی زیارت کے لیے لے چلو۔خادموں نے پوچھا ''حضور چارپائی پر لے چلیں۔آپ نے فرمایا ''نہیں جیسے بھی ہو پیدل لے چلو'' ۔چنانچہ خادموں نے دونوں طرف بغلوں میں ہاتھ دے کر اٹھایا اور سہارا دے کر زیارت کے لیے لے گئے۔آپ نے پانچ تعزیوں کی زیارت کی اور واپس تشریف لے آئے۔

(۷)ایک مرتبہ حضور قبلہؒ اپنے مرید چودھری بسنت کی درخواست پر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ان کے گھر والوں میں سے ایک شخص بے حد بیمار تھا اور ایسا لگتا تھا کہ وہ بچے گا نہیں۔حضور قبلہؒ نے یہ حال دیکھا تو اپنے ہمراہیوں میں سے ایک سرحدی پٹھان سے کہا کہ مریض کے پاس اس کی چارپائی پر لیٹ جا۔حضرت کے حکم سے وہ مرید مریض کے پاس لیٹ گئے۔ذرا ہی دیر میں ان کا پیٹ پھولنا شروع ہوا اور سارا جسم سوج گیا اور مریض کا پیٹ اور جسم کم ہوتے ہوتے معمول پر آ گیا۔مریض

ٹھیک ہوگیا اس نے کھانا مانگا۔ مریض کا کھانا تیار نہیں تھا آپ نے فرمایا جو کچھ تیار ہو وہ ہی لاؤ۔ چنانچہ کھانا لایا گیا اور اس نے پیٹ بھر کھانا کھایا۔ پھر آپ گھر واپس تشریف لے آئے۔ حضرت کے اس مرید کو جس کی حالت خراب ہوگئی تھی چودھری صاحب نے آپؒ کے حکم کے مطابق پلنگ پر ڈال کر خانقاہ شریف پہنچایا گیا۔ دو ایک روز میں وہ بھی بالکل تندرست ہو گیا۔

(۸) دوسری مرتبہ ان ہی چودھری بسنت رائے کے گھر کے سارے افراد بیمار تھے۔ چودھری صاحب کی درخواست پر حضور قبلہؒ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ چودھری صاحب بھی بیمار تھے۔ حضرت کی نظر کمرے کے کونے پر بنے طاق پر پڑی جس پر چمکیلے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ آپؒ نے پوچھا ''اس کے پیچھے کیا ہے''۔ چودھری صاحب نے بتایا کہ کرشن جی کی مورتی ہے۔ بے ادبی کے خیال سے پردہ ڈال دیا ہے۔ جب درشن کرنے ہوتے ہیں تو پردہ اٹھا دیتے ہیں۔'' حضرت قبلہؒ نے فرمایا ''پردہ ہٹا دو''۔ پھر آپؒ نے کرشن جی کو مخاطب کر کے کہا ''جس گھر میں آپ ہوں وہاں یہ حال ہو''۔ یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے آئے اور مریض اچھے ہو گئے۔ بعد میں ہمراہیوں نے حضور قبلہؒ سے پوچھا کہ ''حضرت یہ کیا بات تھی'' آپ نے فرمایا ''مجھ سے اور کرشن جی سے بہت ملاقات ہے۔ کرشن جی تو بڑے موحّد (ایک خدا کو ماننے والے) اور خدا کی عبادت کرنے والے تھے۔

(۹) نواب حسین علی خان بریلی کے صوبے دار تھے۔ وہ شیعہ عقیدہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے اور ان کے دوستوں نے یہ مشورہ کیا کہ شہر کے صوفیوں کی دعوت کی جائے۔ قوالی کا پروگرام رکھا جائے اور ان کا ناچ دیکھا جائے، چنانچہ حضور قبلہ نیاز بے نیاز کو چھوڑ کر سب کے پاس دعوت نامے بھیجے گئے۔ صوفیوں کو کسی طرح

معلوم ہوگیا کہ یہ دعوت ان کا مذاق اڑانے کے لیے کی گئی ہے۔ وہ سب مل کر حضور قبلہؒ کے پاس آئے۔ سارا ماجرا عرض کیا اور درخواست کی کہ یہ ہم سب کی عزت کا معاملہ ہے آپ بھی ساتھ چلیں۔ حضور قبلہؒ نے پہلے تو عذر کیا، لیکن ان لوگوں کا اصرار بڑھا اور آپ راضی ہو گئے۔ چنانچہ مقرر وقت پر آپ ڈولی میں بیٹھ کر تقریب کی جگہ پہنچے۔ تمام صوفیا آپ کی ڈولی کے ساتھ تھے۔ محفل کچھ یوں سجائی تھی کہ زمین کے فرش پر قوالوں اور صوفیوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا اور فرش کے کنارے کرسیوں پر صوبہ دار اور ان کے دوست بیٹھے تھے۔ آپ ڈولی سے اتر کر صوفیوں کے ساتھ فرش پر بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ ''یہ سب کے گرو ہیں''۔ قوالی شروع ہوئی۔ جب قوال نے اس شعر کو بار بار گانا شروع کیا۔

تا نقش زمین بود زماں بود علیؑ بود

تا صورت پیوند جہاں بود، علیؑ بود

حضور قبلہ پر کیفیت شروع ہوئی۔ آپ کے گلے میں جو رومال بندھا تھا اسے کھول کر جب آپ نے سیدھے ہاتھ کو ہلایا تو اس طرح کرسی پر جتنے لوگ بیٹھے تھے وہ کرسیوں سے گر کر لوٹنے لگے اور ان کی یہ حالت ہوئی کہ سب کے سر پھوٹ گئے۔ حسین علی کے بھائی جو اس محفل میں نہیں تھے، انہیں خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور قبلہؒ کے قدموں پر سر رکھ کر قصور معاف کروایا۔ حضرت نے تھوڑا سا پانی منگوا کر دم کیا اور فرمایا کہ ان لوگوں کے چہروں پر چھڑک دو۔ ایسا ہی کہا گیا۔ ان سب کو ہوش آ گیا۔ آپ نے ڈولی منگوائی لیکن حسین علی نے اصرار کر کے پالکی میں آپ کو سوار کروایا اور منع کرنے کے باوجود پالکی کو کاندھا دے کر چوک تک چھوڑنے آئے۔ اگلے روز حضور قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر گوٹیا گاؤں نذر کیا، جو ابھی تک خانقاہ

CamScanner

شریف سے متعلق ہے۔

(۱۰) مولوی اکبر علی صاحب حضور قبلہؒ سے چند مسائل پوچھنے آئے۔ حضرت نے فرمایا ''میں بھول گیا ہوں آپ اور علماء سے پوچھئے۔'' انھوں نے عرض کیا ''میں علمی بحث کے لیے حاضر نہیں ہوا ہوں بلکہ آپ سے علم حاصل کرنے آیا ہوں۔''

آپ نے فرمایا ''کہو''

سوال: سماع (قوالی) میں آپ کیا حکم کرتے ہیں؟

جواب: ڈھولک کی آواز ایسی کان میں بھری ہے کہ دوسری بات سنائی نہیں دیتی۔

سوال: تعزیہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: فرمایا، اگر نہیں بنا ہوگا تو میں تعزیہ بنانے کی اجازت نہیں دوں گا کیونکہ پوری طرح اس کی تعظیم نہیں ہو سکے گی اور اگر بن گیا ہے تو جتنا ہو سکے گا اس کی تعظیم کروں گا۔

سوال: یزید کے لعن (برا بھلا کہنا) کو آپ کیا کہیں گے؟

جواب: فرمایا۔ آج تک اللہ تعالیٰ نے اس زبان کو (آپ نے اپنی زبان دکھائی) اس خبیث نام سے بچایا ہے۔ میری رائے میں ایک بار یہ نام زبان سے نکل جائے، تو دن بھر زبان کی نجاست (گندگی) نہیں جاتی۔ میں تو لعن یا غیر لعن (برا کہنا) اس کا نام ہی نہیں لیتا۔ اتنی دیر حسینؓ حسینؓ کیوں نہ کہوں کہ قلب کو (دل) نور ایمان سے ترقی ہو۔

یہ تینوں جواب آپ نے اس طرح مزاحیہ انداز میں فرمائے کہ مولوی صاحب کو کچھ کہتے نہیں بنا۔

(۱۱) نیچے کچھ واقعات درج کیے جاتے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور قبلہ نیاز بے نیاز کے خلفاء کس مرتبے کے بزرگ تھے۔

CamScanner

# عمر خاں عرف محبوب علی شاہ رامپوری

عمر خان رام پور کے رہنے والے تھے اور حضو قبلہؒ کے مرید تھے۔ بہت زیادہ عبادت اور ریاضت کرنے والے آدمی تھی۔ ایک مرتبہ حضور قبلہ نے فرمایا ''عمر خاں ہمارا جی چاہتا ہے کہ تمہارا نام بدل دیں۔'' عمر خاں نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ حضور مجھے محبوب علی نام بہت پسند ہے'' آپؒ نے فرمایا '' آج سے تمہارا نام محبوب علی ہو گیا'' محبوب علی نے اتنی ریاضت کی تھی کہ ان میں ایک قسم کا جذب پیدا ہو گیا تھا۔ جب جذب میں ہوتے تو نمازیں بھی قضا ہو جاتیں اور اس آیت کا نعرہ لگاتے اناللہ لا الہٰ الا انا، جب یہ حالت دور ہو جاتی تو غسل کرتے اور تمام قضا نمازیں ادا کرتے۔ ایک مرتبہ حضور قبلہؒ چبوترے پر مستغرق (یادالٰہی میں ڈوبے ہوئے) بیٹھے تھے اور حضرت تاج الاولیاءؒ ایک مولوی صاحب سے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک محبوب علی شاہ نے جذب کی حالت میں نعرہ لگایا '' انی انا اللّٰہ لاالہ الاّ انا '' مولوی صاحب چونک پڑے کہ '' مسلمان کے گھر میں یہ کیسا کفر ہو رہا ہے۔'' حضرت تاج الاولیا نے فرمایا مولوی صاحب یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ اس نے اس آیت کا اتنا ورد کیا ہے کہ مجنوں ہو گیا ہے اور اسی آیت کو بار بار پڑھتا رہتا ہے۔ مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

محبوب علی شاہ کو کھانے کا بہت شوق تھا اور کسی حالت میں کھانا نہیں چھوڑتے تھے لیکن جب وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔ جب باورچی کھانے کے لیے بلانے آیا تو انھوں نے کہا '' ہمیں اپنا کوٹھا خراب نہیں کرنا۔'' باورچی نے حضرت تاج الاولیاء کو اس بات کی اطلاع دی۔ حضرت نے محبوب علی شاہ کو بلا کر پوچھا کہ انھوں نے کھانا کیوں چھوڑ دیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا '' اب نقشہ ہی کچھ اور

ہے۔ کھانا نہیں کھاؤں گا۔''

مولوی فضل عالم صاحب حضرت تاج الاولیاءؒ کے نام آئے ہوئے خطوں کے جواب لکھا کرتے تھے۔ محبوب علی شاہ ان سے بے تکلف تھے۔ انھوں نے پوچھا ''یار مولوی تم کہو تو میں سو جاؤں''؟ مولوی صاحب نے جواب دیا ''سو جاؤ اور مجھے خط لکھنے دو۔'' محبوب علی شاہ بولے ''تم سمجھے نہیں بتاؤ سو رہوں'' مولوی صاحب اپنے کام میں مصروف تھے۔ انھوں نے پھر جواب دیا ''سو رہو اور مجھے کام کرنے دو۔'' محبوب علی شاہ نے بستر صاف کیا اور لیٹ گئے۔ منہ کعبے کی طرف کیا، ہاتھ سینے پر باندھے اور سر سے پاؤں تک چادر اوڑھ کر مولوی صاحب سے بولے ''عمر بھر خط لکھنا یار میرے سونے کا تماشا تو دیکھ لو''، پھر منہ ڈھک کر نعرہ بلند کیا ''انی انا اللہ لا الٰہ الا انا'' اور لفظ انا کو اتنا کھینچا کہ سانس واپس نہیں آئی۔ وہاں جو لوگ موجود تھے وہ دوڑے کہ ''محبوب شاہ کیا کرتے ہو؟''۔ حضرت تاج الاولیا نے فرمایا ''اس وقت کوئی ان سے بات نہ کرے۔ تم لوگ ان کی ساٹھ سال کی محنت برباد کردو گے۔'' آپؒ نے اپنے سامنے سے پردہ اٹھوا دیا۔ نو بجے دن محبوب علی شاہ کا انتقال ہوگیا اور گیارہ بجے دفن کردیئے گئے۔ انتقال کے دو مہینے کے بعد خورجہ شکار پور میں حضور قبلہؒ کے ایک اور مرید ڈپٹی محمد ثناء اللہ صاحب نے محبوب علی شاہ کو ایک طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے بہت آوازیں دیں لیکن محبوب شاہ نے مڑ کر نہیں دیکھا۔

## حبیب اللہ خان صاحب کا قصہ

حبیب اللہ خاں صاحب رامپور کے رہنے والے تھے۔ سانولے رنگ کے تھے۔ جب حضور قبلہؒ کے پاس بیعت کے لیے حاضر ہوئے تو وہ خانصاحب کا جوانی کا

زمانہ تھا۔ ایک مرتبہ حضور قبلہؒ رامپور میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک صبح خانصاحب اس حلیے میں قدمبوسی کو حاظر ہوئے کہ ڈاڑھی چڑھی ہوئی تھی، ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی، لال رنگ کا انگرکھا پہنے ہوئے تھے اور گوٹا لگی ہوئی ٹوپی سر پر تھی۔ حضور قبلہؒ نے فرمایا ''اس وقت تمہاری یہ وضع اور صورت ہمیں پسند آئی۔ پھر ساری عمر انھوں نے اپنی یہ ہی وضع قائم رکھی۔ بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ بڑھاپے کی وجہ سے سر ہلنے لگا تھا لیکن وضع وہی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت سراج السالکین (ننھے میاں صاحب) نے فرمایا ''آپ کو اس بڑھاپے میں اس وضع کی کیا ضرورت ہے؟'' انھوں نے اپنا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میرا تو ارادہ ہے کہ میں اسی وضع سے اللہ کے سامنے جاؤں جسے میرے شیخ نے پسند فرمایا تھا۔ چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق انتقال کے بعد اسی لباس پر کفن پہنا کر انہیں دفن کیا گیا۔

## مسکین شاہ کا واقعہ

مسکین شاہ صاحب جے پور کے رہنے والے تھے اور حضور قبلہ نیاز بے نیاز کے خلیفہ تھے۔ حضور قبلہؒ کے وصال کے بعد وہ بریلی شریف حاضر ہوئے۔ حضرت تاج الاولیاء کی عمر شریف اس وقت سترہ سال کے قریب تھی۔ ایک دن مسکین شاہ نے تخلیے میں (اکیلے میں) حضرت تاج الاولیاءؒ سے عرض کیا کہ ''میرے پاس جو کچھ دولت ہے (عمل واعمال) وہ آپ ہی کے گھر سے پائی ہے وہ حاضر ہے۔'' حضرت تاج الاولیاء نے جواب دیا ''بیشک! مجھے آپ صاحبوں سے یہی امید ہے''۔

مسکین شاہ کا خیال تھا کہ یہ صاحب زادے نوعمر ہیں۔ اگر انھوں نے کچھ بھی مجھ سے حاصل کر لیا تو تمام خاندانِ نیاز یہ اپنے ہاتھ میں آ جائے گا۔

CamScanner

حضرت تاج الاولیاؒ نے ایک شغل (وظیفہ) کے بارے میں پوچھا۔ مسکین شاہ نے اس کی سب تفصیلات، الفاظ اور خیال، بیان کر دیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ "یہ شغل آپ کو کامل طور پر نہیں پہنچا ہے" مسکین شاہ صاحب کو حیرت ہوئی۔ انھوں نے عرض کیا "آپ فرمایئے" حضرتؒ نے اس کے بارے میں تقریر شروع کی اور اس کی ساری تفصیلات مع خیال بیان کرنے شروع کئے۔ ایک پورا دن گزر گیا دوسرے دن ظہر کے وقت تک آپ بیان کرتے رہے۔ مسکین شاہ صاحب کو حیرت ہوئی کہ ہم جنھیں صاحب زادہ سمجھتے تھے وہ تو معرفت کا سمندر نکلے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ آپ کو جتنے ذکر اور شغل، علم اور تجربہ حاصل ہوا ہے ان میں جس چیز کے بارے میں چاہیں پوچھ لیجئے۔ مسکین شاہ صاحب خاموش ہو گئے اور اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔ رات کو خواب میں حضور قبلہؒ کی زیارت ہوئی۔ انھوں نے سلام کیا تو حضور قبلہؒ نے منہ پھیر لیا۔ بہت روئے اور عرض کیا "مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ مجھ سے ناراض ہیں۔" حضور قبلہؒ نے فرمایا "آپ خاندان نیازیہ کو اپنے قبضے میں کرنے آئے تھے اور جس کو میں نے نیاز بے نیاز بنا کر اپنی جگہ بٹھایا ہے اسے تعلیم دینے آئے تھے۔" مسکین شاہ صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ شرمندگی میں روتے رہے۔ جب اپنے اندر غور کیا کہ تو معلوم ہوا کہ ایک سادہ ورق کی طرح ہیں۔ جو کچھ حاصل کیا تھا وہ کھو گیا۔ بہت غم ہوا۔ صبح خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے اور حضرت تاج الاولیاؒ کے قدموں پر گر گئے اور معافی مانگی کے مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا، اس کی یہ سزا ملی ہے۔ معافی چاہتا ہوں۔ حضرت نے وہ خدشات بیان فرما دیئے جو مسکین شاہ صاحب کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ آپؒ نے فرمایا "میں کم عمر ہوں، بچہ ہوں، آپ بزرگ ہیں، خلیفہ ہیں ایسا نہ فرمایئے۔" مسکین شاہ نے عرض کیا "بزرگی بھی گل گئی، اور خلافت بھی خاک میں مل

گئی۔اب بڑھاپے اور اس ڈاڑھی کی لاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔'' غرض تین دن تک حضور قبلہ کے خلیفہ مولوی عبیداللہ صاحب اور میاں فخرالدین صاحب حضرت سے مسکین شاہ کی سفارش کرتے رہے۔آخران کی خطا معاف ہوئی۔مٹھائی لائے اور نئے سرے سے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور جے پور واپس چلے گئے۔لیکن کوشش کے باوجود اعمال و وظائف میں وہ درجہ حاصل نہیں ہوا۔ایک دن حضرت نیاز بے نیازؒ کی خواب میں زیارت کی۔مسکین شاہ نے قدمبوسی کی تو حضور قبلہؒ نے منہ نہیں پھیرا۔ مسکین شاہ نے جو مرتبہ حاصل کیا ہوا تھا اور ختم ہو چکا تھا، اسے واپس عطا کرنے کی درخواست کی۔حضور قبلہؒ نے فرمایا'' مجھ سے کچھ نہیں ہو پائے گا آپ کو یہ سب اسی نوعمر بچے سے ملے گا۔''

مسکین شاہ پھر بریلی شریف آئے۔حضرت تاج الاولیاء سے دوبارہ بیعت کی اور اپنا حال بتایا۔حضرت نے فرمایا'' جو دولت جا چکی وہ اب میرے اختیار میں نہیں ہے۔مگر کیونکہ آپ میرے شیخ کے دیکھنے والے ہیں اس لیے کہتا ہوں کہ دوبارہ محنت کریں۔مجھ سے جو کوشش ہوگی اس میں کمی نہیں کروں گا۔'' مسکین شاہ نے عرض کیا '' میری خطا معاف کر دی اب مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔میں آپ کا غلام ہوں۔میری تعلیم کیجئے۔'' غرض دوبارہ تعلیم شروع کی گئی اور درجہ بدرجہ تعلیم کے بعد اس ہی مقام پر پہنچا دیئے گئے جہاں سے بھٹک گئے تھے بلکہ کچھ زیادہ ہی عطا ہوا۔مسکین شاہ جے پور واپس چلے گئے۔چندروز بعد پھر واپس آئے، پھر بیعت کی اور عرض کیا کہ جب حضور مجھ سے ناراض تھے تو میں نے اس زمانے میں کسی کو بیعت نہیں کیا لیکن پہلے جن لوگوں سے بیعت لے چکا تھا ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔'' حضرتؒ نے ان کے سر پر پگڑی باندھ کر دوبارہ خلافت دی اور فرمایا جنھیں پہلے بیعت کر چکے ہیں ان کی بیعت

جائز ہے اور آئندہ کے لیے بھی اجازت ہے۔

جے پور میں لوگوں نے مسکین شاہ صاحب سے بہت فیض پایا۔

## خلیفہ محمد بخش اللہ خاں صاحب کا ذکر

خلیفہ محمد بخش اللہ خاں صاحب شاہ آباد کے رہنے والے تھے۔ وہ سرکاری فوج میں صوبے دار تھے۔ خلافت ملنے کے بعد ایک مرتبہ حضور قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی طرف سے اور غلامانِ نیازیہ کی طرف سے جو کچھ نذر پیش کی گئی تھی جس میں کپڑے اور نقدی وغیرہ شامل تھی وہ حضور قبلہ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور قبلہؒ نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ خاں صاحب ایک طرف رکھتے گئے۔ انھوں نے ایک بنڈل چائے کا بھی پیش کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اپنے دست مبارک میں لیا اور فرمایا کہ "یہ ہمارے کام کی چیز ہے"۔ حضور قبلہؒ کے وصال کے بعد خانصاحب نے پنشن لے لی تھی اور اپنی باقی زندگی خانقاہ شریف میں ہی گزار دی۔

## سلامت اللہ صاحب شاہجہاں پوری کا حال

ان کا نام الہ یار خاں تھا۔ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔ حضور قبلہ نیاز بے نیازؒ کے مرید تھے۔ بہت عبادت گزار اور ذکر و شغل کرنے والے شخص تھے۔ حالانکہ انہیں خلافت عطا نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ان کا مرتبہ خلفاء سے کم نہیں تھا۔ حضور قبلہؒ نے ان کا نام سلامت اللہ خاں رکھا تھا۔ خاں صاحب حضور قبلہؒ کے لیے اچار، سرکہ، تمباکو اور گھی وغیرہ نذر کے طور پر لایا کرتے تھے۔ جب حضور قبلہؒ کا وصال ہوا تو ان کا یہ حال تھا کہ ہر وقت روتے رہتے تھے اور کسی طرح صبر نہیں آتا تھا۔ ان کا بیان

تھا کہ ''ایک رات کو وہ روتے روتے سو گئے۔ خواب دیکھا کہ کچھ بزرگ جمع ہیں۔ ایک صاحب نے کہا کہ قطب عالم مدارِ اعظم شاہ نیاز بے نیازؒ کا انتقال ہو گیا۔ سب لوگوں نے اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ خاں صاحب بے قرار ہو کر رونے لگے تو ایک صاحب نے فرمایا کہ سنو یہ کوئی رنج کی بات نہیں ہے۔ تم ہرگز رنج مت کرو۔ اگر لفافہ گم ہو گیا تو خط باقی ہے۔'' اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی اور دل کو سکون اور صبر ہو گیا۔ بریلی شریف حاضر ہوئے اور حضرت تاج الاولیاؒ سے اپنا خواب عرض کیا۔ آپؒ نے انہیں تعلیم عطا کی۔ جس سے مکمل سکون حاصل ہوا۔ انہیں حضور قبلہ حضرت نیاز بے نیازؒ سے اس حد تک تعلق تھا کہ جس کام کے بارے میں کچھ پوچھنا ہوتا تو مزار مبارک پر حاضر ہوتے کچھ دیر آنکھیں بند کر کے بیٹھتے اور چلے آتے۔ کہتے تھے فلاں معاملے میں میں نے عرض کیا اور یہ ارشاد ہوا۔

## مولوی عبداللطیف خاں صاحب کا حال

مولوی عبداللطیف خاں حضور قبلہؒ کے مرید تھے اور ان کو خلافت عطا ہوئی تھی۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہو گئی تو ان کو حکم ہوا کہ اپنے ملک بخارا جائیں۔ بریلی شریف سے رخصت ہو کر وہ ایک جگہ پہنچے جس کا نام سبز تھا۔ یہ جگہ بخارا سے قریب تھی۔ خانصاحب نے وہاں قیام کیا۔

خانصاحب راگ سنا کرتے تھے۔ بخارا کے عالموں کے کانوں تک جب یہ بات پہنچی تو سب نے متفق ہو کر شہر قاضی کے ذریعہ بادشاہ کو یہ پیغام پہنچایا کہ یہ شخص غیر شرعی کام کرتا ہے یعنی گانا سنتا ہے۔ بادشاہ نے آپ کو بلایا۔ خانصاحب دربار میں حاضر ہوئے۔ قاضی اور سب ہی علماء وہاں موجود تھے۔ قاضی صاحب نے کہا'' آپ

غیر شرعی کام کرتے ہیں یعنی گانا سنتے ہیں پھر آپ پر شرع کے خلاف کام کرنے کا جرم کیوں نہ ثابت کیا جائے۔ خانصاحب نے ایک حدیث کا حوالہ دیا اور کہا کہ یہ شرعی ہے۔ الحمدللہ میں نے کوئی غیر شرعی کام نہیں کیا ہے۔ قاضی بولے "یہ حدیث صحیح نہیں ہے"۔ یہ سنتے ہی خانصاحب کو غصہ آیا۔ انہوں نے قاضی سے کہا "اے قاضی یہ میرے اور تیرے درمیان شرط ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو میری زبان نکل پڑے اور فوراً میرا دم نکل جائے اور اگر حدیث صحیح ہے تو تیری زبان نکل پڑے اور تو ابھی مر جائے۔" خانصاحب کا یہ کہنا تھا کہ قاضی کی زبان نکل پڑی اور تڑپ کر وہیں ختم ہو گئے۔ پھر خانصاحب نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا "تو بھی کچھ کہنا چاہتا ہے کہ میں کچھ کہوں۔" بادشاہ نے تخت سے اتر کر خانصاحب کے پاؤں پکڑ لئے اور عرض کیا "میں کچھ نہیں کہتا۔ جنھوں نے آپ کو تکلیف دی انھوں نے بات چیت کا نتیجہ دیکھ لیا۔" پھر بادشاہ نے بہت عزت کے ساتھ ان کو خود رکاب تھام کر گھوڑے پر سوار کروایا اور گیارہ قدم ان کے گھوڑے کے ساتھ پیدل چلا اور رخصت کیا۔

سبحان اللہ جن کے خلیفاؤں کا یہ حال ہو ان کے مرشد کا مرتبہ کیا بیان کیا جائے۔

## برکت علی خاں صاحب کا واقعہ

برکت علی خاں شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔ بریلی کی ایک تحصیل کرور میں سرکاری نوکر تھے۔ انھوں نے ایک واقعہ بیان کیا جو یہاں لکھا جا رہا ہے۔ برکت علی خاں صاحب کے تعلقات حضور قبلہؒ کے بعض مریدین کے ساتھ تھے جن میں محمد حسین خاں بھی تھے۔ ایک دن حضور قبلہؒ کے مرتبہ اور کشف و کرامات کا ذکر ہو رہا تھا تو محمد حسین صاحب نے اپنا واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ انہیں دوسری زندگی حضور قبلہؒ کی دعا

سے ہی ملی ہے۔ جب ان کی عمر دودھ پینے کی تھی اس وقت وہ بخار میں مبتلا ہوئے۔ دو دن تک نہ آنکھ کھولی اور نہ دودھ پیا۔ سب لوگ بہت پریشان تھے۔ ان کے پڑوس میں ایک سیدزادی رہتی تھیں جوان کو بہت عزیز رکھتی تھیں۔ ایسی حالت دیکھی تو وہ فوراً انہیں گود میں لے کر، سب کے منع کرنے کے باوجود، خانقاہ شریف لے آئیں اور بچے کو حضور قبلہؒ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور قبلہؒ آنکھیں بند کیے ہوئے عبادت میں مصروف تھے۔ آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا ''سیدانی بی کس کو لے آئیں۔ کس کا بچہ ہے؟'' سیدانی بی نے سارا حال بیان کر دیا۔ حضور قبلہؒ نے ایک پرچہ اٹھا کر کچھ لکھا اور سیدانی بی کو دیا اور فرمایا اس کو لے جایئے اور موم جامہ کر کے گلے میں ڈال دیجیے۔ جب بچہ ہوش میں آ جائے تو اسے کھول کر ماں کے دودھ میں دھو کر دودھ پلا دیجیے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بچے کو ایک گھنٹے میں ہوش آ گیا اور وہ دودھ پینے لگا۔ سیدانی بی کو تعویذ دودھ میں دھو کر پلانا یاد نہیں رہا۔ دو دن بعد یاد آیا تو وہ تعویذ کھول کر دودھ میں دھونے کے لیے چلیں۔ بچے کے نانا وہاں موجود تھے۔ انھوں نے کہا دیکھیں تو تعویذ میں ایسا کیا لکھا تھا کہ بچہ ٹھیک ہو گیا۔ تعویذ کھول کر دیکھا تو لکھا تھا ؎

آفتابم آفتابم آفتاب

نانا کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ سیدانی بی نے تعویذ گھول کر بچے کو پلا دیا۔ یہ بچے محمد حسین خاں صاحب تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کے بعد جوانی اور بڑھاپے تک انہیں کوئی بیماری نہیں ہوئی یہ سب حضور قبلہؒ کا تصرف تھا۔

CamScanner

# مرزا اسداللہ بیگ کے انتقال کا حال

مرزا اسداللہ بیگ حضور قبلہؒ نے خلیفہ تھے۔ ایک دن مرزا صاحب اور دوسرے جید خلیفہ مولوی عبیداللہ صاحب کے بیچ بات چیت چل رہی تھی۔ مولوی صاحب نے کہا ''دیکھئے آخر وقت کیا ہو''۔

مرزا صاحب نے کہا '' مولوی صاحب میں اپنی پہچان بتاتا ہوں۔ اگر آخر وقت میرا ہاتھ مونچھ کی طرف گیا تو سمجھ لیجئے گا کہ میرا انجام بخیر ہو گیا، اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہوا تو سمجھ لیجئے گا کہ مرزا اچھا نہیں گیا''...... کچھ دنوں کے بعد مرزا صاحب کا آخری وقت قریب آتا ہوا محسوس ہوا تو انھوں نے مولوی صاحب کو بلایا۔ کچھ دیر بعد کہا ''مولوی صاحب جلد جائیے، حضور قبلہ کھانے پر انتظار کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب گئے تو دیکھا کہ واقعی دسترخوان بچھا ہوا تھا اور حضور قبلہؒ انتظار فرما رہے تھے۔ ابھی کھانا ختم ہی کیا تھا کہ لڑکا دوڑا ہوا آیا کہ مرزا صاحب بلا رہے ہیں۔ مولوی صاحب فوراً پہنچے تو دیکھا کہ مرزا صاحب کا وقت آخر ہے اور سانس سینے میں رکی ہوئی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا مرزا صاحب میں آ گیا۔ مرزا صاحب نے اپنا داہنا ہاتھ مونچھ پر رکھا اور انتقال کر گئے۔

اس وقت رونے دھونے میں مرزا صاحب کا پاؤں کسی نے سیدھا نہیں کیا تھا اور وہ ٹیڑھا ہی رہ گیا تھا۔ جنازے پر مولوی صاحب نے کہا مرزا پاؤں تو سیدھا کر لو۔ مرزا صاحب نے فوراً پاؤں سیدھا کر لیا۔ بعد میں بعض خلفاء نے مولوی صاحب پر اعتراض کیا کہ آپ کو اس طرح ان کا پردہ فاش نہیں کرنا چاہیے تھا۔

# میر محمد سمیع صاحب بدخشانی کا واقعہ

حضرت قبلہ نیاز بے نیازؒ جب اپنے شیخ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے حکم سے بریلی شریف تشریف لائے تو آپ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ دو بجے دوپہر کے بعد مریدین کے ساتھ بہاری پور کی مسجد تشریف لے جاتے اور وہاں جنوبی حجرے کے سامنے عشاء کی نماز تک تشریف رکھتے اور مریدین کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔ اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ خلیفہ فخر عالم صاحب اکثر مسجد کے جنوبی برج پر جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ایک روز میر سمیع احمد صاحب بدخشانی جو حضور قبلہؒ کے خلیفہ تھے، ان پر کچھ کیفیت ہونی شروع ہوئی وہ حضور قبلہؒ کے سامنے ہٹ کر جنوبی برج پر جا کر بیٹھ گئے۔ خلیفہ فخر عالم صاحب اس وقت کہیں گئے ہوئے تھے، جب وہ واپس آئے تو انھوں نے میر صاحب سے کہا ''میر صاحب میری جگہ چھوڑ دو''۔ میر صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا کہ اس وقت ہٹ جاؤ۔ مگر فخر عالم صاحب اصرار کرتے رہے، میر صاحب کو سخت ناگوار گزرا۔ جب وہ ضد کرتے رہے تو میر صاحب کو غصہ آ گیا اور انھوں نے ہاتھ بڑھا کر کہا ''مسجد الٹ دو''! اس حرکت سے مسجد میں زلزلہ آیا۔ فخر عالم صاحب پریشانی اور ہیبت سے پسینے پسینے ہو گئے۔ ادھر حضور قبلہؒ نے دوسرے مرید سے فرمایا ''دیکھو کیا ماجرا ہے۔ جب سارا قصہ حضور قلہ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا ''میر صاحب کو کیوں پریشان کیا''، اس واقعے کو دیکھنے کے بعد فخر عالم صاحب کے دل میں یہ خیال آیا کہ محمد سمیع اللہ صاحب تو اپنے شیخ سے بھی بڑھ گئے۔ دوسری طرف میر سمیع اللہ صاحب کو اس واقعہ سے اتنی شرمندگی ہوئی کہ ایک رات حضور قبلہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے دوسری رات حضور قبلہؒ نے بلایا تو

انھوں نے ہاتھ باندھ کر معافی مانگی۔ حضرت نے معاف کردیا تب انہیں اطمینان حاصل ہوا۔

## خلیفہ محمد فخر عالم صاحب کے حالات

ان کا اصل نام ثابت خاں تھا۔ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔ بالکل بغیر پڑھے لکھے تھے، حضور قبلہؒ کا حقہ بھرنے کی خدمت ان کے سپرد تھی اور اکثر بدن بھی دابا کرتے تھے۔ حضور قبلہؒ ان کو جو تعلیم دیتے یا شغل بتاتے ان پر دوسرے مریدین کی طرح عمل نہیں کرتے تھے۔ کئی بار پیر بھائیوں نے کہا بھی کہ ''تم اس طرح وقت برباد کیوں کرتے ہو۔ جو کچھ تعلیم دی جاتی ہے اس پر عمل کیوں نہیں کرتے'' وہ جواب دیتے کہ ''ہم سے ایک ہی کام ہوسکتا ہے، یا تو حقہ بھروالیں یا ذکر و شغل کروالیں۔ مجھ سے دو کام نہیں ہوں گے'' حضور قبلہؒ نے بھی کئی مرتبہ دریافت فرمایا۔ ایک مرتبہ حضور قبلہؒ کے پوچھنے پر کہ شغل کیوں نہیں کرتے''۔ انھوں نے یہی جواب دیا کہ مجھ سے ایک ہی کام ہوسکتا ہے۔ حضورؒ کا حقہ بھرتا ہوں، بس میرا یہ ہی شغل ہے۔'' حضور قبلہؒ کو ان کی حقہ بھرنے اور بدن دبانے کی خدمت بہت پسند تھی اور ان سے بہت خوش تھے اور چاہتے تھے کہ وہ کچھ محنت کریں۔

جب شق برج کا واقعہ ہوا تو فخر عالم صاحب کے دل میں خیال آیا کہ مولوی سمیع صاحب تو اپنے شیخ سے بھی بڑھ گئے۔ حضور قبلہؒ کو ان کے دل میں پیدا ہونے والے شک کا علم ہوگیا۔ اس شک کو دور کرنے کے لیے ایک دن حضور قبلہؒ مکان تشریف لے گئے اور پردہ کرواکے فخر عالم صاحب کو بدن دبانے کے لیے بلایا۔ خود چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور بدن دبانے کا حکم دیا۔ فخر عالم صاحب نے بدن دبانا شروع

کہا تو سوائے چادر کے کچھ ہاتھ میں نہیں آتا تھا۔ حضور قبلہؒ نے اسی طرح خفگی سے فرمایا'' کیسے دباتے ہو۔ بدن دباؤ، فخر عالم صاحب ہر چندر کوشش کرتے لیکن کچھ ہاتھ میں نہیں آتا۔ یہ فنائیت دیکھ کر فخر عالم صاحب کے دل میں جو شک پیدا ہوا تھا وہ دور ہو گیا۔ حضور قبلہؒ نے اپنے مرتبے کو انہیں آنکھوں سے دکھا دیا۔ اس خطرے کے دور ہوتے ہی حضور قبلہؒ نے جھڑک دیا'' ہٹو، تم سے دبایا بھی نہیں جاتا'' اس واقعے سے فخر عالم صاحب کی یہ حالت ہوئی کہ پسینے میں نہا گئے اور منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ جب وہ خانقاہ شریف پہنچے اور میر سمیع صاحب وغیرہ نے یہ حالت دیکھی تو ان کا حال پوچھا۔ انھوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا، مخدوم جی نے کہا'' ضرور تم سے کوئی خطا ہوئی ہے یا تمہارے دل میں کوئی شک پیدا ہوا ہے۔ جب فخر عالم صاحب نے مسجد کے برج میں درار پڑنے کا واقعہ بیان کیا تو سب نے کہا'' اس سے زیادہ اور خطا کیا ہوگی۔ توبہ کرو اور صبح حضورؒ سے اپنا قصور معاف کرواؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

ایک مرتبہ حضور قبلہؒ نے انہیں تیز نظر سے دیکھا تو وہ بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت فخر عالم صاحب خانقاہ شریف کے دروازے پر کھڑے تھے اور حضور قبلہؒ زنان خانے سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ فخر عالم صاحب بہت دیر تک لوٹتے رہے۔ جب ہوش آیا، تو معلوم ہوا کہ وہی شغل (عبادت، وظیفہ) جو برسوں کر رہے تھے ایک دم صاف اور واضح ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہر وقت طاری رہنے لگا۔ اس کے بعد حضور قبلہؒ نے انہیں اور بھی تعلیم فرمائی۔ کچھ ہی عرصے میں ان کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی۔ پھر حضور قبلہؒ نے خلافت دی اور لکھنؤ جانے کا حکم دیا۔ فخر عالم صاحب نے کہا'' حضور لکھنؤ آج کل راجدھانی ہے (اتر پردیش کی) وہاں علماء کا بڑا زور ہے، بڑے بڑے مشائخ جمع ہیں۔ وہاں مجھ جیسے جاہل کو کون پوچھے گا؟'' آپ نے فرمایا جو فقیر کو پوچھے گا وہ تجھے

پوچھے گا۔اس لیے ہم نے تیرا نام فخر عالم رکھ دیا ہے۔تین نصیحتیں یاد رکھنا (۱) جب تک تمھیں لکھنا نہ آئے ،ہمیں خط نہ لکھنا (۲) کسی کے گھر پر نہ ٹھہرنا، علاحدہ مکان کرائے پر لے کر رہنا (۳) کسی سے سوال نہ کرنا، (یعنی کسی سے کچھ مانگنا نہیں) آپ نے انہیں دس پیسے کچھ عطا کئے۔

فخر عالم صاحب پیدل لکھنؤ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں جہاں قیام کرتے، کچھ چنے وغیرہ خرید کر کھا لیتے۔لکھنؤ پہنچے تو چھ یا سات پیسے ان کے پاس بچے تھے۔حضور قبلہؒ کے حکم کے مطابق ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لے کر وہاں قیام کیا۔ ایک چنائی کی جانماز، ایک گھڑا، ایک مٹی کا لوٹا، ایک مٹی کا چراغ اور تھوڑا سا تیل خرید لیا۔اب ان کے پاس پیسے ختم ہو گئے کہ کچھ کھانے کا انتظام کر سکتے ، مکان کے اندر جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیا جب نماز کا وقت ہوتا، وضو کر کے نماز پڑھ لیتے اور پانی پی لیتے۔تین دن اور راتیں اس طرح گذریں۔گھڑے میں پانی بھی ختم ہو گیا۔فخر عالم صاحب بے ہوش ہو گئے۔اتنی بھی طاقت نہیں رہی کہ تیمّم کر کے ہی نماز ادا کر لیتے۔

اس رات لکھنؤ کے بادشاہ (نواب) نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ''اب تیری غفلت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مولوی فخر عالم صاحب جو درویش کامل ہیں، تیرے شہر میں تین دن سے آئے ہوئے ہیں۔بھوکے پیاسے ہیں۔بھوک کی شدت سے بے ہوش ہو گئے ہیں۔فلاں محلے میں کرائے کے مکان میں قیام ہے۔ حالانکہ وہ تیرے مہمان تھے پھر یہ غفلت۔اور اس پر دعویٰ ہے کہ میں سلطنت کے قابل ہوں۔'' بادشاہ خواب سے جاگا۔اسے اس خواب سے اتنا ڈر لگا کہ جس کی حد نہیں۔ فوراً وزیر کو حکم دیا کہ فلاں محلے میں کوئی درویش مولوی فخر عالم صاحب تشریف لائے ہیں۔کرائے کے مکان میں مقیم ہیں فوراً ان کے لیے کھانے کا خوان لے کر جاؤ۔ہاتھ

باندھ کر میری طرف سے معافی مانگنا۔ میں صبح قدم بوسی کے لیے حاضر ہوں گا۔ کھانا حاضر ہے دونوں وقت حاضر کیا جائے گا اور رات ہی کو مالک مکان سے کہہ کر مکان شاہ صاحب کے نام بیعنامہ لکھ دے اور قیمت شاہی خزانے سے لے لے۔ اس مکان کے لیے شاہی فراش خانے سے ضروری سامان پہنچایا جائے۔''

چنانچہ بادشاہ کے حکم کے مطابق سرکاری لوگ جب کھانا لے کر وہاں پہنچے اور محلے والوں سے معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ایک درویش صورت شخص جو شاید پردیسی تھے، انھوں نے تین دن پہلے یہ مکان کرائے پر لیا تھا۔ اس کے بعد سے کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔ شاہی لوگ دروازے پر پہنچے، دستک دی، آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ مجبوراً کواڑ اتروا کر اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ ایک صاحب چٹائی پر چادر اوڑھے لیٹے ہیں اور کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے ہیں۔ وزیر خود ساتھ تھا۔ اس نے کھانے کا خوان قریب رکھ کر کپڑا ہٹایا۔ کھانے کی خوشبو ناک میں پہنچی تو مولوی صاحب نے آنکھیں کھول کر پوچھا ''کون ہے۔'' وزیر نے سارا حال بیان کیا اور کہا کہ بادشاہ نے معافی مانگی ہے کہ ان کو خبر نہ ہوئی آپ کی تشریف آوری کی۔ کھانا بھیجا ہے اور صبح خود بادشاہ حاضر خدمت ہوں گے۔'' فخر عالم صاحب نے فیرینی کے پیالے میں انگلی ڈال کر تھوڑا کھایا اور کھانا واپس کر دیا۔ وزیر نے عرض کیا ''یہ آداب شاہی کے خلاف ہے۔ جن سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا آیا ہے وہ یہیں رہیں گے فخر عالم صاحب نے کہا میں فقیر ہوں۔ ان کا کیا کروں گا۔ کھانا پڑوس میں تقسیم کر دیا جائے اور برتن بھی دیدیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اگلی صبح مکان میں تمام فرنیچر اور دوسرا ضرورت کا سامان پہنچایا گیا اور مکان خلیفہ صاحب کے نام بیعنامہ کروا دیا گیا۔ وزیر نے بادشاہ کے پاس جا کر اپنی کارکردگی کی رپورٹ دی، سب حال

CamScanner

خلیفہ فخر عالم صاحب کا بیان کیا اور بتایا کہ ایسے بزرگ نہیں دیکھے جنھیں دنیاوی کسی بھی چیز کا لالچ نہیں ہے۔ بادشاہ کا اشتیاق اور بڑھا، صبح جب بادشاہ قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا اس وقت تک ہزاروں لوگ خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو کر نیاز یہ سلسلے میں داخل ہو چکے تھے۔ بادشاہ اور وزیر حاضر ہوئے بادشاہ نے نذر کی۔ انھوں نے کہا ''فقیر کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔'' بادشاہ نے عرض کیا'' طالبانِ خدا کے خرچ میں کام آئے گا اور بادشاہ کے لیے بھی خیر و برکت کا سبب ہوگا۔'' مجبوراً نذر قبول کر لی۔ اس کے بعد تو یہ حالت ہوئی کہ گویا سارا لکھنؤ لوٹ پڑا ہو۔ بادشاہ کے مصاحب، فوج کے لوگ، دربار کے لوگ سب ہی آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے نیاز یہ سلسلے میں شامل ہوتے رہے۔

اس کے بعد خلیفہ فخر عالم صاحب نے لکھنا پڑھنا سیکھنا شروع کیا۔ جب خط لکھنے کے قابل ہو گئے تو حضور قبلہؒ کی خدمت میں خط لکھا اور سارے حالات بیان کئے۔ اس کے ساتھ بادشاہ کی ایک بیگم کی یہ درخواست بھی لکھی کہ وہ بیٹے کی خواہش مند ہیں۔ بیٹا ہو تو میں سوا لاکھ روپیہ نذر کروں گی جو خانقاہ کے خادموں کے خرچ میں آئے گا۔ یہ میری سچی عقدت مند ہے۔ اسے بیٹا ہونے کی دعا فرما دیں۔ حضور قبلہؒ نے جواب میں لکھا کہ '' بیگم کے بیٹا ضرور ہوگا لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ وہ معتقد ہے اور داخل سلسلہ ہوگی۔'' فخر عالم صاحب نے بیگم کو بلا کر کہا'' کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے تمہاری وجہ سے اپنے شیخ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ جاؤ حضرت قبلہؒ کی دعا سے تمہارے لڑکا ضرور پیدا ہوگا۔ حضور قبلہؒ نے اپنے منہ سے جو پان کا ٹکڑا نکال کر بھجوایا تھا، فخر عالم صاحب نے بیگم کو دے کر کہا، اسے کھا لو۔''

اللہ کے حکم سے بیگم امید سے ہوئی تو مشہور ہوا کہ فخر عالم صاحب کی دعا سے

بیگم صاحبہ کو حمل ٹھہرا ہے بیگم نے فخر عالم صاحب کے پاس شکریہ عرض کروایا اور فخر عالم صاحب نے حضور قبلہ کی خدمت میں اطلاع پہنچائی۔ بعد میں بیگم کے مصاحبین نے انہیں مشورہ دیا کہ لکھنؤ خاص میں ایک مجذوب صاحب بہت کامل ہیں۔ان کے پاس چل کر دعا کروائیں۔دو فائدے ہوں گے ان کی دعا سے بچہ بھی صحیح سالم پیدا ہو جائے گا اور فخر عالم صاحب کو جو سوا لاکھ نذر کرنے کا وعدہ کیا ہے وہ بھی بچ جائیں گے۔بیگم لوگوں کی باتوں میں آ گئی اور مجذوب صاحب کے پاس گئی۔ مجذوب صاحب نے فرمایا کہ ''تمھیں حمل ضرور ہے اور لڑکا ہوگا'' بیگم خوشی خوشی واپس آئی اور مولانا فخر عالم صاحب سے کہلا بھیجا کہ یہ حمل آپ کی دعا سے نہیں بلکہ مجذوب صاحب کی دعا کی دین ہے۔''فخر عالم صاحب نے سارا حال حضور قبلہؒ کی خدمت میں خط لکھ کر بیان کیا۔ حضور قبلہؒ نے فرمایا ''خوب بات ہے بیٹا تو دیں نیازؒ بے نیاز اور نام ہو مجذوب کا۔تم کہہ دو کہ جس کو ڈالنا آتا ہے اسے نکالنا بھی آتا ہے''۔ خلیفہ فخر عالم صاحب نے حضرت کا یہ پیغام بیگم کو کہلا بھیجا، کچھ عرصے کے بعد بیگم کا حمل ضائع ہو گیا۔

غرض خلیفہ فخر عالم صاحب کا اس علاقے میں ایسا زور ہوا کہ کچھ کہنے کو ہی نہیں۔ جب خلیفہ صاحب کو خبر ہوئی کہ حضور قبلہؒ نے اپنے بڑے صاحب زادے حضرت نظام الدین حسینؒ کو اپنا سجادہ اور جانشین مقرر فرما دیا ہے تو خلیفہ صاحب کو یہ بات پسند نہیں آئی۔حضور قبلہ کے وصال کے بعد خلیفہ فخر عالم صاحب نے نہ تو خانقاہ شریف میں حاضری دی اور نہ حضرت تاج الاولیاؒ کی خدمت میں تعزیت کا خط بھیجا۔یعنی سجادہ نشین سے خط و کتابت بند کر دی۔

کچھ دنوں کے بعد ایک سید صاحب خانقاہ شریف حاضر ہوئے اور حضرت تاج الاولیاؒ سے عرض کیا کہ میری دو جوان لڑکیاں ہیں۔ان کی شادی کے لیے میرے

پاس کوئی سامان نہیں ہے۔آپ کے یہاں کے خلیفہ فخر عالم صاحب آج کل لکھنؤ شہر میں ہیں اوران کا بڑا نام ہے اگر وہ نواب صاحب سے کہہ دیں گے تو کچھ مدد مل جائے گی اور میں بیٹیوں کے فرض سے سبک دوش ہوجاؤں گا۔آپ ایک خط خلیفہ فخر عالم صاحب کے نام لکھ دیں۔حضرت تاج الاولیاؒ نے فرمایا''سید صاحب مجھے کوئی عذر نہ ہوتا لیکن خلیفہ فخر عالم صاحب حضور قبلہؒ کے وصال پر نہ خود آئے اور نہ کوئی خط بھیجا۔مجھ سے ان کی کوئی خط وکتابت نہیں ہے۔ میں مجبور ہوں۔''سید صاحب نے ضد کی'' حضور ان کے نہ آنے کی کوئی وجہ ہوگی لیکن میرا کام حضور کی وجہ سے ہو جائے گا'' حضرتؒ نے پھر عذر کیا لیکن سید صاحب نے پنجتن پاک کا واسطہ دیا۔مجبور ہو کر حضرت نے خط لکھ دیا اور فرمایا کہ میں نے آپ کے کہنے پر خط لکھ دیا ہے لیکن آپ کا کچھ کام نہیں ہوگا'' خط لے کر سید صاحب لکھنؤ خلیفہ فخر عالم صاحب کے پاس پہنچے۔اول تو دربان نے اندر ہی نہیں جانے دیا۔ان کا نام پوچھ کر اجازت لایا،سید صاحب اندر پہنچے،تو دیکھا خلیفہ فخر عالم صاحب بیٹھے تھے اور ان کے پاس بڑے بڑے رئیس ، امیر اور خادم بیٹھے تھے۔سید صاحب نے حضرت تاج الاولیاؒ کا خط دیا۔انھوں نے پڑھا اور ایک طرف ڈال دیا اور بولے''صاحب زادے ہیں۔'' سید صاحب کو بہت ناگوار گذرا اور خیال آیا کہ جیسا حضرت نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا۔انھوں نے خط اٹھا کر چوما اور جیب میں رکھ لیا اور کہا'' آپ نے اپنے پیر کے صاحب زادے اور سجادہ نشین کے خط کی بے عزتی کی ، مجھے آپ سے اپنا کام نہیں کروانا۔سلام کیا اور جانے لگے تو فخر عالم صاحب بولے سید صاحب آپ تو خفا ہوگئے۔تشریف رکھئے۔لیکن سید صاحب فوراً واپس بریلی شریف چلے آئے اور حضرت سے عرض کیا''مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی کہ آپ کو تکلیف دی۔جیسا آپ نے کہا تھا،ایسا ہی ہوا'' اور سارا حال بیان

کیا۔ حضرت نے فرمایا ''سید صاحب اگر آپ زور نہ دیتے تو میں کبھی نہیں لکھتا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ حضور قبلہؒ کے خلیفہ ہیں۔ ان کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

ادھر لکھنؤ میں حالات نے اچانک پلٹا کھایا، خلیفہ فخر عالم صاحب کو جو مرتبہ اور مقام شیخ سے ملا تھا سب ختم ہو گیا۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا فخر عالم صاحب اگر چاہیں تو آج آپ کو ہٹا کر حکومت پر قبضہ کر سکتے ہیں کیونکہ تمام فوجی اور افسران ان کے مرید ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ جو لوگ فخر عالم صاحب سے بیعت ہیں وہ دربار میں نہ آئیں اور فوج میں اعلان کروا دیا گیا کہ فخر عالم صاحب کا ارادہ بغاوت کا ہے اس لئے ان پر مقدمہ قائم کیا جائے۔ جسے ملازمت قائم رکھنی ہے وہ ان کی بیعت کو ختم کر دے۔ چنانچہ مقدمہ قائم ہوا اور ہزاروں لوگ خلیفہ صاحب کی بیعت سے باہر نکل گئے۔ جو دو چار معتقد باقی تھے انھوں نے خلیفہ صاحب کو سارا حال بتا کر کہا کہ کل صبح آپ کی گرفتاری ہے، بہتر ہے آپ آج ہی رات کو شہر چھوڑ دیں۔ چنانچہ رات کو دو بجے خلیفہ فخر عالم صاحب ایک خادم کے ساتھ پیدل شہر سے نکل گئے۔ شہر کے دروازے پر خادم بھی یہ کہہ کر چلا گیا کہ جو حالات ہوں گے ان کی آپ کو اطلاع دیتا رہوں گا۔ خلیفہ صاحب پیدل شاہجہاں پور اپنے گھر پہنچے۔ سلامت اللہ خاں صاحب وہیں تھے۔ انہیں جب فخر عالم صاحب کے آنے کی اطلاع ہوئی تو یہ سوچ کر کہ اپنے شیخ کے خلیفہ ہیں، ملنے آئے۔ ملاقات ہوئی تو انھوں نے دیکھا کہ خلیفہ صاحب کی عجیب حالت ہے، رنگ سیاہ پڑ گیا ہے اور جو مرتبہ اور عرفان انہیں شیخ سے حاصل ہوا تھا وہ بھی خالی ہو گیا ہے۔ جب انھوں نے حال پوچھا تو فخر عالم صاحب نے اکیلے میں انہیں سارا حال بتایا۔ سلامت اللہ خانصاحب نے پوچھا ''ضرور تم سے کوئی خطا ہوئی ہوگی جو تمہاری ساری دولت چھن گئی''۔ خلیفہ صاحب نے کہا ''کیا بتاؤں کیا حالت

ہے۔نماز تک نہیں پڑھ سکتا۔الحمد اور قل ھواللہ تک بھول گیا ہوں۔'' سلامت اللہ خان صاحب نے پوچھا یہ حالت کب سے ہے؟'' انھوں نے بتایا کہ ایک سید صاحب حضرت تاج الاولیاؒ کا خط لے کر آئے تھے۔حضرت نے لکھا تھا کہ سید صاحب کی بیٹوں کی شادی میں کچھ مدد کر دوں۔ میں نے کوئی دھیان نہیں دیا اور کہا کہ صاحب زادے ہیں'' سید صاحب خفا ہو کر چلے گئے۔اسی وقت سے اس حال میں گرفتار ہوں۔'' سلامت اللہ خانصاحب نے کہا'' اس سے زیادہ اور کیا خطا ہوگی۔اس کا علاج یہ ہی ہے کہ آج بریلی شریف جایئے اور حاضر ہو کر اپنی غلطی معاف کروایئے۔اگر اس حالت میں مر گئے تو آپ کا کہیں ٹھکانہ نہیں ہوگا،آپ نے اپنے آپ کو ان کا غلام سمجھا ہی نہیں،آپ تو انہیں صاحب زادہ سمجھتے رہے۔جب حضور قبلہؒ نے انہیں اپنا جانشین بنا دیا تو حضور قبلہ کے مریدین اور خلیفہ ان کے مریدین اور خلیفہ ہو گئے۔یوں تو وہ صاحب زادے کی حیثیت سے بھی ہمارے لیے قابل تعظیم تھے۔تم نے یہ نہیں سوچا کہ حضور قبلہ نے تم جیسے جاہل کو ایک عنایت کی نظر سے ثابت خاں سے فخر عالم بنا کر لکھنؤ کا سارا شہر اور بادشاہ کو تمہارے سامنے دست بستہ کھڑا کر دیا اور جب اپنے صاحبزادے کو جوان کے جگر کے ٹکڑے ہیں اپنا جانشین بلکہ خود نیاز بے نیاز بنا کر بٹھایا تو تم نے ان پر یقین نہیں کیا۔تمہارے برے دن ہی آگئے جو ایسی غلطی ہوئی۔مجھے معلوم ہوتا کہ تم سے یہ غلطی ہوئی ہے تو میں تم سے ملنے ہرگز نہ آتا اور نہ ہی میری یہ مجال کہ تمہارے ساتھ جا کر تمہارا قصور معاف کراؤں۔تم خانقاہ شریف جاؤ اور مولوی عبیداللہ صاحب سے سفارش کرواؤ شاید معافی مل جائے۔''

فخر عالم صاحب نے حضرت تاج الاولیاؒ کی خدمت میں کئی درخواستیں بھیجیں اور مولوی عبیداللہ صاحب کو بھی خط لکھے کہ میرا منہ نہیں ہے کہ میں خانقاہ شریف

CamScanner

حاضر ہوں۔''

مولوی عبیداللہ صاحب بہت نرم دل تھے انھوں نے لکھا کہ تم یہاں آؤ اگر سچے دل سے معافی مانگو گے تو ممکن ہے معاف کر دیئے جاؤ۔''

چنانچہ فخر عالم صاحب شاہجہاں پور سے پیدل بریلی شریف پہنچے۔ اپنا منہ کالا کیا اور ٹوٹی جوتیوں کا ہار گلے میں ڈالا اور خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے۔ باہر دروازے پر کھڑے ہو کر مولوی عبیداللہؒ صاحب کو بلوایا اور کہا کہ حضور سے میرا قصور معاف کروا دیجئے۔ مولوی صاحب نے حضرت تاج الاولیاؒ سے عرض کیا کہ فخر عالم صاحب اس حالت میں حاضر ہوئے ہیں عرض کرتے ہیں کہ غلام خطاوار ہے۔ حضور رحم فرمائیں اور ان کا قصور معاف کر دیں، دروازے پر کھڑے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ''مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے حضور قبلہؒ سے عرض کریں''۔ فخر عالم صبح نو بجے حاضر ہوئے تھے دروازے پر کھڑے روتے رہے۔ مولوی صاحب نے کئی مرتبہ ان کی معافی کی درخواست کی لیکن منظور نہیں ہوئی۔ بارہ بجے حضرتؒ زنان خانے میں تشریف لے گئے اور فخر عالم صاحب ساری دوپہر دھوپ میں دروازے پر کھڑے روتے رہے۔ سہ پہر کو جب حضرت خانقاہ میں تشریف لائے تو مولوی عبیداللہ صاحب نے پھر معافی کے لیے عرض کیا۔ آپؒ نے خانقاہ میں آنے کی اجازت دے دی۔ حضرتؒ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ حضرت قبلہؒ کی زیارت پر جائیں اور قصور معاف کروائیں۔'' فخر عالم صاحب نے عرض کیا ''حضور قصوروار تو آپ کا ہوں جب تک حضور قصور معاف نہیں فرمائیں گے دین اور دنیا میں کہیں میرا ٹھکانہ نہیں۔'' حضرتؒ نے قصور معاف فرمایا، منہ ہاتھ دھلوائے، کپڑے بدلوائے۔ فخر عالم صاحب نے مٹھائی منگائی نئے سرے سے حضرت

تاج الاولیاؒ سے بیعت کی اور نئے سرے تعلیم شروع ہوئی۔ باورچی خانے میں دیگچیاں مانجھنے کی خدمت سپرد ہوئی۔ تمام خانقاہیوں کے چھوٹے برتن دھویا کرتے تھے۔ چھ ماہ میں وہ پھر اصلی حالت میں پہنچ گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ''میں تم کو رخصت کرنا چاہتا ہوں۔ تم لکھنؤ چلے جاؤ''۔ فخر عالم صاحب نے عرض کیا ''اب لکھنؤ کیا منہ لے کر جاؤں۔ وہاں سے تو بے عزتی کے ساتھ جان بچا کر بھاگا تھا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ بقیہ عمر یہیں حضرت کے قدموں میں رہ کر گزار دوں۔'' حضرت تاج الاولیاؒ نے فرمایا ''میں تو تمہیں لکھنؤ ضرور بھیجوں گا۔ حضور قبلہؒ نے تمہیں لکھنؤ بھیجا تھا۔ کس کی مجال ہے کہ تمہیں وہاں سے بے دخل کر سکے۔'' ایک ہفتے میں لکھنؤ سے آدمی آنے شروع ہو گئے اور لکھنؤ بلانے کے لیے خط موصول ہونے لگے۔ غرض بادشاہ نے بغاوت کا مقدمہ خارج کر دیا اور حکم جاری کیا کہ اگر آئندہ خلیفہ فخر عالم صاحب کے خلاف کوئی شکایت درج کروائے گا تو سخت سزا پائے گا، کیونکہ جس دن سے خلیفہ صاحب یہاں سے گئے ہیں، ہمارے یہاں خیر و برکت اٹھ گئی، جاؤ، جہاں بھی وہ ہوں، ان کو لے کر آؤ۔''

لوگوں نے بتایا کہ وہ بریلی شریف میں اپنے پیر صاحب کی خانقاہ میں ہیں اور آنا نہیں چاہتے۔ بادشاہ نے کہا ''لکھنؤ سے بریلی تک ڈاک لگائی جائے اور ان کے پیر صاحب سے ہماری طرف سے عرض کیا جائے کہ حضور ان کو بھیج دیں یہاں تک کہ دربار کے افسران سواری لے کر آئے اور حضرت تاج الاولیاؒ سے عرض کیا کہ حضورؒ خلیفہ صاحب کو جانے کا حکم دے دیں۔ حضرت نے خلیفہ صاحب کو حکم دیا کہ وہ سیدھے لکھنؤ چلے جائیں اور دربار کے افسران سے کہا کہ ''اگر آئندہ ایسی بے وقوفی کی تو اچھا نہیں ہوگا۔'' فخر عالم صاحب نے عرض کیا کہ وہاں جو لوگ بیعت سے پھر گئے تھے ان

کے لیے کیا حکم ہے؟'' حضرت نے فرمایا ''ان سب سے نئے سرے سے بیعت کی جائے اور جن لوگوں نے پچھلی بیعت قائم رکھی ہے ان سے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں ہے'' چنانچہ فخر عالم صاحب لکھنؤ پہنچے پھر وہی پہلے کی طرح لوگ حاضر ہونے لگے۔ بہت سے پہلے والے لوگوں سے نئے سرے سے بیعت لی اور سینکڑوں اور لوگ نیاز یہ سلسلے میں داخل ہوئے۔

# حضرت قبلہ نیاز بے نیازؒ کے افغانی خلفاء

## ملا جان محمد صاحب اور حافظ وزیر خواجہ صاحب

خلیفہ ملا جان محمد صاحب اور حافظ وزیر خواجہ صاحب حضور قبلہؒ کے خلیفہ تھے۔ یہ دو حضرات حضور قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آٹھ برس تک خانقاہ شریف میں قیام کیا۔ اس کے بعد حضور قبلہؒ نے فرمایا کہ بخارا جاؤ اور پھر واپس آؤ، چنانچہ بخارا گئے اور واپسی میں وزیر خواجہ نے بارہ دن اپنے گھر پر قیام کیا پھر دونوں خانقاہ شریف حاضر ہوئے اور بارہ سال تک خانقاہ شریف میں گزارے۔ اس کے بعد حضور قبلہؒ نے دونوں کو خلافت دی اور فرمایا کہ تم لوگوں نے میری اجازت کے بغیر بارہ دن اپنے گھر میں قیام کیا تھا اس لیے سزا کے طور پر تمہیں بارہ سال خانقاہ شریف میں قیام کروایا گیا۔ ملا جان محمد اور حافظ وزیر خواجہ رخصت ہو کر کابل پہنچے۔ ملا جان محمد صاحب نے کوچہ وزیر میں خانقاہ بنوائی اور وہیں قیام کیا۔

حافظ وزیر خواجہ نے شہر کابل میں کوچہ مردہ شویاں میں خانقاہ تیار کروائی اور وہیں قیام کیا۔ دونوں حضرات اللہ کی مخلوق (لوگوں) کو صحیح راستہ دکھانے اور ہدایت دینے کے کام میں مصروف ہو گئے۔

ملا جان صاحب کا معمول یہ تھا کہ ہر دن جو نذر نیاز آتی تھی اسے ایک جگہ جمع کرتے تھے۔ ہر شام نماز کے بعد بیس فلوس (کابل کا سکہ) نکال کر خانقاہیوں کے کھانے پینے کے خرچ کے لیے دے دیتے تھے اور باقی سنبھال کر رکھتے۔ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ حضور قبلہؒ بھی بیس روپیہ انہیں دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تمہارے خرچ کے لیے ہے۔ اس لیے تمام عمر وہ بیس روپیہ (فلوس) روز نذر میں سے خرچ کے لیے نکالتے تھے اور کہتے تھے اس سے زیادہ میرے لیے جائز نہیں ہے۔ یہ سرکار کی امانت ہے۔ اس میں سے کپڑے کی خریداری نہیں کرتے تھے۔ حضور قبلہؒ کے وصال کے بعد اپنی خانقاہ میں ہر سال حضور قبلہ کا عرس منعقد کرواتے۔ تیس چالیس روپیہ روز خرچ کرتے اور باقی کسی قابل اعتبار آدمی کے ہاتھ خانقاہ بریلی شریف بھجوادیا کرتے تھے۔ ان کی عمر سو سال کے قریب ہوئی۔ حافظ وزیر خواجہ نے بھی تمام عمر اپنی خانقاہ میں ہی قیام کیا۔ بہت سے لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ لیکن ان کی شان یہ تھی کہ انھوں نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ آخر میں اپنے بڑے بیٹے میر غلام حسن کو تعلیم دے کر خلافت دی۔

### خلیفہ سلطان محمد

یہ کشمیر کے رہنے والے تھے اور درزی کا کام کرتے تھے۔ انھوں نے کابل میں قیام کیا۔ تقریباً نوے سال کی عمر پائی اور بہت سے لوگوں کو تعلیم دی۔ آخر میں دیدار خداوندی کا اس قدر غلبہ ہوا، ہمیشہ محویت میں رہتے تھے اور کسی کو نہیں پہنچانتے تھے۔

### خلیفہ تیمور شاہ

ملا تیمور شاہ بہت بڑے ملاّ تھے۔ (یعنی پیری مریدی اور تصوف میں یقین نہیں رکھتے تھے) ایک مرتبہ حافظ وزیر صاحب سے بحث ہوئی۔ یہ بحث تین دن تک چلی۔

آخر تیمور شاہ قائل ہو گئے ۔حافظ وزیر کے مرید ہوئے ۔ بہت محنت اور ریاضت کی۔ آخر انھیں خلافت دی گئی اور شہر بدخشاں بھیجا گیا۔ان سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا۔ان کی مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

## خلیفہ نور محمد خاں کابلی اور خلیفہ غلام محمد حجام کشمیری

ان دونوں حضرات نے بہت سے لوگوں کو تعلیم دی اور ریاض کروایا۔دونوں کے مزاج میں بہت سوز اور گداز تھا۔

## خلیفہ غلام محمد بخاری

بہت زیادہ ریاض کرنے والے اور شوق اور ذوق رکھنے والے شخص تھے۔ بہت چلے کھینچتے تھے۔اس کے بعد انہیں خلافت عطا ہوئی۔

## خلیفہ ملا عبدالرحمٰن

ملا عبدالرحمٰن صاحب افغان نسل سے تھے اور شہر کورم کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے ملا تھے۔ بیعت کرنے کے بعد کئی سال خدمت کی۔ بہت ریاض کئے۔ بہت چلے کھینچے۔اس کے بعد خلافت عطا ہوئی۔ان کے ذریعہ بڑی تعداد میں لوگ نیاز یہ سلسلے میں داخل ہوئے۔کورم کے رہنے والے سب ہی لوگ جو پہلے شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ ملا صاحب کے فیض سے صوفی بن گئے۔ جب یہ کتاب (کرامت نظامیہ) لکھی گئی ہے،اس وقت ان کے مریدوں کی بہت بڑی تعداد کورم میں موجود تھی۔

## خلیفہ سید اعلیٰ

سید اعلیٰ صاحب کابل کے قورچاق نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔مرید ہونے کے بعد انھوں نے بہت ریاضت کی، بہت زیادہ چلّے کھینچے اور بہت سے لوگ

بڑے ذوق اور شوق کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، اور ان سے فیض حاصل کیا۔ جب حافظ وزیر خواجہ اپنے گھر چلے گئے تو انھوں نے اپنی خانقاہ خلیفہ سید اعلیٰ کو سونپ دی۔

## خلیفہ احمد علی شاہ قندھاری

احمد علی شاہ صاحب پہلے شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ اپنے مسلک کو پھیلانے کے لیے جگہ جگہ جاتے اور وعظ دیتے تھے ساتھ ہی مشائخوں پر ہنستے اور درویشوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ اکثر مشائخوں کا امتحان لینے کے لیے ان کے پاس جایا کرتے تھے، اسی مقصد سے حافظ وزیر خواجہ کے پاس آئے جیسے ہی حافظ وزیر خواجہ پر نظر پڑی ان کے قدموں پر گر گئے توبہ کی، اپنا مسلک چھوڑ دیا، مرید ہوئے۔ بہت جلد اپنی ریاضت سے اس مرتبے کو پہنچ گئے کہ خلافت عطا ہوگئی۔ جالندھر شہر میں خانقاہ بنوائی۔ ان سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا اور بہت لوگ نیاز یہ سلسلے میں داخل ہوئے۔

## خلیفہ لالہ شاہ محمد

لالہ شاہ محمد کابل کے رہنے والے تھے۔ عبادات میں بہت محنت اور ریاض کرتے تھے۔ شوق اور ذوق رکھنے والے شخص تھے۔ ایک مرتبہ حافظ وزیر خواجہ نے ان کے ہاتھ ایک پٹّو (ایک قسم کا اونی کپڑا) اور چار آبریشم کے رومال حضرت تاج الاولیا کی خدمت میں بطور نذر بھیجے۔ جب وہ خانقاہ شریف سے واپس کابل پہنچے تو حافظ خواجہ وزیر نے ان سے خانقاہ کا حال پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا ''تمام رات اور دن سوائے بندوق اور شکار کے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ ابھی ان کے منہ سے یہ لفظ نکلا ہی تھا کہ حافظ خواجہ وزیر کو جلال (بہت زیادہ غصہ) آ گیا۔ انھوں نے کہا ''تمہاری آنکھ دیکھنے کے قابل نہیں تھی۔ وہ بٹیر اور بندوق نہیں تھے۔ میں نے ناحق تمہیں وہاں بھیجا۔

میں نے تمھیں اس لیے وہاں بھیجا تھا کہ تم میرے پیروں کی زیارت کے بعد اور بھی قابل ہو جاؤ گے۔ تم تو آنکھوں کے اندھے ہو کہ تم پیروں کی زیارت کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ میری نظروں سے دور ہو جاؤ اور واپس نہ آنا۔ ساری محنت اور ریاضت تم نے برباد کردی۔ انھوں نے بہت معافی مانگی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ ان کو کیفیت حاصل ہوئی تھی وہ واپس لے لی گئی اور خلافت بھی واپس لے لی گئی اور انھوں نے کہا کہ "تم ہرگز اس کے لائق نہیں ہو۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے تمھیں پیروں کی خدمت میں بھیجا۔ لالہ شاہ نے بہت معذرت اور معافی مانگی لیکن حافظ وزیر صاحب کا غصہ اور بڑھتا ہی گیا۔

حضرت قبلہ نیازؒ بے نیاز کے مریدوں اور خلیفاؤں کی تعداد تقریباً آٹھ نو لاکھ تھی۔ ہندوستان اور سندھ کے علاوہ بخارا، کابل، مصر، روم اور شام میں بھی آپ کے خلیفہ موجود تھے اور نیازیہ سلسلے کا فیض جاری ہوا۔ دوسرے ملکوں میں ان گنت ایسے خلیفہ بھی تھے جن کا نام ونشان بھی لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ صرف کچھ خلیفاؤں کا ہی ذکر ملتا ہے۔ وہ خلیفہ جن کے نام معلوم ہیں، ان کی فہرست نیچے دی گئی ہے۔

## حضور قبلہؒ کے چند مشہور خلیفاؤں کے نام

(۱) مولانا و مرشدنا حضرت تاج الاولیا شاہ نظام الدین حسینؒ صاحب، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ نیازیہ۔

(۲) مولوی عبداللطیف خاں علوم سمرقندیؒ

(۳) سید احمد علیؒ صاحب شاہ آبادی

(۴) سید حشمت علی صاحب شاہ آبادی

(۵) مرزا اسد اللہ بیگؒ صاحب بریلوی

(۶) مولوی نعمت اللہ خاںؒ صاحب بخاری

(۷) شاہ جی شرف الدینؒ صاحب رودولوی

(۸) سید صاحب شاہ زادہؒ کشمیر، اجمیر شریف

(۹) سید ضیاء الدین خاںؒ صاحب

(۱۰) حافظ وزیر خواجہؒ صاحب کابل

(۱۱) عبد الرسولؒ صاحب کابل

(۱۲) مولوی محمد حسینؒ صاحب، مکہ معظّمہ

(۱۳) محمد عبد اللہ خاںؒ صاحب، شاہجہاںپور

(۱۴) مولا داد خاںؒ صاحب، شاہجہاںپور

(۱۵) میر محمد سمیعؒ صاحب بدخشانی

(۱۶) مولوی یار محمدؒ صاحب شہید، کابل

(۱۷) مسکین شاہؒ صاحب ولایتی، جے پور

(۱۸) حکیم رحیم اللہؒ صاحب، بچھڑانو

(۱۹) مولوی محمود عالمؒ صاحب بچھڑانو

(۲۰) بخش اللہ خاںؒ صاحب شاہ آبادی، ہردوئی

(۲۱) مولوی عبد الرحمٰنؒ خاں صاحب، جاورہ

(۲۲) مولوی عبد الرحمٰنؒ صاحب

(۲۳) غلام مولا خاں صاحبؒ اکبر آبادی، آگرہ

(۲۴) ملا عیوض محمدؒ صاحب بدخشانی

(۲۵) محمد کفایت اللہ خانؒ صاحب

(۲۶) محمد عثمان خانؒ صاحب وزیر خیلی، کابل

(۲۷) ملا جان محمدؒ صاحب اخوان، کابل

(۲۸) مولوی عبید اللہؒ صاحب، پکھیلی

(۲۹) حاجی ہاشمؒ صاحب دیوغابی، کابل

(۳۰) مخدوم عبد الشہیدؒ صاحب، یارقندی

# حضور قبلہ نیاز بے نیازؒ کی حیات طیبہ کے آخری دنوں کا مختصر بیان

حضور قبلہؒ کا معمول تھا کہ آپ رات کو بارہ بجے وضو کر کے پہلے تہجد کی نماز ادا کرتے۔ پھر اپنے تمام خاندانی وظیفے ختم کرتے، پھر بارہ تسبیح ضرب کی ادا کرتے۔ اس کے بعد ایک ضعیف خاتون جو آپ کی خدمت پر مقرر تھیں، انھیں اطلاع دی جاتی، وہ حاضر ہو کر آدھا ٹکڑا پان پیش کرتیں۔ آپ اسے منہ میں رکھ کر آنکھ بند کر لیتے اور اپنے شغل (وظائف) میں اس طرح مصروف ہو جاتے کہ لوگوں کو سونے کا گمان ہوتا۔ شروع کے شغلوں سے شروع فرماتے۔ تھوڑی تھوڑی دیر ہر شغل کو دہراتے یہاں تک کہ اپنے مقام میں کیفیت کے ساتھ مصروف ہو جاتے۔ جب صبح کی نماز کا وقت ہوتا تو آپ سنتیں پڑھتے، تھوڑی دیر رک کر فرض نماز ادا فرماتے اور پلنگ پر آرام کے لیے تشریف لے جاتے۔ موسم کے مطابق چادر یا ہلکی رضائی منہ پر ڈال کر آرام فرماتے۔ جب سورج اونچا ہو جاتا تو بیدار ہو جاتے۔ حقہ حاضر کیا جاتا۔ تھوڑی دیر حقہ پیتے۔ پھر ہاتھ دھو کر وضو کر کے باہر تشریف لاتے۔ یہاں طالبان (مریدین اور خلفاء) کا کام فرماتے۔ ایک دن حضرت تاج الاولیاءؒ نے عرض کیا کہ ''حضور اس

کمزوری کی حالت میں جو مقام ہے، اس میں آپ کو ضرب نفی اثبات، (ایک قسم کا شغل) اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔'' حضور قبلہؒ نے فرمایا ''سچ ہے مگر جب سے شیخ نے حکم دیا ہے، منع نہیں کیا، پھر میں کیسے چھوڑ دوں۔''

آپ وضو میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ رات دن میں جب بھی وضو ٹوٹتا، آپ فوراً دوبارہ وضو کر لیتے۔ حضرت تاج الاولیاؒ نے عرض کیا کہ ''حضور آپ کا جو مقام ہے اس میں پھر سے شروع کے اشغال (وظیفے) اور مشقیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' حضور قبلہؒ نے فرمایا ''میاں موت کا وقت بہت سخت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کانٹوں دار درخت پر باریک کپڑا ڈال کر ایک طرف سے کھینچا جائے اور اس کے تار تار ہو کر کھینچیں۔ یہی حالت ہے کہ روح جسم کے ہر رگ اور ریشے سے کھینچ کر آتی ہے۔ اس وقت اگر اس تکلیف سے پریشانی ہوئی تو ہم اپنی اس عادت سے جو عمر بھر سے پڑی ہے، یعنی شروع سے ہر شغل کو کرنا، اپنے اصلی مقام تک پہنچ جائیں گے۔''

## حیات طیبہ کے آخری زمانے کے چند کشف و کرامات

ایک مرتبہ حویلی کے پیچھے جو مکانات تھے ان میں آگ لگ گئی۔ آگ کے شعلے اڑ کر مکان کے چھپر پر گرتے تھے لیکن مکان کو آگ نہیں لگتی تھی۔ جب اس طرف کی آگ بجھ گئی تو دوسری طرف پرانی خانقاہ کے پیچھے آگ لگ گئی، ننھے میاں (حضرت سراج السالکین) خانقاہ میں تشریف لائے۔ مزار مبارک سے حضور قبلہ کی شکل ظاہر ہوئی اور فرمایا ''ننھے میاں (حضرت تاج الاولیا) سے کہہ دینا کہ اُس طرف کی آگ سے ہم نے مکان کو بچالیا، اس طرف کی آگ سے خانقاہ کو وہ بچالیں۔'' ننھے میاں صاحب نے حضرت تاج الاولیا سے ذکر کیا جو حضور قبلہ نے فرمایا تھا۔ حضرت تاج الاولیا نے فرمایا،

’’جن کی خانقاہ ہے وہ آپ بچالیں گے، ہم کو کیا فکر ہے۔‘‘ اور آگ بجھ گئی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، گرمی کے دنوں میں حضور قبلہؒ عموماً کرتا اتار کر آرام فرمایا کرتے تھے۔ اتفاقاً بریلی شریف میں ایسی آگ لگی کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلتی چلی گئی۔ جب آگ محلّہ خواجہ قطب پہنچی تو حضرت تاج الاولیا جو اس وقت کم عمر بچے تھے، دوڑتے ہوئے آئے اور آپؒ کو آگ لگنے کی اطلاع دی۔ آپ اسی طرح بغیر کرتے کے باہر تشریف لائے۔ امیر علی خاں رسال دار جو گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے ان کے گھوڑے چھپر کے نیچے بندھے پاؤں مار رہے تھے اور سائس انھیں کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ انھوں نے حضور قبلہؒ کو دیکھا تو سائس سے کہا ’’رہنے دو۔ حضرت کو بچانا ہوگا تو وہ بچالیں گے ورنہ یوں ہی جلنے دو۔‘‘ ان کے اتنا کہنے پر حضور قبلہؒ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ نظر اٹھاتے ہی وہ آگ دوسری طرف لوٹ گئی۔ خانقاہ صاحب کے چھپر کا ایک کونہ جلا تھا، وہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرے دن حضرت تاج الاولیاؒ نے حضور قبلہؒ سے پوچھا ’’آپ نے کیا پڑھا تھا، ہمیں بھی بتا دیجئے، جس سے آگ بجھ گئی تھی۔‘‘ آپ نے جواب دیا ’’پڑھنا کیا تھا سمندر بن کر ایک چھینٹا مارا، فوراً بجھ گئی۔ حضرت تاج الاولیاؒ نے فرمایا ’’سبحان اللہ! سمندر بننا کوئی آسان کام ہے! یہ تو آپ ہی کی شان ہے۔‘‘

ایک مرتبہ ایک عیسائی پادری حضور قبلہؒ سے ملنے آیا۔ اس وقت آپ عبادات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پادری آکر چبوترے پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ حضور قبلہ کو اطلاع دی گئی کہ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے اس طرف دیکھا کہ اتنے میں خانقاہ کے دروازے سے روشنی کے ایک شعلے کی لپٹ اندر آئی جسے دیکھ کر پادری بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ چلایا کہ ’’ہم مرے جاتے ہیں، ہمیں یہاں سے

ہٹادو۔''لوگوں نے اسے خانقاہ سے باہر لاکر ڈال دیا۔ بعد میں لوگوں نے حضور قبلہ سے پوچھا کہ ''حضرت یہ کیا تھا؟'' آپؒ نے فرمایا میں نے خود حضرت عیسیٰؑ کو گفتگو کے لیے بلا لایا تھا۔ صرف ان کی مقدس روح کو دیکھ کر ہی اس کا یہ حال ہوگیا کہ برداشت نہیں کرسکا۔''

ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے صاحب زادوں میں سے ایک صاحب نے حضور قبلہؒ حضرت نیازؒ بے نیاز سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنی اصلی صورت دکھا دیجئے۔ آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ ''میری یہی صورت ہے جو آپ دیکھتے ہیں'' لیکن ان صاحب کا اصرار بڑھا اور انھوں نے کہا کہ ''میں محبوب الٰہی کے آستانے کا خادم ہوں''۔ حضور قبلہؒ خاموش ہوگئے۔ تیسرے روز حضور قبلہؒ تشریف لائے۔ اس وقت ان صاحب زادے صاحب کے سوا کوئی نہیں تھا۔ آپؒ نے فرمایا ''صاحب زادے صاحب مکان کا دروازہ بند کردیجئے۔'' صاحب زادے صاحب دروازہ بند کرنے گئے۔ جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ حضور قبلہؒ کی شکل کے تین صاحب بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر صاحب زادے صاحب پر ہیبت طاری ہوگئی۔ کھڑے کے کھڑے رہ گئے، اور پسینہ پسینہ ہوگئے۔ ان پر کپکپی طاری ہوگئی۔ آپؒ نے فرمایا، ''آؤ صاحب'' یہ کہتے ہی دو صورتیں غائب ہوگئیں اور صرف ایک باقی رہی۔ جب وہ آکر بیٹھے تو حضور قبلہؒ نے فرمایا ''آپ تو صورت مثالی دیکھنے کے بھی متحمل نہیں ہوئے اصلی صورت دیکھنے کے کیسے متحمل ہوں گے۔''

اسی طرح ایک مرتبہ خلیفہ بخش اللہ صاحب نے بھی یہی فرمائش کی تھی۔ حضور قبلہؒ نے اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا تو چہرہ سورج کی طرح روشن ہوگیا اور کسی کو دیکھنے کی طاقت و ہمت نہیں رہی۔ بخش اللہ خاں صاحب بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

CamScanner

جب ہوش آیا تو حضور قبلہؒ نے فرمایا ''بھائی اس سے زیادہ نہیں۔''

ایک مرتبہ حضور قبلہؒ حضرت نیاز بے نیاز کو سماع (قوالی) میں ایک حالت طاری ہوئی آپ نے اسی حالت میں قوالوں کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔منشی علی بخش اور نبی بخش جو آپ کے خادم تھے۔انھوں نے آپ کو ہاتھوں پر لے کر روکنا چاہا۔اس وقت آپ کے تمام جسم کا وزن گلاب کے پھول کی طرح ہلکا معلوم ہوتا تھا۔منشی علی بخش نے زور سے آواز دے کر کہا'' دیکھو یاروں، حضرت کا جسم کیسا ہلکا ہے۔کچھ لوگوں نے بڑھ کر ہاتھوں پر لیا۔کسی نے آپ کا وزن پھول سے زیادہ بھاری نہیں پایا، اور جو بھی ہاتھ لگاتا تھا اس پر بھی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔مولوی عبداللطیف صاحب اور خلیفہ میر محمد سمیع صاحب نے، جو حضور کے بڑے خلیفہ تھے، وہ دوڑے اور کہا کہ'' یاروں تم اس حالت میں حضرت شیخ کی کیفیت خراب کر رہے ہو۔'' ان کے کہنے کے بعد حضور قبلہؒ کو مسند پر بٹھا دیا گیا اور یہ کیفیت دیر تک قائم رہی۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور قبلہؒ پر کیفیت طاری ہوئی۔آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔اسی وقت بوندا باندی شروع ہوگئی۔حضور قبلہؒ نے آسمان کی طرف دیکھا، بارش رک گئی۔ جب تک کیفیت طاری رہی، بارش رکی رہی، حالانکہ ایسا لگتا تھا کہ بارش برسنے کو تیار ہے، جب حضور قبلہؒ پر جو کیفیت تھی وہ ختم ہوگئی تو بارش شروع ہوگئی اور اتنا پانی برسا جس کی کوئی حد نہیں۔

ایک مرتبہ قوالی کے دوران عشقیہ اشعار سن کر حضور قبلہؒ کو کیفیت شروع ہوئی۔ اسی کیفیت میں آپ نے پانی مانگا۔ جب پانی آیا تو آپ نے پانی پی کر پھونک ماری اور پانی دھواں بن کر اڑ گیا۔اس دن اسی طرح حضور قبلہؒ نے تقریباً ایک گھڑا پانی پیا اور دھواں بن کر اڑ گیا۔

CamScanner

آخر عمر میں حضور قبلہؒ حضرت نیازؒ بے نیاز پر فالج کا حملہ ہوا۔ ایک دن خلیفہ شاہ نور حسین صاحب حضور قبلہؒ سے ملنے آئے اور آپ کو اس حالت میں دیکھ کر انہیں بہت صدمہ ہوا۔ حضور قبلہؒ نے ان سے فرمایا ''دروازہ بند کرلو۔'' اس کے بعد حضور قبلہؒ نے فرمایا اپنا ہاتھ آگے لاؤ۔ جس ہاتھ پر فالج کا اثر تھا اس ہاتھ سے خلیفہ صاحب سے پنجہ لڑایا اور تندرستوں کی طرح ان سے ہاتھ ملایا۔ پھر بغیر کسی سہارے کے آپ چارپائی سے اٹھے اور صحن میں ٹہلنے لگے۔ دو چار پھیرے کیے۔ اس کے بعد لیٹ گئے اور وہی حالت ہوگئی کہ ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا ''ہمارے درد بہت ہے۔''

وصال سے پہلے حضرت مولانا محمد فخر الدینؒ جو حضور قبلہ کے پیر تھے، ان کی فاتحہ کے وقت آپ نے فرمایا کہ ''ہمارا جی چاہتا ہے کہ آج کا فاتحہ میں روٹی بھی رکھی جائے۔'' آپ کے حکم کے مطابق روٹیوں کا ایک خوان (تھالی) بھی رکھا گیا۔ فاتحہ کے بعد آپ نے فرمایا ''کہ بتاشوں کے ساتھ روٹی بھی تقسیم کرو''۔ منشی علی بخش نے عرض کیا ''حضور خانقاہیوں کے لیے پانچ چھ سیر آٹے کی روٹی پکی ہے جب کہ اس وقت خانقاہ شریف میں کئی ہزار لوگ جمع ہیں۔'' آپ نے اپنی چادر دی اور کہا۔ اس سے سب کھانے کو ڈھانک دو اور اس کے نیچے سے روٹی نکال کر لانا شروع کرو۔'' حکم کے مطابق روٹیاں تقسیم کی گئیں۔ تمام عرس پر آنے والے حاضرین کو روٹیاں تقسیم کردی گئیں اور حضور قبلہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا ''جو خانقاہی ہیں ان کو بھی کھلا دو۔'' جب وہ بھی پیٹ بھر کے کھا چکے تو آپ نے اپنی چادر واپس منگوالی۔ جب چادر کو اٹھایا گیا تو دیکھا کہ اتنا ہی سالن اور اتنی ہی روٹیاں موجود تھیں جتنی تقسیم سے پہلے تھیں یہ حضور قبلہؒ کی کھلی کرامت تھی۔

CamScanner

ایک اور پرانا واقعہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔حضور قبلہؒ کو علم نجوم (جیوتش ودیا) میں بھی کمال حاصل تھا۔جس زمانے میں آپ دہلی میں تشریف رکھتے تھے،ایک شخص نے آپ سے نجوم سیکھا تھا۔پھر آپؒ بریلی شریف تشریف لے آئے۔ایک مرتبہ جب آپ دہلی گئے ہوئے تھے۔وہ صاحب جنھوں نے آپ سے نجوم سیکھا تھا،روز آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ایک دن انھوں نے حضور قبلہؒ سے عرض کیا کہ حضور میری ایسی حالت نہیں ہے کہ میں حضور کی دعوت کرسکوں۔کل جو کہیں سے کھانا آئے اسے میری طرف سے دعوت سمجھ کر قبول کیا جائے۔آپ نے فرمایا سبحان اللہ دعوت کوئی کرے اور وہ دعوت آپ کی سمجھی جائے۔خیر، یہ بتاؤ کہ وہ کیا کیا کھانا ہوگا اور کس وقت آئے گا،انھوں نے عرض کیا۔اتنے پیالے قورمے کے ہوں گے،جن کی رنگت ایسی ہوگی اور اس میں اس قسم کے پھول پتے ہوں گے۔اور اس رنگت کی اتنی رکابیاں پلاؤ کی ہوں گی اور اتنی رکابیاں متنجن کی ہوں گی۔اتنی ڈھیریاں باقر خانی کی ہوں گی۔اتنے برتن فلاں فلاں چیز کے ہوں گے جن کی رنگت ایسی ہوگی۔جب دوسرا دن ہوا تو حضور قبلہ نے ان صاحب سے فرمایا ''لو دس بج گئے اور کھانا ابھی تک نہیں آیا۔انھوں نے گھڑی دیکھی اور عرض کیا ''ابھی دس بجنے میں دس منٹ باقی ہیں'' غرض جب دس بج گئے تو حضور قبلہ کے فرمایا کھانا نہیں آیا'' ان صاحب نے عرض کیا ''حضور کھانا آچکا ہے۔لوگ پتہ پوچھتے پھر رہے ہیں کہ بریلی شریف سے جو میاں صاحب آئے ہیں وہ کہاں ٹھہرے ہیں۔کھانا فلاں فلاں بیگم صاحب کی طرف سے آیا ہے۔'' غرض کھانا آگیا اور دیکھا تو جو جو چیزیں انھوں نے بتائی تھیں اور جس جس رنگ کی بتائی تھیں، بالکل ویسی ہی تھیں۔'' اس واقعے کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم نجوم میں جب آپ کے طالب علم کو یہ کمال حاصل تھا تو آپ کا کمال کس درجے کا ہوگا۔

CamScanner

# وصال حضرت نیازؔ بے نیازؒ

وصال سے پہلے حضرت نیازؔ بے نیازؒ پر محویت اور ڈوبے رہنے کی کیفیت اس قدر طاری تھی کہ دن رات میں کسی وقت ہوش نہیں ہوتا تھا۔ اس کے باوجود خلیفاؤں اور مریدوں کو یہ تاکید تھی کہ ''ہم سے نماز پڑھوالیا کرو''۔ حکم کی تعمیل میں لوگ نماز کے وقت آپ کو ہوشیار کرتے، آپ کیفیت سے باہر آتے اور نماز کی نیت باندھتے اور پھر اسی کیفیت میں ڈوب جاتے۔ اسی طرح جب نماز ختم ہوجاتی تو لوگ کہتے، حضور نماز ختم ہوگئی، تو آپ فرماتے۔ ''الحمد للہ علی ذالک''۔

جب کھانے کا وقت ہوتا تو خادم عرض کرتے کہ کھانا تیار ہے۔ لیکن کچھ سنوائی نہیں ہوتی۔ وجہ غالباً یہ تھی کہ جس روحانی غذا سے آپ سرشار تھے اسے چھوڑ کر مادّی غذا (روٹی) کی طرف رغبت ختم ہوگئی تھی۔ خلیفہ طرح طرح کی ترکیبیں کرتے مختلف غزلوں کے وہ اشعار سناتے جن میں ہجر اور وصال کا مضمون باندھا گیا تھا۔ اس کو سننے سے آپ کی حالت میں تبدیلی ہوتی اور آپ فرماتے۔ ''خراب کردیا۔ خراب کردیا''
اس وقت خادم ایک نوالہ منہ میں دے دیتا۔ کبھی نوش فرما لیتے اور کبھی منہ میں ہی رہ

جاتا۔ اس طرح بڑی مشکل سے چند نوالے کھلائے جاتے۔ کبھی کبھی کچھ ایسے الفاظ بھی منہ سے ادا ہوتے ''می ایم، می ایم'' (میں آرہا ہوں، میں آرہا ہوں) ایک دن حضور قبلہؒ کچھ ہوشیار تھے تو سلامت اللہ خاں صاحب نے پوچھا، ''حضور کہاں سے آرہے ہیں'' آپؒ نے فرمایا ''مقامے دارم'' (میں ایک مقام رکھتا ہوں)۔ وصال کے وقت تک یہی حالت طاری رہی کہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ کسی کا نام بھی نہیں لیتے تھے۔ حضرت تاج الاولیاؒ کو بلانا ہوتا تو سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ لیتے۔ خادم سمجھ جاتے اور حضرت تاج الاولیا کو بلا لاتے۔ اگر سلامت اللہ خاں صاحب کو بلانا ہوتا تو زبان پر انگلی رکھ دیتے، سلامت اللہ خاں صاحب اکثر گھر سے چٹنی بنوا کر لاتے اور نذر کرتے تھے۔ لوگ سمجھ جاتے کہ کس کی طرف اشارہ ہے۔ وصال سے پہلے ہوشیار ہوگئے تھے۔ مخدوم جی سے فرمایا کہ ''اس وقت سختی بہت ہے۔'' انھوں نے پوچھا ''حضور کیا بات ہے'' آپ نے فرمایا ''میں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا تھا کہ میرے سلسلے کے تمام مریدین کی جاں کنی (جاں نکلنا) کی تکلیف مجھ پر کرلی جائے اور ان کو بری کردیا جائے۔ یہ دعا مقبول ہوئی اس کو بھگت رہا ہوں۔''

خلیفہ شاہ فضل کریم کا بیان ہے کہ وصال کے دن حضور قبلہؒ کو غشی طاری ہوئی۔ یکا یک حضور نے دونوں ہاتھ پھیلا لئے۔ جو خلیفہ اس وقت حاضر تھے انھوں نے کہا ''دوستوں یہی وقت ہے اپنی اپنی قسمت آزمانا چاہیے۔ چنانچہ ہر ایک باری باری آپ کے قریب گیا۔ لیکن ہاتھ اسی طرح پھیلے رہے۔ آخر میں حضرت تاج الاولیاء سجادہ نشینؒ قریب آئے۔ حضور قبلہؒ نے دونوں ہاتھوں سے انھیں لے کر سینہ مبارک سے لگالیا اور وہ تمام چھپے ہوئے معرفت کے خزانے جو آپ کے سینہ مبارک میں محفوظ تھے اپنے فیض سے حضرت تاج الاولیا کو منتقل کردیئے۔ حضرت تاج الاولیا اس فیض سے

CS CamScanner

بے ہوش ہو گئے اور اسی حالت میں حضور قبلہؒ کا وصال ہو گیا۔

اس فیض کے اثر سے حضرت تاج الاولیا کو ایسی بے ہوشی طاری ہوئی کہ وہاں موجود لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ خدانخواستہ آپ بھی حضور قبلہؒ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ایک صدمہ تو تھا ہی کہیں دوسرا صدمہ نہ جھیلنا پڑے۔ لوگوں نے آپ کو حضور قبلہؒ کے سینہ مبارک سے الگ کرنا چاہا لیکن حضور قبلہؒ کے ہاتھ الگ نہیں ہوئے۔ خلیفاؤں میں سے کسی نے کہا ''تم لوگ انہیں الگ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ جب فیض پہنچنا مکمل ہو جائے گا تو ہاتھ خود ہی ڈھیلے ہو جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ تھوڑی دیر میں ہاتھ خود بخود الگ ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت تاج الاولیا کو اٹھا کر دوسری چارپائی پر لٹا دیا، کافی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا۔

حضور قبلہ حضرت نیازؒ بے نیاز کا وصال ۶/ جمادی الثانی 1250 ہجری بمطابق 1834ء کو ہوا۔ جمعہ کا دن تھا اور عصر کی نماز کے بعد کا وقت تھا۔ اسی دن رات نو اور دس بجے کے درمیان خانقاہ شریف میں تدفین ہوئی۔

حضور قبلہؒ کے وصال کے وقت آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت تاج اولیا شاہ نظام الدین حسین سجادہ نشین خانقاہ نیازیہ کی عمر سولہ سال پانچ مہینے تھی۔ آپ کے چھوٹے صاحب زادے شاہ نصیر الدین حسینؒ کی عمر چھ سال تھی۔ وصال سے پہلے خلیفہ مولوی عبید اللہ صاحبؒ نے مصلحت کے تحت صاحب زادے شاہ نصیر الدین حسینؒ کو ملا عبدالستار کے کندھے پر سوار کر کے اشرف خاں بانکے کی چھاؤنی میں میر بشارت علی مرحوم کے یہاں بھیج دیا تھا۔

حضور قبلہؒ قطب عالم مدار اعظم نیازؒ بے نیازؒ نے اپنے دفن کی جگہ وصال سے پہلے ہی طے کر دی تھی۔ جس دن تدفین ہوئی اس رات کو بارش ہوئی۔ قبر مبارک کچی

تھی۔ پانی نے اندر سوراخ کر دیا۔ صبح جب مولوی عبیداللہ صاحبؒ فاتحہ پڑھنے آئے تو دیکھا کہ پانی نے سوراخ کر دیا ہے۔ آپ نے سوراخ میں ہاتھ ڈالا اور حضرتؒ کے پاؤں کو چھوا۔ خلیفہ اسداللہ بیگ ناراض ہونے لگے کہ مولوی صاحب کیا کرتے ہو۔ حضور قبلہؒ کی قبر بہت گہری کھودی گئی تھی اور آپ کا جسم مبارک ایک بانس کی گہرائی میں رکھا گیا تھا۔'' مولوی صاحب نے کہا ''تمہارا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ دیکھو میں نے حضور قبلہؒ کے پاؤں کو چھوا ہے اور چھونے سے میرے ہاتھ میں مشک کی خوشبو آرہی ہے''۔ وہ خوشبو مولوی صاحب نے ہاتھ میں ایک مہینے تک آتی رہی۔ اس کے بعد مزار شریف پکا کروادیا گیا۔

مظہر حسین خاں صاحب چابک سوار جو شہر بریلی کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ان کی خالہ جو خواجہ حسین خاں کی بیوی تھیں، ان کا بیان ہے کہ ایک غیر ملکی شخص کابل سے چل کر بریلی شریف پہنچا۔ ابھی شہر میں داخل نہیں ہوا تھا کہ قلعہ کی ندی پر ایک صاحب نے اس سے پوچھا کہ ''تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جاتا ہے؟'' اس نے جواب دیا ''میں کابل سے مولانا شاہ نیاز احمد صاحب سے بیعت ہونے کے لیے آیا ہوں اور انہیں کی خدمت میں جارہا ہوں۔'' ان صاحب نے فرمایا ''جن کے پاس تم جارہے ہو وہ نیاز احمدؒ میں ہی ہوں۔'' آپ نے اسے بیعت کیا اور فرمایا ''تم خانقاہ چلو میں ابھی آتا ہوں۔'' غرض جب وہ کابلی خانقاہ شریف پہنچا تو دیکھا کہ حضور قبلہؒ کے سوئم کی فاتحہ ہو رہی تھی۔ یہاں آکر اسے معلوم ہوا کہ حضور قبلہؒ تو وصال فرما گئے اور آپ نے مجھے بعد وصال بیعت فرمایا۔'' یہ واقعہ اس نے تمام حاضرین کے سامنے بیان کیا۔

CamScanner
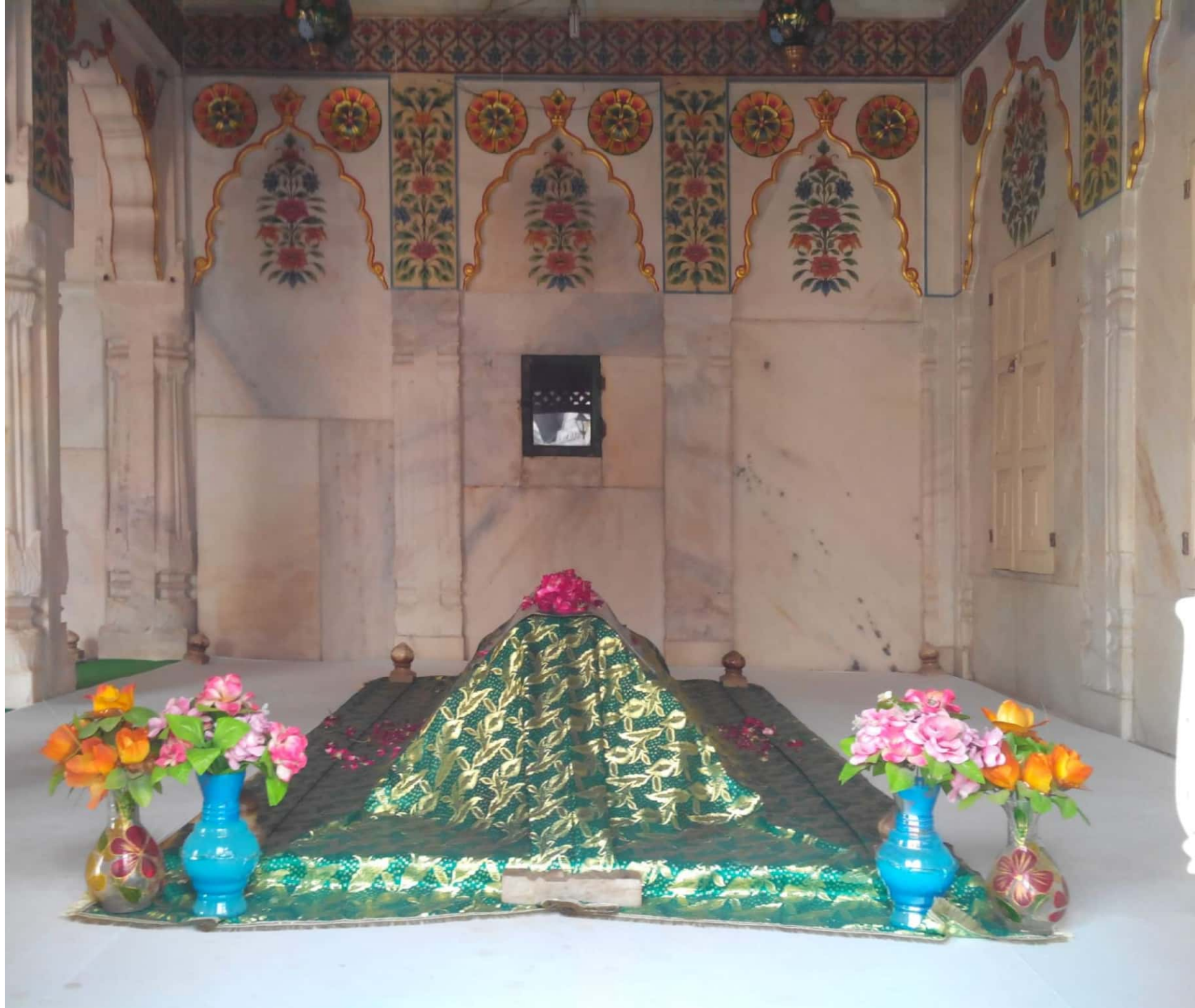
# حضرت تاج الاولیا شاہ نظام الدین حسینؒ قادری وچشتی ونیازی رحمۃ اللہ

حضرت تاج الاولیا شاہ نظام الدین حسینؒ کی پیدائش صفر کے مہینے کی پہلی تاریخ کو بدھ کے دن ۱۲۳۴ ہجری مطابق 1819ء کو ہوئی۔ حضور قبلہ حضرت نیاز بے نیاز نے کانوں میں اذان اور تکبیر کہی اور کچھ خاندانی الفاظ بھی کہے۔ اس کے بعد ماں کی گود میں دیا۔ جب آپ کی عمر نو مہینے کی تھی تو آپ کو خانقاہ شریف میں لایا گیا۔ اس وقت خانقاہ نیازیہ میں ۶۵ لوگ موجود تھے۔ یہ سب خلفاء یا مریدین تھے اور ان میں سے ہر ایک باکمال تھا۔ حضرت تاج الاولیا انھیں کی گود میں پرورش پانے لگے۔ صرف دودھ پلانے کے لیے اور رات کو سونے کے لیے اندر زنان خانے میں لے جایا جاتا۔ باقی وقت مریدین اور حضور قبلہؒ آپ کو کھلاتے اور آپ ان کے ہر شغل اور وظائف کے جلسوں میں شریک رہتے۔ ان میں زیادہ تر خلیفہ و مریدین ایران اور کابل کے رہنے والے تھے جو تعلیم کی غرض سے خانقاہ عالیہ میں رہ رہے تھے۔ اسی کا اثر تھا کہ تاج الاولیا نے جب بولنا شروع کیا تو فارسی میں بات کرنا شروع کیا۔ جب آپ کی عمر چار

CamScanner

سال ہوئی تو ایک دن آپ ریت سے کھیل رہے تھے۔ سامنے سے حضور قبلہ کے مرید اور بڑے مرتبے کے بزرگ سلامت اللہ خاں صاحب آئے۔ انھوں نے صاحب زادے کو سلام کیا اور کہا ''میاں آپ ریت سے کھیل رہے ہیں۔'' یہ سن کر آپؒ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا ''ابھی تو ہماری عمر یہی چاہتی ہے۔'' جب آپ کی عمر پانچ سال کی تھی تو کوئی آپ کو گلی سے اٹھا کر لے گیا۔ بہت تلاش کیا لیکن پتہ نہیں چلا۔ تیسرے دن حضور قبلہؒ نے فرمایا کہ ''کمپوصدر بازار کے آگے ٹکٹیا ندی کے کنارے تلاش کرو۔'' لوگ وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خانہ بدوش (بنجارے) کے ڈیرے کے سامنے بیٹھے ہیں۔ اپنے آدمیوں کو دیکھا تو ہنسنے لگے اور فرمایا ''میں تھوڑی دیر میں جاتا تھا حضرتؒ نے بلایا ہوگا۔ بنجاروں کی عورتوں نے کہا کہ اگر آج آپ تلاش کرتے ہوئے نہ آتے تو دو پہر کو ہم یہاں سے چلے جاتے اور بچہ آپ کو کبھی نہ ملتا۔ یہ لوگ قوم کے بلوچ تھے اور مسلمان تھے۔

اس کے بعد حضور قبلہؒ نے یہ معمول رکھا کہ ہر رات آپ کو اپنے سامنے بٹھا لیتے اور ماتھے سے ماتھا ملا دیتے۔ تھوڑی دیر میں آپؒ (حضرت تاج الاولیاء) سو جاتے۔ دو گھنٹے کے قریب آپ حضور قبلہؒ کے پاس ہی سوتے رہتے آپؒ انہیں دیکھتے رہتے پھر آپ کسی کابلی مرید کو حکم دیتے کہ وہ آپ کو گود میں اٹھا کر گھر پہنچا دے۔ (یہ آپ کا سونا نہیں تھا بلکہ حضور قبلہؒ کی توجہ سے ایک قسم کی محویت تھی)۔ جب آپ نو برس کے ہوئے تو حضور قبلہؒ نے فرمایا ''میاں ہم تم کو ایک چیز بتلائیں۔ بھلا اس کو کرتو لاؤ۔'' اور حضور قبلہؒ نے شغل درود تعلیم فرمایا اس دن جمعرات تھی اور ہر جمعرات کو شام کو قوالی ہوا کرتی تھی۔ آپ کو قوالی میں رقت (رونا) شروع ہوئی۔ مولوی عبداللطیف صاحب جو حضور قبلہؒ کے خلیفہ تھے، انھوں نے چاہا کہ گود میں لے لیں

کہیں چوٹ نہ لگ جائے۔آپ کو چھونے سے مولوی صاحب کو بھی وجد ہونے لگا اور آپ کو زیادہ دیر گود میں نہ لے سکے۔مخدوم عبدالشہد صاحب جو حضور قبلہؒ کے خاص خلیفہ تھے، انھوں نے دوڑ کر گود میں لیا تو انہیں بھی وجد ہونے لگا اور اسی حالت میں قوالی کی مجلس ختم ہوئی۔

ایک دن زنان خانے میں حضور قبلہؒ آپ سے قرآن مجید سن رہے تھے۔ایک بڑی بی آئیں اور کہا ''سبحان اللہ اس بچے نے کیا آواز پائی ہے کہ دل پر اثر ہوتا ہے۔'' اس بڑی بی کی نظر لگ گئی اور آپ بے ہوش ہو گئے۔حضور قبلہؒ نے بہت دیر تک آپ پر توجہ رکھی۔پڑھتے اور دم کرتے رہے۔تب آپ کو ہوش آیا۔

بعد میں آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ اکثر شاغلین (حضور قبلہ کے خلیفہ جو ذکر و عبادت کرتے تھے) کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔

جب آپ کی عمر گیارہ سال کی ہوئی تو حضور قبلہؒ نے آپ کو چلہ کھینچنے کا حکم دیا۔ یہ چلہ حافظ رحمت خاں کے مقبرے میں تھا جو بریلی شریف میں دریا کے کنارے تھا۔ وہ بہت ہی وحشت ناک جگہ تھی۔آپ نے اس چلے کا حال اس طرح بیان فرمایا کہ ''ایک دن میں اندھیرے مکان میں بوریئے پر بیٹھا تھا اور اپنا شغل (عبادت) کر رہا تھا کہ مجھ کو خبر ہوئی کہ ایک کالے سانپ کا سر میرے سینے تک پہنچ گیا ہے۔مجھے خیال آیا کہ اگر میں ہلتا جلتا ہوں تو یہ مجھ کو کاٹ لے گا۔اس لیے سکون سے بیٹھا رہا۔ جب وہ گزر گیا تو بانس کا ایک ٹکڑا جو اسی مقصد سے وہاں رکھا گیا تھا اس سے کھٹکھٹایا۔ سانپ بھاگ گیا۔اس رات مجھے تمام رات نیند نہیں آئی''۔حضرت فرماتے تھے کہ دوسری رات بارہ بجے کے بعد آپ پاخانے جانے کے لیے حجرے کے باہر نکلے تو آپ نے دیکھا کہ ایک سانپ جو تقریباً بارہ گز لمبا تھا، چاندنی میں کھڑا ہوا کھا رہا تھا۔

آپ واپس حجرے (کمرے) میں واپس آ گئے۔ چلّے میں ابھی دو روز باقی تھے۔ پچھلے رات کو آپ لیٹے ہوئے شغل فرما رہے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ ''میرے سینے سے ایک روشنی آگ کی طرح نکلی جس کی چوڑائی بارہ گرہ (ایک فٹ) کے قریب تھی اور آسمان کی طرف جانے لگی۔ وہ روشنی برابر نکلتی رہی پھر میں نے دیکھا کہ میں اپنے جسم سے علیحدہ ہوگیا۔ میں ڈر گیا اور بہت کمزوری محسوس کرنے لگا۔ اگلی صبح اپنے لیے کھچڑی بھی نہ پکا سکا اور نہ غسل کے لیے ندی سے پانی لا سکا۔ اس دن روزے پر روزہ رکھا۔ دوسری رات بھی یہی حالت ہوئی اور پھر روزے پر روزہ رکھا۔ تیسرے دن حضور قبلہؒ پالکی میں سوار ہوکر تشریف لائے اور خادموں سے کہا کہ ''میاں کو لاؤ''۔ دو خلیفہ بغلوں میں ہاتھ دے کر بڑی مشکل سے آپ کو لائے۔ حضور قبلہؒ نے فرمایا ''پالکی میں سوار کروادو۔'' حضرت نے کہا ''چلے کا ابھی ایک دن باقی ہے۔'' حضور قبلہؒ نے فرمایا ''چلہ پورا ہوگیا اب کچھ نہیں بچا۔'' اور اپنے ساتھ مکان پر تشریف لے آئے۔

پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ ذرا طاقت آتی اور پھر چلہ کھینچنے کا حکم مل جاتا۔ اب حضرت کو بھی عادت ہوگئی تھی۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ''پھر مجھے ایسی تکلیف نہیں ہوئی۔''

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ کم عمر تھے تو ایک دن حضور قبلہؒ کے خلیفاؤں، مخدوم عبدالشہید بدخشانی مولوی عبداللطیف خاں اور مولوی عبداللہ بدخشانی حضرت تاج الاولیاءؒ کو لے کر دریا کی سیر کے لیے قلعے کی طرف گئے۔ واپسی پر مخدوم صاحب نے حضور قبلہؒ کو بتایا کہ ''آج صاحب زادے اڑنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اگر ہم نے پکڑ نہ لیا ہوتا تو ضرور گر پڑتے۔'' حضور قبلہؒ نے فرمایا ''ایسا ضرور ہوتا اگر نہ پکڑتے تو چوٹ تو نہ لگتی۔''

چلہ کشی کے بعد حضور قبلہؒ نے آپ سے فرمایا کہ ''میاں چلے تو تم کرتے ہو

تھوڑی سی محنت سے خاندانی وظیفے کی بھی زکوٰۃ دے دو تو بہتر ہے۔" حضور قبلہ کے کہنے کے مطابق آپ نے کئی وظیفوں کی زکوٰۃ دینے کا ارادہ کیا۔ کچھ وظیفوں کے لیے حضور قبلہؒ نے فرمایا "اس کی زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں ہے میں اپنی زکوٰۃ تم کو بخشتا ہوں۔ لیکن زکوٰۃ کی پوری تیاری ہوچکی تھی اس لیے زکوٰۃ ادا کردی گئی۔ چلے اور خاندانی وظیفوں کے بعد ایک روز حضور قبلہؒ نے فرمایا "میاں تمہاری عمر اب تیرہ سال ہوگئی ہے۔، اس لیے مناسب ہے کہ اب تم سلسلہ عالیہ میں داخل ہوجاؤ۔" چنانچہ حضور قبلہؒ نے نکتیاں تیار کرنے کا حکم دیا اور حضرت تاج الاولیاء سے کہا کہ "دو رکعت نماز تحیۃ الوضوادا کرو۔ پھر حکم دیا کہ دو رکعت شکرانے کے ادا کرو" اس کے بعد حضور قبلہؒ آپ کو الگ لے گئے، بیعت کیا اور خاندانی دعائیں پڑھوائیں۔ یہ وہ دعائیں ہیں جو ان کو پڑھائی جاتی ہیں جن کو اپنا سجادہ نشین مقرر کرنے کا ارادہ ہو۔ اس کے بعد خانقاہ میں شیرینی تقسیم کی گئی اور مبارکبادیں دی گئیں۔ اس کے بعد حضور قبلہؒ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ "طالبین (جو تعلیم حاصل کررہے تھے) کو لے کر بیٹھا کرو اور توجہ دیا کرو۔" روز شام کو حضور قبلہؒ ملاحظہ فرماتے کہ آج ان کی توجہ نے کتنا اثر کیا اور کام کیا۔ جب آپ کی عمر پندرہ سال ہوئی تو نگاہ میں ایسی تاثیر پیدا ہوچکی تھی کہ کیسا ہی آدمی ہو آپ کی نظر کی تاب نہیں لاسکتا تھا اور لوٹنے لگتا تھا اور چلاتا تھا کہ "ہائے جل گیا۔"

ظاہری تعلیم حضرت نے مولوی عبیداللہ صاحب بدخشانی اور مخدوم عبدالشہید صاحب بدخشانی سے حاصل کی اور تصوف کی تعلیم اپنے والد ماجد حضور قبلہ نیاز بے نیاز سے حاصل کی۔ حضور قبلہؒ نے دوسرے سب ہی مریدوں کی تعلیم حضرت کے سپرد کردی تھی اور یہ کام برابر کرتے رہے۔ جب آپ کی عمر کے پندرہ سال پورے ہوگئے تو ایک دن حضور قبلہؒ نے اپنے تمام خلیفاؤں، مریدوں اور دوسرے معزز شہریوں کو جمع

کیا۔ حضرت کو زبردستی اپنی مسند پر بٹھایا اور اپنے سر سے دستار اتار کر حضرت کے سر پر رکھی پھر سامنے کھڑے ہو کر دو روپیہ نذر کیے اور فرمایا کہ یہ وہ دو روپے ہیں جو حضرت مولانا فخر پاکؒ نے دستار خلافت اور مسند عطا کرتے وقت دیئے تھے اور یہ دو روپیہ روزانہ آپ کو خرچ کے لیے دیئے جائیں گے۔'' مولوی عبیداللہ صاحب نے عرض کیا ''حضور دو روپیہ روز میں ان کا کام کیسے چلے گا؟'' آپ نے فرمایا یہ بھی اپنی قسمت کا ساتھ لائے ہیں۔'' مولوی صاحب نے عرض کیا'' یہاں جو طالبین ہیں اور دوسری اللہ کی ضرورت مند مخلوق ہے اس کا کیا ہوگا؟''

حضور قبلہؒ نے فرمایا'' اس کا ضامن میں ہوں'' تھوڑی دیر بعد تمام خلیفاؤں اور مریدوں کو مخاطب کر کے فرمایا'' جو ہمارا مرید اور خلیفہ ہے، آج سے وہ اپنے آپ کو ان کا مرید اور خلیفہ سمجھے اور جو تعلق مجھ سے ہے میں نے وہ اب ان کے ساتھ کر دیا ہے۔ آئندہ کسی کو ان سے پیر بھائی بننے کا دعویٰ کرنے کا خیال بھی نہیں کرنا چاہئے۔''

یہ سن کر اس وقت خانقاہ میں جتنے بھی خلیفہ اور مرید تھے انھوں نے حضرت تاج الاولیاء کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کی۔ اسے تجدید بیعت کہتے ہیں۔ اس دن کے بعد سے آخری وقت تک حضور قبلہؒ نے کسی کو بیعت نہیں کیا جو بھی شخص بیعت کی نیت سے حاضر ہوا اس کا ہاتھ حضرت تاج الاولیاؒ کے ہاتھ میں دے دیا اور اس دن کے بعد سے آپ حضرت تاج الاولیا کو مسجد ( گدی) پر بٹھاتے اور خود پاس بیٹھتے تھے۔ سجادہ نشین بنانے اور مسند پر بٹھانے کے بعد حضور قبلہؒ نے حضرت تاج الاولیاؒ کو شجرہ خلافت اور سجادہ نشینی عطا کی۔

مخالفین:

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے شہر کے کچھ رئیس لوگوں کو یہ سمجھا دیا تھا کہ جب حضور قبلہؒ کا وصال ہوا تو آپ کے صاحبزادے

حضرت تاج الاولیا بہت کم عمر تھے۔ حضور قبلہؒ نے انہیں کوئی تعلیم نہیں دی تھی۔ حضور قبلہؒ کے وصال کے بعد مولوی عبید اللہ صاحب جو حضور قبلہؒ کے خلیفہ تھے انھوں نے دنیا کی رسم کے مطابق انہیں گدی پر بٹھا دیا تھا اور کچھ ذکر اور شغل سکھا دیئے تھے کیونکہ وہ حضور قبلہؒ کے بیٹے تھے اس لیے لوگ ان کی طرف جھکنے لگے۔ حالانکہ لوگوں کا یہ کہنا بالکل غلط تھا۔ حضور قبلہؒ نے بچپن سے ہی تعلیم دی تھی اور بہت محنت کروائی تھی۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہوگئی تھی تو انھوں نے صاحبزادے کو اپنی گدی پر بٹھایا تھا۔ اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور اپنے سبھی خلیفاؤں اور مریدوں سے کہا تھا کہ آج سے جو ہمارا خلیفہ اور مرید ہے وہ نظام الدین شاہ کا بھی خلیفہ اور مرید ہے۔ اس طرح آپ نے حضرت تاج الاولیا کو اپنا جانشین اور سجادہ بنانے کی سند دے دی تھی۔

ایک مرتبہ حضور قبلہؒ رام پور تشریف لے گئے تھے وہاں لوگوں کی بہت بھیڑ جمع ہوگئی تھی جو آپ سے بیعت کرنا چاہتے تھے۔ حضور قبلہؒ نے تاج الاولیا سے کہا کہ یہ کام وہ کریں ان کو بیعت کرتے کرتے ظہر کا وقت ہوگیا۔ یہاں تک کہ مغرب کے وقت تک ایک ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی۔ اگلے دن ان لوگوں نے آپ سے شجرہ مانگا تو حضور قبلہؒ نے تانبے کی ایک تختی پر قادریہ سلسلے کے بزرگوں کے نام اور دوسری تختی پر چشتیہ بزرگوں کے نام کھدوائے اور اس سے چھاپ کر لوگوں کو شجرے دیئے گئے۔

حضور قبلہؒ اپنے صاحبزادے کا نام نہیں لیتے تھے ہمیشہ میاں کہا کرتے تھے۔ اگر کبھی نام لیتے بھی تو حاجی نظام الدین حسین فرماتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں ہی حضور قبلہ نے انہیں عالم مثالی میں حج کروایا تھا اور ان کے بدلے ایک صاحب کو اپنے خرچ پر حج کے لیے بھیجا تھا۔

حضور قبلہؒ کے وصال کے بعد حضرت تاج الاولیا نے خانقاہ شریف کے ایک حصے میں ایک شامیانہ لگوادیا تھا اور سارے خلیفاؤں اور مریدوں کو یہ حکم دیا تھا کہ تم سب مل کر میری طرف توجہ رکھا کرو۔ یہ طریقہ شام سے لے کر صبح فجر تک روز ہوتا تھا۔ اس بیچ میں سے صرف دو مرتبہ چائے پی جاتی تھی۔ کوئی ایک وظیفہ یا معرفت کے شعر کے معنی بیان کیے جاتے تھے اور اسی کے تصور میں صبح ہو جاتی تھی۔ حضرت تاج الاولیاؒ نے تقریباً کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا یعنی گیہوں کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچتا تھا۔ صرف دن میں ایک بار دو انڈوں کی زردی کھاتے تھے۔ تین سال تک یہی معمول رہا اور سات سال تک ہر روز صبح سے شام تک عبادتوں میں مصروف رہتے تھے۔ دن بھر ان لوگوں کا کام کرتے تھے جو آپ کے پاس کوئی درخواست لے کر آتے تھے۔ دو پہر کو صرف ایک گھنٹہ سوتے تھے۔ ایسے میں حضور قبلہؒ کے خلیفہ آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور آپ پر توجہ رکھتے تھے لیکن آپ کی عبادتوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح آپ سات سال تک دن اور رات خانقاہ میں ہی بیٹھے رہتے تھے۔ اور ساٹھ برس رات کو نہیں سوئے۔ تین سال تک کوئی اناج نہ کھانے کے بعد حکیم جمال الدین صاحب جو بہت بڑے حکیم تھے خانقاہ میں آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے انھوں نے بہت زور دیا کہ اگر آپ نے اسی طرح کھانا پینا چھوڑے رکھا تو اللہ کے بندوں کو کس طرح ہدایت دیں گے۔ اس کے علاوہ شریعت کے حکم کے مطابق آپ شادی اور اولاد کا فرض کیسے پورا کریں گے۔ بہت مشکل سے آپ کچھ کھانے پر راضی ہوئے لیکن معدے کو اناج کی عادت چھوٹ چکی تھی۔ شروع میں آپ کو چار پانچ گیہوں گھوٹ کر دیئے گئے لیکن آپ کو ہضم نہیں ہوئے۔ حکیم صاحب نے بھی ہمت نہیں ہاری اور برابر کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ چھ تولہ (آدھا گرام) اناج دیا جانے لگا مگر اس سے بھی طبیعت بھاری رہتی

تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ تم لوگوں نے میرا کوٹھا خراب کر دیا۔ (پیٹ اور اندرونی جسم)۔ آخر حکیم صاحب نے ایک ترکیب سوچی آپ کو مچھلی کے شکار پر جانے لگے تاکہ آپ کی چہل قدمی بھی ہو اور کھانے کی عادت بھی پڑے۔ دھیرے دھیرے حضرت کو بھی مچھلی کے شکار کا شوق پیدا ہوا اور چہل قدمی سے کھانا ہضم ہونے لگا۔ لیکن بچپن سے معدے میں جو کمزوری بیٹھ گئی تھی جوان ہونے کے بعد بھی وہ نارمل نہ ہوسکی۔ دریا کے کنارے جانے کی ایک اور بھی وجہ تھی ایک مرتبہ آپ بہت بیمار ہوئے سخت بخار اور سر میں درد تھا اور کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن اپنے صاحبزادے محی الدین احمد سے کہا کہ مجھے کہیں پانی کے کنارے لے چلو۔ رام گنگا کے کنارے لے جایا گیا آپ پالکی میں بیٹھ کر وہاں گئے کیونکہ کمزوری بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ آپ پانی کو دیکھتے رہتے تھے اس سے آپ کی طبیعت بہتر ہوئی۔ دوسرے دن سے آپ نے سب دوائیں چھوڑ دی صرف پانی کے کنارے جا کر بیٹھ جاتے۔ کچھ ہی دنوں میں بخار اور سر درد جاتا رہا اور طبیعت ٹھیک ہوگئی۔

حضرت تاج الاولیأؒ کے خلیفہ اور مریدین بھی حضور قبلہؒ کی طرح ہزاروں میں تھے۔ بہت سے خلیفہ دوسرے ملکوں میں تھے جن کے نام بھی نہیں معلوم۔ ایک مرتبہ ایک پنجابی مولوی صاحب دو دن تک آپ سے وحدت الوجود کے مسئلہ پر بحث کرتے رہے۔ آخر قائل ہوگئے۔ اور پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ ہی دنوں میں ان کی تعلیم مکمل کر کے انہیں خلافت دے دی گئی۔

اس طرح نواب عبدالعلی خاں صاحب کو دو گھنٹہ کے اندر اس طرح تعلیم دی کہ انہیں خلافت دے کر رخصت کر دیا۔ یہ بہت ہی غیر معمولی کرامت تھی جو آپ سے ظاہر ہوئی۔

CamScanner

ایک صاحب نے خواب میں حضرت تاج الاولیاء کو دیکھا کہ وہ بہت عمدہ لباس پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں بیٹھے ہیں۔ اگلے ہی دن بریلی پہنچے اور آپ سے بیعت کر کے خلافت حاصل کر لی۔

ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا گوالیار تشریف لے گئے تھے۔ راستے میں ایک دن دھول پور نامی شہر میں رکے۔ وہاں مداریوں کا ایک گروہ رہتا تھا جو نماز روزے اور عبادتوں کا پابند تھا۔ ان کے مکھیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلے کے بزرگ تھے انھوں نے اپنے انتقال سے پہلے مجھے سجادہ نشین بنادیا تھا حالانکہ مجھے اس سلسلے میں کوئی معلومات نہیں ہے۔ انھوں نے درخواست کی کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ مدد کیجئے۔ آپ نے ان کی ساری بات سنی اور فرمایا کہ بیعت کئے بغیر میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ انھوں نے کہا کہ میں اسی لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے ان کو بیعت کیا اور تین دن تک کئی کئی گھنٹے ان کی تعلیم فرماتے رہے۔ انہیں پڑھنے کے لیے وظیفے اور دوسری عبادتیں بتائیں۔ اس طرح ان کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان کو واپس ان کے گھر بھیج دیا۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جب آپ نے لوگوں کی طلب پر کچھ ہی دنوں میں ان کی مکمل تعلیم پوری کی اور انہیں اس قابل کر دیا کہ وہ اوروں کو فیض پہنچا سکیں یہ وہ تعلیم و تربیت تھی جسے حاصل کرنے میں لوگوں کو برسوں لگ جاتے ہیں۔

۲۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاؒ کا شاہ جہانپور جانا ہوا آپ کے صاحبزادے ننھے میاں آپ کے ساتھ تھے۔ شاہ جہانپور میں ایک تالاب تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہاں ایک سانپ نے ایسا ڈیرہ ڈال لیا ہے کہ لوگوں کا آنا جانا بند ہو گیا ہے۔ لوگ بہت پریشان تھے۔ ننھے میاں صاحب اور کچھ دوسرے ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ چل

کر اسے مارتے ہیں۔ سب نے بندوقیں ہاتھ میں لیں اور جب حضرت سے اجازت لینے آئے تو آپ نے فرمایا کہ اس طرف تو بلا ہے وہاں مت جاؤ۔ پھر ان ساتھیوں میں سے ایک عمر رسیدہ صاحب جن کا نام ہدایت اللہ خاں تھا ان کو بلا کر آپ نے فرمایا کہ ننھے میاں تو بچے ہیں، سمجھتے نہیں، تم تو بوڑھے ہو، ایسی بات کیوں کرتے ہو۔ اگر تم نے اس کو مار لیا تو تمہارا کون سا نام ہو جائے گا اور اگر اس نے تم پر حملہ کیا اور مفت میں ایک آدھ آدمی کی جان چلی گئی تو بہت برا ہوگا۔ اگلے دن حضرت نے ننھے میاں اور دوسرے لوگوں کو بلا کر کہا کہ کل تم جہاں جانا چاہتے تھے اب جا سکتے ہو اب وہ سانپ وہاں سے چلا گیا ہے۔ چنانچہ وہ گئے ان کو دیکھ کر اور بھی لوگ آنے جانے لگے۔ سانپ کا کہیں پتا نہیں تھا اور راستہ صاف ہو گیا تھا۔

۳۔ ایک مرتبہ تاج الاولیاؒ کچھ خادموں کے ساتھ شکار کے لیے سدھا کو ندی پر تشریف لے گئے جب وہ وہاں سے واپس ہوئے تو رام گنگا ندی میں طوفان جیسی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور ملاح کشتی باندھ کر اپنے گھر چلا گیا تھا۔ وہاں ایک بنیا اناج کی بوری لادے ہوئے ملاح کا انتظار کر رہا تھا۔ حضرت نے بھی کچھ دیر تک انتظار کیا لیکن جب وہ نہیں آیا تو آپ نے کہا کہ کیا ملاح ہی کشتی چلا سکتا ہے؟ حضرت کے کہنے پر لوگوں کی ہمت بڑھی۔ گھوڑوں کو سامان سمیت کشتی پر چڑھا دیا گیا اور سب سوار ہو گئے بنیا بھی خوشامد کر کے اپنا گدھا اور اناج کی بوری لے کر بیٹھ گیا۔ جتنے لوگ تھے انھوں نے کشتی کو کھینا شروع کیا جب کشتی بیچ ندی میں پہنچ گئی تو ایک صاحب جن کا نام حفیظ اللہ خاں تھا وہ بولے بھائی ہم تو اب تھک گئے۔ یہ کہا اور کود کر کشتی کے کنارے پر جا بیٹھے۔ ان کے بوجھ سے بنیے کی بوریاں گریں اور ایک طرف بوجھ اتنا ہو گیا کہ کشتی کا تختہ ٹوٹ گیا اور کشتی میں پانی بھرنے لگا۔ حضرت نے کہا کہ ہمت مت ہارنا اور کشتی

چلائے جاؤ۔ دھیرے دھیرے کشتی میں پانی اتنا بھر گیا کہ لوگوں کی کمر تک پانی آ گیا لیکن آپ نے کہا کہ نہیں کشتی چلاتے رہو یہاں تک کہ کنارا سامنے آ گیا تو کشتی ڈوبنے لگی۔ کنارے کو سامنے دیکھ کر آپ نے کہا کہ اب لوگ پانی میں کود جائیں گھوڑا اور ٹٹو کو بھی اتار لیں اور کنارے تک لے آئیں۔ اس طرح ایک طوفانی ندی میں بیچ دریا میں ایک ٹوٹی ہوئی کشتی سے آپ کی دعا سے سب کنارے پر پہنچ گئے اور کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

۴۔ ایک مرتبہ کچھ خادموں کے ساتھ شکار کے لیے گئے۔ سکندرہ بھیکم پور کے بیچ میں دور دور تک پانی کا نام ونشان نہیں تھا اور لوگوں کا پیاس سے برا حال تھا۔ ننھے میاں صاحب کچھ لوگوں کے ساتھ پانی کی تلاش میں نکلے تو وہاں دیکھا کہ نیچے ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ انھوں نے اس سے پانی مانگا تو بولی کہ یہاں پانی کہاں؟ ننھے میاں نے کہا کہ تم پانی کہاں سے پیتی ہو؟ تو وہ بولی کہ میں تو یہاں سے چلی جاتی ہوں انھوں نے کہا کہ تم اتنی بوڑھی ہو اور چلنے کی طاقت نہیں ہے اور دور دور کسی بستی کا نشان نہیں ہے کس طرح جاؤ گی۔ اس نے کہا نہیں میں چلی جاؤں گی۔ اس نے پیچھے سے ایک ٹوکری نکالی جس میں نارنگیاں بھری ہوئی تھی اور کہا کہ اس سے اپنا گلا گیلا کر لو۔ آپ نے پیسے دے کر اس سے پوری ٹوکری خرید لی اور اپنے سب ساتھیوں کو نارنگی دے کر پیاس دور کی۔ بعد میں واپس جا کر دیکھا تو بڑھیا کا کہیں پتا نہیں تھا۔ حضرت تاج الاولیاؒ نے کہا کہ وہ صاحب خدمت تھی۔ (صاحب خدمت وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی مدد کے لیے مقرر کرتا ہے)۔

۵۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاؒ لکھی پور ضلع گئے تھے راستے میں ایک جنگل پڑا وہاں دور دور پانی نہیں تھا۔ ایک جوگی نے وہاں

چھوٹا کنواں کھود رکھا تھا۔ حضرت نے کہا کہ یہاں دور دور پانی نہیں ہے۔ یہیں ٹھہر جاؤ، کھانا کھالو پھر چلیں گے۔ خادموں نے آپ کے لیے ایک پلنگ بچھادیا۔ آپ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور خادم کھانا پکانے لگے۔ ننھے میاں صاحب کم عمر تھے۔ وہ علی اکبر شاہ کے ساتھ باتیں کرر ہے تھے ایک اور صاحب بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چلو جنگل گھوم کر آتے ہیں تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ ایک گاؤں والا کھڑا ہے اس نے آواز دی اور اشارے سے بلایا۔ علی اکبر شاہ تو جانا نہیں چاہتے تھے لیکن ننھے میاں نے کہا کہ چلو دیکھ لیتے ہیں اس کا بلانا ہمارے لیے فائدے مند ہو جب یہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو اسنے کہا کہ میاں وہاں ترائی میں شیر رہتا ہے۔ اُدھر مت جاؤ۔ اور تمہاری کھچڑی بھی تیار ہوگئی ہے۔ تمہارا انتظار ہورہا ہے واپس لوٹ جاؤ۔ اس کے کہنے سے جب یہ لوگ لوٹ کر آئے تو حضرت تاج الاولیاؒ نے کہا کہ تم لوگ کہاں چلے گئے تھے۔ یہاں کھچڑی تیار ہے اور تمہاراانتظار ہورہا ہے۔ پھر علی اکبر شاہ سے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے تم ایسے بے وقوف ہو کہ اپنا فائدہ اور نقصان بھی نہیں سمجھ سکتے، آپ نے کہا کہ وہ آدمی صاحب خدمت تھا جس نے تمہیں مصیبت سے بچادیا۔

۶۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاؒ حسین ٹیکری تشریف لے گئے واپسی میں نواب عبدالعلی صاحب کے ہاں ٹھہرے جن کے والد عبدالرحمٰن خاں صاحب حضرت نیاز بے نیاز کے خلیفہ تھے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ عبدالعلی کو ساتھ لے کر ٹہلتے ہوئے باغ میں دور تک لے گئے وہاں فرش بچھا کر خود بھی بیٹھ گئے اور عبدالعلی سے بھی کہا کہ بیٹھ جائیں سب لوگوں سے کہا کہ وہ لوگ ہٹ جائیں اور صرف ننھے میاں وہاں رہیں۔ عبدالعلی صاحب سے کہا کہ آپ آنکھیں بند کرلیں پھر آپ کو روحانی تعلیم دینی

CamScanner

شروع کی اور دو گھنٹے کے اندر ہی وہ تمام منزلیں طے کروادی جن کو طے کرنے میں عام لوگوں کو برسوں لگ جاتے ہیں۔ اللہ کی ذات کا علم سکھایا جسے عرفان کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ عبدالعلی صاحب بے ہوش ہوگئے۔ جب انہیں ہوش آیا تو آپ نے انہیں خلافت دی اور بیعت کرنے کی اجازت دی۔ بعد میں ننھے میاں صاحب نے پوچھا کہ آپ نے اپنی عادت کے خلاف برسوں کا سفر کچھ گھنٹوں میں کیوں طے کروادیا۔ آپ نے فرمایا کہ بچپن میں ہم دونوں ساتھ کھیلتے تھے۔ بچپن کی دوستی کا میرے اوپر ان کا حق تھا۔ آج میں نے وہ ادا کردیا۔ عبدالعلی صاحب آخری عمر تک آپ سے بے حد محبت اور بے حد عزت کرتے رہے۔

۷۔ ایک پنجابی عالم تھے جو اپنے آپ کو بہت قابل سمجھتے تھے۔ ایک بار حضرت تاج الاولیاءؒ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یہ جو آپ لوگ وحدت الوجود کو مانتے ہیں (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے) یہ صرف ڈھکوسلہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا'' کہ رسول اللہؐ کے زمانے سے آج تک ہزاروں ولی اللہ اس کو مانتے آئے ہیں کیا وہ سب ڈھکوسلہ کرتے تھے۔ ایسا نہیں ہے۔ اس کی حقیقت ہے۔'' یہ سن کر وہ صاحب یقین نہیں لائے اور انھوں نے کہا'' میں نے دو گدھوں کے بوجھ کے حساب کے برابر کتابیں پڑھی ہیں جب تک آپ مجھے ثبوتوں سے نہیں سمجھائیں گے میں ایسے نہیں مانوں گا۔'' حضرت نے فرمایا کہ بہتر ہوگا کہ آپ کسی طالب علم سے بات کریں میں ایسی دردِ سری نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ کسی طرح نہیں مانے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ مجھ سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں تو ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے بحث کی شروعات کی یہ بحث جو صبح بارہ بجے شروع ہوئی تھی دیر رات تک چلتی رہی۔ آخر مولوی صاحب چپ ہوگئے اور آنکھیں بند کرلی۔ حضرت بھی آنکھیں بند کیے بیٹھے رہے۔

CamScanner

کچھ دیر بعد مولوی صاحب نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ اپنا ہاتھ مجھے دیجئے اور کلمہ پڑھایئے۔آپ نے انہیں بیعت کیا۔مولوی صاحب نے کہا الحمدللہ آج میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا۔پھر آپ ان کو اندر کوٹھری میں لے گئے اور ان کو تعلیم دی۔باہر آکر آپ نے قلم اور دوات منگا کر انہیں دی اور کہا لکھو آپ بولتے رہے اور وہ لکھتے رہے۔ پھر حضرت نے اپنی مہر لگوا کر اس پر دستخط کر دیئے۔یہ ان کا خلافت نامہ تھا۔انھوں نے کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔آپ نے فرمایا کہ تمہیں جو ذمہ داری دی جارہی ہے اسے پورا کرو۔یہاں سے جا کر ندی کے کنارے ایک جھونپڑی بنا کر رہو۔ کچھ ہی دنوں میں مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا۔

۸۔حضرت تاج الاولیاؒ کی ایک خاص عادت یہ تھی جو شاید ہی کسی اور درویش کو نصیب ہوئی ہو کہ آپ نے اسی (۸۰) سال تک اپنے پیر کے مزار پر صبح، شام، دوپہر، رات ہر وقت فاتحہ پڑھی۔یہ سعادت شاید ہی کسی اور کو نصیب ہوئی ہو۔

۹۔غدر (1857ء) کے زمانے میں حضرت تاج الاولیاؒ بریلی سے رام پور کی تحصیل شاہ آباد جارہے تھے راستے میں رات ہوگئی تو آپ ایک گینی نام کے گاؤں میں رکے۔آپ جس جگہ ٹھہرے وہاں ایک عورت کے بہت درد کے ساتھ رونے کی آوازیں آرہی تھی آپ نے معلوم کیا کہ یہ کون ہے جو اتنی بے قراری سے رورہا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ اس عورت کے آٹھ دس اولادیں ہوئیں مگر کوئی زندہ نہیں رہا۔ایک بچہ بچا تھا لیکن وہ بھی آج مر گیا۔آپ نے اس عورت کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا کہ اب نہ رو۔کیونکہ اب تیرے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو زندہ رہے گا اور بال بچے والا ہوگا۔پھر آپ نے قلم اور دوات منگوائی اور ایک تعویذ لکھ کر اسے دیا پھر آپ وہاں سے چلے گئے۔ایک سال کے بعد آپ پھر اسی گاؤں میں تشریف لائے تو وہی عورت اپنا

CamScanner

بچہ لے کر آئی اور آپ کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا کہ یہ بچہ تو آپ کا ہی دیا ہوا ہے ابھی اس کا نام بھی نہیں رکھا ہے جو آپ نام بتائیں گے وہی رکھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا نام رام سہائے رکھیو۔ اس عورت کا نام بجلی تھا اور وہ گھوسیوں کے خاندان کی تھی اسے حضرت سے اتنی عقیدت ہوگئی تھی کہ وہ گاؤں چھوڑ کر بریلی میں ہی آ کر رہنے لگی تھی۔ جب وہ بچہ دس بارہ سال کا ہوا تو بجلی اسے آپ کی خدمت میں لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ اپنے پاس ہی رکھ لیجئے یہ آپ کی بھینس کی خدمت کرے گا۔ لیکن بعد میں آپ نے اسے اس کی ماں کے پاس ہی بھیج دیا۔ جوان ہونے کے بعد اس کی شادی بیاہ کیا گیا اس کے بچے ہوئے۔ بجلی جب تک زندہ رہی اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضری دینے آتی تھی۔

۱۰۔ حضرت تاج الاولیاؒ فرمایا کرتے تھے کہ بچپن میں ہمیں ایک کھیل بہت پسند تھا۔ ہم حضور قبلہؒ کی رضائی میں چھپ کر بیٹھ جاتے اور آپ کی بغل میں سر دے کر آپ کی رضائی سے منہ ڈھک لیتے۔ وہاں ہمیں پورے گھر اور خانقاہ کا حال دیکھائی دیتا تھا۔

۱۱۔ ایک مرتبہ ایک صاحب خانقاہ میں آئے اور اپنی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگے کہ میرے پاس ایک ایسا تعویذ ہے کہ میں جس کے بھی باندھ دوں تو اس کے اوپر تلوار اثر نہیں کرتی۔ اس وقت حضرت تاج الاولیاؒ کے چھوٹے بھائی شاہ نصیرالدین موجود تھے۔ انھوں نے ان صاحب سے تعویز لکھوا کر اپنے ہاتھ پر باندھا اور دوسرے ہاتھ سے استرا لے کر اپنے ہاتھ پر حملہ کیا۔ لیکن کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر اس تعویذ کو ایک بکری کے گلے میں باندھا گیا اور ان صاحب نے بکری کی کمر کے اوپر اس تلوار سے وار کیا۔ لیکن اس کے بعد چوٹ نہیں لگی۔ سب لوگ ان کے تعویذ کی تعریف کرنے

لگے اتنے میں حضرت تاج الاولیاؒ زنان خانے سے باہر آئے اور انہوں نے پوچھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے سارا حال بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ بکری کو لے کر آؤ دیکھتے ہیں کہ تلوار کاٹتی ہے کہ نہیں۔ آپ نے ایک ہلکا سا ہاتھ تلوار کا لگایا اور پھر اللہ اکبر کہہ کر بکری کے گلے پر وار کیا۔ بکری ذبح ہوگئی۔ وہ صاحب شرمندہ ہوگئے جنھوں نے دعویٰ کیا تھا کہ میرے لکھے ہوئے تعویذ سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

۱۲۔ حضرت تاج الاولیاؒ کو سپاہیوں والے سبھی نیزوں پر مہارت تھی۔ آپ بانک اور پٹا بہت اچھا لگاتے تھے۔ تلوار بازی بھی بہت اچھی آتی تھی۔ گھوڑے پر بیٹھ کر اور پانی میں تیر کر بھی تیر سے بہت اچھا نشانہ لگاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ گوالیار تشریف لے گئے۔ وہاں جو رنگ بازی کا میلہ لگا ہوا تھا اس میں سبھی شہر کے رئیس مرہٹے اور فوجی افسر شریک تھے۔ بہت سے فوجی اپنے کمال دکھا رہے تھے۔ وہاں ایک صاحب تھے جن کا نام شاہ مغفور تھا۔ انھوں نے کاغذ کی ایک بونگی بنا کر زمین پر کھڑی کردی اور لوگوں سے کہا کہ اسے تلوار سے کاٹو تو جانیں۔ سبھی لوگوں نے کوشش کی لیکن وہ تلوار کے آگے اڑ جاتی تھی اور کوئی اسے کاٹ نہ سکا۔ جیون جی مہاراج کے سالے بھی وہاں موجود تھے انھوں نے کہا کہ کاغذ تلوار سے نہیں کٹ سکتا۔ حضرت نے کہا کہ نہیں صاحب تلوار ہر چیز کو کاٹتی ہے۔ آپ نے ایک تلوار لی اور ایک ہی وار سے پونگی کو دو ٹکڑوں میں ایسے کاٹ دیا کہ نیچے کا حصہ زمین پر بھی ٹکا رہا۔ جتنے بھی تلوار بازی کے ماہر تھے انھوں نے کان پکڑ لئے اور عہد کیا کہ آپ کے سامنے تلوار نہیں چلائیں گے۔

۱۳۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاؒ گوالیار سے واپس آ رہے تھے تو واپسی میں ملا محمدی شاہ صاحب خوشامد کر کے آپ کو الہ آباد لے گئے۔ اسی دن وہاں ندی میں سے ایک آدمی نے روہو مچھلی پکڑی جو اتنی بڑی تھی کہ اس کا وزن 24 کلو تھا۔ جب اس کو

کاٹا جانے لگا تو اُسے رسی سے باندھ کر لٹکایا گیا تا کہ اس کے ٹکڑے کیے جا سکے۔ لیکن وہ اتنی بھاری اور سخت تھی کہ چار لوگ مل کر بھی اس سے کاٹ نہیں پا رہے تھے۔ لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ بھی تلوار لگا دیں۔ آپ نے ان سب کو ہٹایا اور ایک ہاتھ سے مچھلی کو دو حصوں میں کاٹ لیا۔ آپ کو ہر قسم کے ہتھیار چلانے میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کو تیراندازی کا بھی شوق تھا اور آپ کا نشانہ بہت اچھا تھا۔

۱۴۔ حضرت تاج الاولیاؒ کو خوشبوؤں کی بھی بہت خاص پہچان تھی اور عطر کا بھی شوق تھا۔ سب لوگ اس بات کو جانتے تھے کہ آپ کو ہر قسم کی کی خوشبو کی پہچان ہے۔ ایک مرتبہ شہر کے کچھ لوگ آپ کا امتحان لینے کے لیے ایک شیشی میں کئی طرح کے عطر ملا کر لائے اور آپ سے پوچھا کہ یہ کون سا عطر ہے۔ آپ نے اسے سونگھا اور بتایا کہ یہ کوئی ایک عطر نہیں ہے بلکہ کئی عطر ملائے گئے ہیں اور آپ نے ان سبھی کے نام بھی بتا دیئے۔

۱۵۔ ایک مرتبہ آپ رام پور گئے ہوئے تھے۔ رام پور کے نواب حیدر علی خاں کو بھی معلوم تھا کہ آپ کو عطر کا شوق ہے۔ انھوں نے سوچا کہ آپ کے لیے کوئی نئی قسم کا عطر بنایا جائے۔ یہ سوچ کر انھوں نے بہت سے قیمتی عطر منگائے اور ایک بڑے سے چینی کے پیالہ میں سب کو ملا دیا۔ لیکن عجیب بات ہوئی کہ اس میں بجائے خوشبو کے کیچڑ جیسی بدبو آنے لگی ان کو بہت افسوس ہوا کہ ان کے کئی سو روپے برباد چلے گئے۔ اور جو مقصد تھا وہ بھی حل نہیں ہوا، وہ پیالیہ لے کر حضرت کی خدمت میں آئے۔ جب ڈھکن اٹھایا تو جتنے لوگ وہاں بیٹھے تھے سب نے اپنی ناکیں بند کر لی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس وقت سفر میں ہوں۔ اگر خانقاہ میں ہوتا تو کچھ عطر ملا کر اسے ٹھیک کروا دیتا۔ نواب صاحب کہنے لگے کہ آپ کو جو عطر چاہئے میں منگوا دوں لیکن میرا بہت نقصان پہلے ہی ہو چکا ہے۔ انھوں نے عطر کا پورا صندوقچہ

آپ کے پاس بھجوادیا۔آپ نے اس میں عطر ملانے شروع کیےاور تھوڑی ہی دیر میں عطر کی خوشبولوٹ آئی ہے۔آپ نے نواب صاحب سے کہا کہ تم نے بے قاعدہ طور پر عطر ملادیئے جس کی وجہ سے یہ بدبو دینے لگا تھا۔ میں نے ٹھیک کر دیا ہے لیکن اسے جلدی ختم کر دینا۔

اگر زیادہ دن رکھو گے تو یہ خراب ہو جائے گا۔ وہاں موجود سب لوگوں کو اتنی حیرت ہوئی کہ حضرت کو یہ بھی معلوم تھا کہ کہ کون ساعطر کتنا ملانے سے خوشبو آتی ہے اور کتنا ملانے سے بدبو آتی ہے۔

۱۶۔ بریلی میں خانقاہ کے پاس ایک بنیے کی دوکان تھی۔ یہاں سے خانقاہ کی سبھی ضرورتوں کا سامان آیا کرتا تھا۔اس کی دکان کے قرب ہی فوجی چھاؤنی تھی جہاں تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰۰) سپاہی رہتے تھے۔ وہ سب اس بنیے کو بہت پریشان کرتے تھے۔اس پر سختی کرتے، گالیاں دیتے اور کہتے تھے کہ تیری دوکان ہم لوٹ لیں گے۔ جتنے پیسے دیتے تھے اس سے زیادہ کا سامان مانگتے تھے۔آخر تنگ آ کر اس بنیے نے خانقاہ میں خبر بھجوائی۔ اپنا سارا حال بتا کر مدد مانگی۔حضرت نے اپنے ایک مرید گلاب شاہ کو ایک چھوٹا سا ڈنڈا دے کر بھیج دیا۔ وہاں ڈیڑھ سو فوجی کھڑے تھے جن کے پاس ہتھیار تھے۔لیکن حضرت کی دعا سے گلاب شاہ نے اس چھوٹی سی لکڑی سے ان سب کو بھگادیا۔اور آئندہ انہوں نے بنیے کو تنگ نہیں کیا۔

۱۷۔سید الطاف حسین صاحب کو حضرت تاج الاولیاء کی دعا سے رام پور میں سوروپے مہینے کی نوکری مل گئی تھی اور اُسی دفتر میں رفعت اللہ بھی چپراسی تھے جنھوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔الطاف حسین صاحب رفعت اللہ سے بہت جلتے تھےاور پریشان کرتے رہتے تھے۔ایک دفعہ غصے میں انھوں نے رفعت اللہ کو نوکری سے باہر نکال

CamScanner

دیا۔ وہ فوراً بریلی آئے اور حضرت سے شکایت کی کہ الطاف صاحب نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ حضرت نے فرمایا ''وہ تمہیں کیا نوکری سے نکالے گا اس کی خود کی نوکری چلی جائے گی۔ اس واقعہ کے پندرہ دن بعد واقعی الطاف صاحب نوکری سے نکال دیئے گئے اور رفعت اللہ کو حضرت نے بریلی میں ہی نوکری دلوادی۔

۱۸۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاء ایک جنگل میں تشریف رکھتے تھے آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اچانک سامنے سے ایک شیر نکلا وہ بہت بھوکا معلوم ہوتا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب لوگ خاموش کھڑے ہو جاؤ اور اس کے سر کا نشانہ لے لو۔ اگر یہ قریب آئے اور حملہ کرے تبھی گولی چلانا ورنہ نہ چلانا۔ شیر ان کی طرف بڑھنے لگا صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اس کا ارادہ حملہ کرنے کا ہے اسی وقت کچھ کھٹکا ہوا اور ایک نیل گائے گھبرائی ہوئی بھاگتی ہوئی آئی اور شیر کے اور آدمیوں کے بیچ میں کھڑی ہوگئی۔ شیر کیونکہ بہت بھوکا تھا اس نے فوراً نیل گائے کو پکڑ لیا اور ایک طرف چلا گیا۔ حضرت نے ساتھیوں سے کہا کہ اب شیر حملہ نہیں کرے گا اور چپ چاپ یہاں سے نکل چلو۔ یہ حضرت کی دعا کا اثر تھا کہ وہ نیل گائے ان کے بیچ میں آکر کھڑی ہوگئی اور یہ تمام لوگ شیر کے حملے سے بچ گئے۔

۱۹۔ حضرت تاج الاولیاء کو قیمتی پتھروں کی اتنی پہچان تھی جو اچھے اچھے جوہریوں کو نہیں ہوتی۔ آخر زمانے میں حضرت کی نظر جاتی رہی تھی۔ اسی زمانے میں ایک جوہری آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس کچھ جواہرات لے کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ننھے میاں کو دکھا دو ہماری تو نظر نہیں رہی ہے۔ اس نے خوشامد کی کہ میں تو آپ کو ہی دکھانے لایا ہوں آپ دیکھ لیں گے تو میرے مال میں برکت ہوگی۔ حضرت نے ایک ایک انگوٹھی کے نگ کو ہاتھ سے چھو کر دیکھنا شروع کیا

اور آپ بتاتے جاتے تھے کہ کون سا ہیرا ہے کون سا پنّا ہے، کون سا لال ہے، کون سا پکھراج ہے۔ پھر آپ نے انگوٹھیاں واپس کر دی۔ آپ نے ایک انگوٹھی کے لیے کہا کہ اس کی قیمت دے کر اسے خرید لو۔ وہ جوہری کہنے لگا کہ آپ کوئی دوسری لے لیں اس کا سودا ہو چکا ہے۔ اس نے ایک اور انگوٹھی پیش کی آپ نے اس کو چھوتے کے ساتھ ہی کہا کہ یہ نقلی ہے اور اس کے پتھر کو تم نے کیا کیا چیزیں ملا کر بنایا ہے۔ جوہری یہ سن کر حیران رہ گیا آپ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ میں تو آپ کا امتحان لینے آیا تھا۔ واقعی میں نے آپ کے بارے میں جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔

۲۰۔ایک مرتبہ ایک عطر بنانے والا اپنے خیال میں بہت عمدہ عطر بنا کر لایا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے سونگھ کر اس کی تعریف کی اور فرمایا کہ اس میں ہلکی ہلکی گوبر کی بو آ رہی ہے۔ اس نے کہا کہ حضور گوبر کا تو کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ آپ نے دوبارہ سونگھا اور فرمایا کہ بو تو ہے جب اس نے سوچا تو اسے یاد آیا کہ جس کمرے کی الماری میں اس نے عطر رکھا تھا اس میں اس کی ماں نے گوبر ملی ہوئی مٹی کا لیپ کیا تھا۔ حالانکہ وہ بو بہت ہی ہلکی تھی کسی کو بھی نہیں آئی تھی لیکن آپ نے اس کا اندازہ لگا لیا۔

۲۱۔ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں حضرت کی کچھ شالیں دھوپ میں ڈالی گئیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک سب سے مہنگا دوشالہ جو تھا اس میں کیڑے نے کچھ چھید کر دیئے تھے لوگوں نے حضرت سے پوچھا کہ اگر آپ کہیں تو اس میں رفو کروالیں۔ حضرت نے اجازت دے دی۔ وہ آدمی جب دوشالیں لے کر دوکان پر گیا تو بجائے رفو کے لیے دینے کے اسے گروی رکھوا کر اس کے کچھ پیسے لے لئے، خانقاہ واپس آ کر اس نے لوگوں سے کہا کہ بڑا غضب ہو گیا میں دوکان پر دوشالہ رکھ کر دوکان

دار سے بات کررہا تھا کسی نے چرالیا۔اب میں حضرت کو کیا منہہ دکھاؤں، وہ کئی دن تک خانقاہ میں نہیں آیا۔حضرت نے اس کے بارے میں پوچھا لوگوں نے سارا حال بتایا اور کہا کہ وہ شرم کی وجہ سے آپ کے سامنے نہیں آرہا ہے۔حضرت نے کہا کہ وہ جو چیز جانی تھی وہ چلی گئی اسے بلا کر لاؤ۔وہ آیا تو آپ نے اس سے کچھ نہیں کہا، لیکن خادموں میں سے ایک کو اس پر شک ہوا اس سے معلومات کی کہ پتہ لگالیا کہ دوشالہ کہاں گروی رکھوایا گیا ہے۔اس نے آکر حضرت کو بتایا کہ اس آدمی نے آپ کا دوشالہ گروی رکھوا دیا ہے وہ چوری نہیں ہوا ہے۔حضرت یہ سن کر اس پر ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ تجھ سے کس نے کہا تھا کہ تو چھان بین کر اور کسی کی غیبت کر۔لیکن آپ نے اس آدمی سے کچھ کہا اور نہ دوشالہ مانگا۔اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا دل کتنا بڑا تھا اور ساتھ میں کس قدر رحم کرنے والے تھے کہ اپنا ۹۰۰ روپے کا دوشالہ کھو جانے پر کچھ نہیں کہا اور اس کو شرمندگی سے بھی بچالیا۔حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ دوشالہ چوری نہیں ہوا ہے اس آدمی نے گروی رکھ دیا ہے۔

۲۲۔ حسین شاہ صاحب جو تاج الاولیاء کے خلیفہ تھے انہیں گھومنے پھرنے کا بہت شوق تھا۔ایک دفعہ وہ گھومتے پھرتے ایک ایسے ریگستان میں پہنچ گئے جہاں دور دور کسی بستی کا نام ونشان نہیں تھا۔ریت اتنی تھی کہ ایک پاؤں اٹھاتے تو دوسرا گڑھ جاتا۔تیز ہوا کے ساتھ اتنی گرد ریت اُڑ رہی تھی کہ ایک ایک قدم اٹھانا مشکل ہورہا تھا۔دھوپ اتنی تیز تھی کہ لگتا ہے کہ آگ برس رہی ہے۔اس بے بسی اور پریشانی میں حضرت تاج الاولیاء کو یاد کیا کہ حضرت یہاں تو کوئی کفن دفن کرنے والا بھی نہیں ہے نہ نماز پڑھنے والا، اس میدان سے موت کے سوا کوئی صورت نکلنے کی نہیں آتی، رورو کر اللہ سے دعا کررہے تھے۔اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے حضرت تاج الاولیاء

چلے آ رہے ہیں اور بہت غصے میں فرمایا کہ تم کو کتنی بار سمجھایا ہے کہ بغیر قافلے کے اکیلے باہر مت نکلا کرو، مگر تم مانتے نہیں۔ خیر، اب آنکھیں بند کرلو اور تھوڑی دیر بند ہی رکھو۔ جب انھوں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ ترکی میں ہیں۔ وہاں لوگوں نے ان کی بڑی خاطر مدارات کی۔ ایک مہینے تک وہاں رکے۔ پھر جب وہاں سے ایک قافلہ جانے کو تیار ہوا تو اس کے ساتھ چل کر واپس آئے۔

۲۳۔امداد اللہ شاہ صاحب مرادآباد کے ایک گاؤں میں صاحب خدمت تھے۔حضرت تاج الاولیاء کے پاس اکثر آیا کرتے تھے۔ وہ ہر وقت یا حق یا حق کہتے رہتے تھے۔ایک مرتبہ خانقاہ میں آئے اور یا حق یا حق کا وظیفہ کرنے لگے۔حضرت اس وقت آرام کرنے کے لیے مکان میں چلے گئے تھے۔ جب باہر آکر خانقاہ میں تشریف لائے تو امداد اللہ شاہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگے کہ تم نے دل میں جو خیال کیا ہے وہ ابھی نہیں ہوگا۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کودنے لگے اور کہنے لگے کہ بھلی ہوئی ہم تو مرنے آئے تھے۔ چاچا مرنے بھی نہیں دیتے۔ایسے ہی ایک بار امداد اللہ شاہ صاحب جب خانقاہ میں آئے تو حضرت نے فرمایا کہ امداد اللہ تم تو چلے آئے ہو اپنی جگہ کس کو چھوڑ کر آئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا آپ کو، حضرت یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ امداد اللہ شاہ بچھراؤں میں رہنے لگے تھے لیکن رات کو جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ ایک روز بچھراؤں والوں نے انہیں بند کر کے کوٹھری میں تالا لگا دیا تا کہ وہ رات کو جنگل نہ جا سکیں۔لیکن وہ یا حق یا حق کہتے ہوئے بند کوٹھری سے نکل کر جنگل میں چلے گئے۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے صاحب خدمت بھی حضرت تاج الاولیاء کے نیچے رہ کر خدمت انجام دیتے تھے (صاحب خدمت وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی عبادت اور محنت سے اللہ کے یہاں کوئی مقام حاصل کر لیتے ہیں وہ مجذوب کہلاتے

CS CamScanner

ہیں اللہ کی طرف سے ان کے سپرد دنیا میں کوئی خدمت کردی جاتی ہے بظاہر وہ پاگل اور دیوانے نظر آتے ہیں تاکہ لوگ انہیں پہچان کر پریشان نہ کریں)۔

۲۴۔ ایک دن حضرت تاج الاولیاء نے خانقاہ کے سارے لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ سب نیازیوں کو اطلاع کردو کہ روزانہ ۴۱ دفعہ نادِعلی پڑھا کریں، کسی نے پوچھا کہ حضور یہ حکم کس لیے دیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جلد ہی ایک عام بلا آنے والی ہے جو نادِعلی کو پڑھتا رہے گا وہ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ چنانچہ ایک مہینے کے اندر ہی بمبئی میں طاعون پھیلنا شروع ہوا اور وہاں سے کئی شہروں میں پھیل گیا۔ لیکن جن لوگوں نے نادِعلی کا وظیفہ پڑھا تھا اللہ نے ان سب کو اس بیماری سے محفوظ رکھا۔

۲۵۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاء کچھ لوگوں کے ساتھ دریا کے کنارے تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ساتھ کے کچھ لوگوں نے دریا میں نہانے کا پروگرام بنایا۔ چاند پور کے رہنے والے عظیم حسین کو تیرنا نہیں آتا تھا۔ وہ پانی سے بھی بہت ڈرتے تھے انھوں نے اپنے دوست لال خاں سے کہا کہ ہمیں بھی ہاتھ پکڑ کر نہلا دو۔ وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر دریا میں اترے ہی تھے کہ وہاں کی زمین جو ڈھالاؤ پر تھی وہاں ان کا پیر پھسلا اور وہ گہرائی میں چلے گئے۔ وہاں پانی میں بھنور پڑا تھا اور جہاں بھنور ہوتا ہے وہاں ڈوبا ہوا کبھی بچتا نہیں۔ جب حضرت تاج الاولیاء کو پتہ چلا تو آپ نے کہا کہ ان کو نکالنا چاہئے لوگوں نے کہا کہ حضور بھنور میں کون جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں جاؤں گا۔ لوگوں نے بہت منع کیا آپ نے فرمایا کہ ان کا بچانا بہت ضروری ہے۔ اس وقت وہاں کوتوال فتح علی بھی موجود تھے۔ آپ ان کا ہاتھ پکڑ کر پانی میں اتر گئے اور غوطہ لگایا۔ کافی دیر پانی میں ہاتھ مارنے کے بعد عظیم الدین کے سر پر ہاتھ پڑا۔ دونوں نے انہیں پکڑ کر باہر نکالا۔ انھوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ ناک اور آنکھیں بند

کر رکھی تھی تا کہ پیٹ میں پانی نہ جائے۔لیکن حالت خراب تھی کیونکہ بھنور کی وجہ سے بہت اندر پھنس گئے تھے۔حضرت نے لوگوں سے کوشش کروائی تا کہ انہیں ہوش آ سکے اور جو پانی اندر چلا گیا ہے وہ نکل سکے۔تھوڑی دیر میں وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔اس واقعہ سے یہ تو معلوم ہوتا ہی ہے کہ آپ کو تیراکی کا کتنا کمال حاصل تھا لیکن ایسے خطرناک بھنور میں کسی کو بچانے کے لیے بغیر جھجک کے غوطہ لگا دینا اور زندہ نکال لانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

۲۶۔شوکت علی صاحب کا کہنا تھا کہ میں ایک دن خانقاہ میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی اپنا لڑکا لے کر آیا اور حضرت تاج الاولیاء سے کہا کہ اس کا آدھا جسم رہ گیا ہے۔ اب یہ کھڑا نہیں ہوسکتا۔آپ نے فرمایا کہ کسی حکیم کا علاج کرواؤ۔اس نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا کہ بہت سے حکیموں کا علاج کر چکا ہوں کسی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔میرے یہ ایک ہی بچہ ہے۔میں بڑی امید سے اسے آپ کے پاس لایا ہوں۔آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور کہا کہ اس کو پاس بلاؤ جب وہ پاس لے کر بیٹھ گیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں پیروں کو پکڑا اور کچھ پڑھ کر پھونکا پھر کہا اس کو کھڑا کرو۔اس کے باپ نے اسے پکڑ کر کھڑا کیا۔آپ نے تین بار اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔پھر کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔لڑکا بغیر کسی سہارے کے کھڑا رہا۔آپ نے ایک نسخہ تیل کا بتایا اور کہا کہ اس کی مالش کیا کرو اللہ صحت دے گا۔ یہ کہہ کر آپ حویلی میں تشریف لے گئے اور وہ لڑکا بغیر کسی سہارے کے اپنے پیروں سے چل کر واپس چلا گیا۔

۲۷۔سرسا گاؤں میں ایک کسان کے پاؤں میں سانپ نے ایسا کاٹا کہ خون بہنے لگا اور بچنے کی کوئی امید نہیں رہی۔لوگ اسے حضرت کے پاس لے کر آئے۔آپ نے کہا کہ اس خون کو دھوڈالو۔گھر جاؤ اور روٹی ووٹی کھا کر سو جاؤ۔اگلی صبح جب سو کر

اٹھاتو بھلا چنگا تھا زہر کا کوئی اثر نہیں تھا۔ حضرت کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا کہ اب کیسے آیا ہے؟ وہ بولا، میں اب کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ جا کر اپنا کام وام کر، ہل بیل جوت۔ آپ نے نہ جھاڑا نہ پھونکا۔ زہر کا اثر بھی ختم ہو گیا خون بھی رک گیا اور کمزوری بھی جاتی رہی۔

۲۸۔ شوکت علی صاحب اپنا حال بتاتے تھے کہ مجھے ہر سال آدھے سر کا درد اٹھا کرتا تھا۔ سخت تکلیف ہوتی تھی۔ ساتھ میں نزلہ ہو جاتا اور کانوں سے پانی بہنے لگتا تھا۔ ہلکا لال رنگ کا پانی اتنا بہتا تھا کہ پورا بستر گیلا ہو جاتا تھا۔ درد عصر کے وقت سے شروع ہوتا تھا اور ساری رات صبح کے وقت تک رہتا تھا۔ پھر میں بریلی جا کر رہنے لگا، یہاں بھی دو تین بار ایسا ہی درد اٹھا۔ رات کو جب درد اٹھتا تو میں حضرت کے پاس آدمی کو بھیجتا۔ آپ دوا بنوا کر بھیج دیا کرتے تھے جس سے مجھے فائدہ ہو جاتا تھا اور نیند آجاتی تھی۔ تیسری بار جب ایسا ہی دورہ پڑا اور حضرت سے دوا منگا کر استعمال کی اس کے اگلے دن میں خانقاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ میں کیا روز روز کا مذاق لگا رکھا ہے۔ مجھے حضرت کا یہ کہنا اچھا نہیں لگا۔ میں نے سوچا کہ شاید روز روز دوا بنوانے میں حضرت کو دقت ہوتی ہے اس لیے آپ نے ایسا کہا۔ اب آئندہ میں کبھی دوا نہیں منگواؤں گا۔ جب میں نے اپنے والد کو جا کر یہ بات بتائی تو وہ مجھ سے بہت خفا ہوئے کہ تم نے حضرت کے بارے میں ایسا کیسے سوچا، لیکن جس دن حضرت نے یہ الفاظ کہے تھے اس کے بعد سے سولہ (۱۶) برس ہو چکے ہیں نہ میرے سر میں درد ہوا اور نہ کان سے پانی بہا۔

۲۹۔ حضرت نیاز بے نیاز کے وصال کے بعد جب حضرت تاج الاولیاء اجمیر شریف گئے تو گرمی کا موسم تھا۔ شدید گرمی پڑ رہی تھی اور لو چل رہی تھی۔ حضرت کو لو کا

اثر ہوگیا۔ طبیعت کافی خراب تھی آپ دروازہ بند کر کے لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ آنے والے نے کہا کہ میں آستانے کا خادم ہوں آپ نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آئے تو انھوں نے پوچھا کہ یہاں کوئی صاحب بریلی سے آکر ٹھہرے ہیں جن کو لولگی ہے۔ حضرت نے کہا کہ مجھ ہی کو لولگی ہے۔ انھوں نے کہا کہ خواجہ غریب نواز نے آپ کے لیے یہ تین دوائیں بھیجی ہیں اور حکم دیا ہے کہ انہیں استعمال کریں۔ چنانچہ ایک دوا تو اسی وقت پی لی۔ کہاں تو لو کی گرمی سے بدن پھنکا جارہا تھا اور کہاں ایک ہی گھونٹ سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے برف کی سی ٹھنڈک پڑگئی ہو۔ حضرت کو آرام آیا اور آپ سو گئے۔ جب سوکر اٹھے تو طبیعت بالکل ٹھیک تھی، لو کا اثر ختم ہوگیا تھا۔

۳۰۔ حضرت کے صاحبزادے شاہ محی الدین احمد صاحب کی عمر پندرہ سال تھی۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد وہ چھت سے پتنگ اڑا رہے تھے۔ حضرت تاج الاولیاء بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میاں اس شہر بریلی میں ایک صاحب تھے جو بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے انہیں پتنگوں کا بہت شوق تھا جب وہ پتنگ اڑاتے تھے جو ان کے ساتھ کے درویش تھے وہ ان کی پتنگ بازی دیکھنے آیا کرتے تھے۔ ان کی پتنگ اڑانے کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ ڈور کو ڈھیل دیتے تھے تو اللہ کی یاد میں ڈوبتے چلے جاتے تھے اور جب ڈور کو کھینچتے تھے تو واپس دنیا کی طرف آجاتے یہ حال سن کر انھوں نے کہا کہ تم بھی ایسی ہی پتنگ اڑایا کرو۔ پھر آپ نے کہا کہ میاں ڈور ہم کو دو اور دیکھو پتنگ کیسے اڑاتے ہیں۔ آپ نے بھی اسی طرح پتنگ اڑائی۔ جب آپ ڈھیل دیتے تو آپ کی آنکھیں چڑھ جاتی اور چہرے کا رنگ سفید ہوجاتا ایسا لگتا تھا جیسے یہاں موجود نہیں ہیں۔ پھر جب ڈور کھینچتے تو آنکھیں اُتر آتی اور چہرے پر سرخی آجاتی۔

CS CamScanner

تھوڑی دیر بعد ڈور واپس اپنے صاحبزادے کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا کہ ایسے اڑاؤ۔ صاحبزادے نے فرمایا کہ یہ تو آپ ہی کر سکتے ہیں آپ ہی نہیں اڑوا دیجیے۔ اس طرح مختلف کھیلوں جیسے پتنگ اڑانے یا مچھلیوں کا شکار کرنے یا کبوتروں کو اڑانے جیسے سیر تماشے میں تعلیم دیا کرتے تھے۔ دیکھنے والوں کو یہ لگتا تھا کہ یہاں کھیل تماشا ہو رہا ہے لیکن اس کے ذریعہ اللہ کے پاس پہنچنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔

۳۱۔ ایک زمانے میں آپ کے صاحبزادے شاہ محی الدین صاحب کو دل کی تکلیف شروع ہوگئی۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں دورہ پڑتا تھا اور ہر دورے میں معلوم پڑتا تھا کہ جیسے کام تمام ہوگیا۔ بہت سے حکیموں کا علاج کروایا لیکن کسی سے فائدہ نہیں ہوا، یہاں تک کہ دہلی کے سب سے مشہور حکیموں کا علاج ہوا لیکن اس سے بھی فائدہ نہیں ہوا۔ ایک دن انھوں نے حضرت تاج الاولیاء سے کہا کہ سارے لوگوں کے روحانی علاج کرتے ہیں لیکن ہمیں حکیموں پر چھوڑ دیا ہے کہ سر پیٹوں اور تکلیف اٹھاؤں اور آپ کو کچھ خبر ہی نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حضور قبلہ کو اختیار ہے کہ وہی کچھ کریں گے۔ اس کے بعد انہیں دل کی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

۳۲۔ مولوی سید محمد ظریف صاحب جو بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے وہاں حضرت نیاز بے نیاز کے قصہ سنے تھے۔ وہ آپ سے ملنے کے لیے اور بیعت کرنے کے لیے بریلی آئے۔ خانقاہ میں مولوی عبیداللہ کے ہاں ٹھہرے۔ حضرت نیاز بے نیاز کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت تاج الاولیاء گدی پر بیٹھے تھے۔ ظریف صاحب عبیداللہ صاحب کے ساتھ سلام کے لیے آئے اس وقت تاج الاولیا کے ہاتھوں میں دو بٹیریں تھیں۔ تھوڑی دیر بات چیت کرتے رہے اور تھوڑی دیر بعد جہاں ٹھہرے تھے وہاں واپس آگئے۔ گھر پر آکر انھوں نے مولوی عبیداللہ صاحب سے کہا

CS CamScanner

کہ میں تو بیعت ہونے کے لیے آیا تھا لیکن جو صاحب بٹیروں سے کھیلنے میں مصروف رہتے ہو مجھے ان سے کوئی عقیدت نہیں ہو سکتی۔ میں اب یہاں نہیں ٹھہروں گا واپس چلا جاؤں گا۔ مولوی صاحب نے انہیں بہت سمجھایا لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آیا اور بغیر ملے ہوئے چلے گئے۔ بعد میں مولوی صاحب نے حضرت تاج الاولیا سے افسوس کا اظہار کیا کہ بہت اچھا آدمی تھا کچھ فیض حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن چلا گیا۔ حضرت نے فرمایا جانے بھی دو مولوی صاحب۔ لیکن مولوی صاحب بار بار افسوس کرتے رہے تو حضرت نے کہا کہ اچھا تو تم نہیں مانتے ہو تو وہ صاحب پھر واپس آجائیں گے۔ چنانچہ کچھ دن بعد وہ صاحب پھر واپس آئے اور مولوی صاحب کے پاس آکر ٹھہرے۔ حضرت سے بھی باتیں کیں اور حضرت سے کہنے لگے کہ پیری مریدی مجھے بالکل ڈھکوسلہ لگتی ہے۔ حضرت نے بہت دیر تک بات کی تو ظریف صاحب چپ ہو گئے اور پھر کہا کہ میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں، لیکن میری طبیعت میں بڑی گھبراہٹ ہے میں چاہتا ہوں کہ طبیعت کو اطمینان ہو جائے پھر بیعت کروں۔ مجھے ایک کتاب پڑھنا باقی ہے اگر پڑھ لیتا تو مجھے اطمینان ہو جاتا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کے پاس جاؤں اور کون پڑھائے گا۔ حضرت نے ایک خط مولوی خیر آبادی کے نام لکھ کر دیا اور کہا کہ خط لے کر لے چلے جاؤ یہ تمہیں پڑھا دیں گے۔ مولوی صاحب خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میں تمہیں ضرور پڑھاؤں گا۔ بہت آرام سے رکھا۔ دو دن میں صرف دو سبق پڑھ سکے اور اس عرصے میں مولوی صاحب کسی طالب علم کو نہیں پڑھا پائے۔ مولوی صاحب بہت گھبرائے اور ظریف صاحب سے کہا کہ آپ میرا خط لیجئے اور واپس چلے جایئے۔ چنانچہ وہ واپس آگئے وہ بہت اداس تھے سارے دن پریشان رہے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت نیاز بے نیاز اپنی قبر سے باہر نکل آئے ہیں

اور فرمار ہے ہیں کہ پریشان کیوں ہور ہے ہو ہم پڑھا دیں گے۔صبح اٹھ کر انھوں نے اپنا خواب مولوی عبیداللہ صاحب کو بتایا۔مولوی صاحب نے انہیں مبارکباد دی اور کہا کہ روزانہ کتاب لے کر مزار مبارک پر بیٹھ جایا کرو اور پڑھا کرو۔اب جو کتاب پڑھنی شروع کی تو سب کچھ آسانی سے سمجھ میں آنے لگا۔جو سوال دماغ میں پیدا ہوتے تھے اس کا جواب بھی انہیں مل گیا۔یہاں تک کہ پوری کتاب ختم ہوگئی۔محمد ظریف صاحب کو اطمینان ہوگیا۔پھر وہ تاج الاولیا کے پاس گئے اور پھر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت انہیں کوٹھری میں لے گئے۔ بیعت کیا اور کچھ دیر تک تعلیم دی۔ جب کوٹھری سے واپس آئے تو محمد ظریف صاحب کی شکل تاج الاولیا سے اتنی ملتی ہوئی لگی کہ لوگ حیران ہوگئے۔محمد ظریف صاحب نے بہت محنت کے ساتھ تعلیم حاصل کی اور مشق کی۔حضرت نے خلافت دی اور گوالیار بھیج دیا وہاں بہت سے لوگوں کو آپ سے فائدہ ہوا اور وہیں ان کا انتقال ہوگیا۔

۳۳۔ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا سرسا جارہے تھے آپ کے صاحبزادے حضرت محی الدین احمد بھی ساتھ تھے۔آپ گھوڑے پر سوار تھے اور سامان چھکڑے پر لدا پڑا تھا۔آپ کے صاحبزادے اور دو ساتھی چھکڑے پر بیٹھے تھے۔ ایک آدمی رگھوناتھ سنگھ گھوڑے پر ساتھ چل رہا تھا۔اچانک آپ نے اپنے صاحبزادے سے کہا کہ چھکڑے پر سے اتر آؤ اور رگھوناتھ سگھ کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔دو سو گز آگے جا کر چھکڑے کا ایک پہیہ دیوار پر چڑھ گیا گاڑی الٹنے لگی تو آپ نے باقی ساتھیوں سے کہا کہ کود کر نیچے اتر جاؤ، لیکن ایک صاحب پھر بھی بیٹھے رہے ان کا نام مولوی فخرالدین تھا۔آپ نے ان کو آواز دی کہ انتظار کیا کرتے ہو جلدی ہٹو۔ جیسے ہی وہ ہٹے گاڑی الٹی ہوگئی اور سارا سامان زمین پر پہنچ گیا۔آپ کو پہلے ہی سے اس بات کا

CamScanner

پتہ چل گیا تھا آپ نے اسی لیے ننھے میاں اور باقی ساتھیوں کو وہاں سے ہٹا دیا تھا جس کی وجہ سے سب کی حفاظت ہوگی۔

۳۴۔نواب حیدر علی خاں جو رام پور کے رئیس تھے وہ حضرت تاج الاولیا سے بیعت تھے کچھ نافرمانی کی کہ حضرت ان سے ناراض ہو گئے۔اس کا اثر یہ ہوا کہ نوکری بھی چھوٹ گئی اور رام پور سے نکال دیئے گئے۔ بہت کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔حضرت تاج الاولیا اس زمانے میں اجمیر شریف گئے ہوئے تھے۔نواب حیدر علی خان آپ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر آئے۔ تین گھنٹے تک دھوپ میں کھڑے رہے۔ جب حضرت تشریف لائے تو انھوں نے حیدر علی کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ ننھے میاں صاحب نے سفارش کی لیکن حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔حیدر علی خان ننھے میاں کے پاس آئے کہ کچھ کیجئے انھوں نے کہا کہ میرا نام مت لینا میں ایک ترکیب بتا دیتا ہوں۔ جب حضرت غریب نواز کے آستانے پر جائیں تو تم وہاں کھڑے ہو جانا اور معافی مانگنا، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔حضرت نے ناراضگی سے کہا کہ رستے سے ہٹ جاؤ لیکن انھوں نے کہا کہ میں خواجہ صاحب کے واسطے سے معافی مانگتا ہوں، معاف کر دیجئے۔ یہ سنتے ہی حضرت نے انہیں معاف کر دیا۔ یہ دوپہر کا ذکر ہے۔مغرب کے بعد لیفٹیننٹ بہادر کا تار آیا۔حیدر علی خاں کو فوراً بلایا تھا۔ لیفٹیننٹ اس زمانے میں نینی تال میں رہتا تھا۔انھوں نے حضرت سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا جاؤ۔ جب یہ نینی تال پہنچے تو لیفٹیننٹ نے حکم دیا کہ فوراً رام پور جاؤ۔رام پور میں نواب صاحب کے پاس حاضری دی۔نواب صاحب نے سارا رکا ہوا پیسہ بھی دے دیا اور واپس کام پر رکھ لیا جو جائداد ضبط ہوگئی تھی وہ بھی مل گئی۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کی ناراضگی سے حیدر علی خاں کا سب کچھ

جاتا رہا تھا اور آپ کی معافی سے ہی سب کچھ واپس مل گیا۔

۳۵۔ایک مرتبہ تاج الاولیا رام پور تشریف لے گئے تھے وہاں نواب باقر علی خاں کے مکان پر آپ ٹھہرے کہ ایک صاحب جو شیعہ عقیدہ رکھتے تھے وہ آ کر حضرت سے بیعت ہو گئے۔ جب واپس گئے اور انھوں نے اپنے ساتھی غلام رسول صاحب کو اپنے بیعت کی بات بتائی تو غلام رسول صاحب نے انہیں بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ ہمارے عقیدے میں بیعت کرنا جائز نہیں ہے۔ خدا کی شان کہ جن غلام رسول صاحب نے برا بھلا کہا تھا دوسرے دن وہ خود ہی مٹھائی لے کر آئے اور مرید ہو گئے۔ ان کے مرید ہونے کی خبر جب نواب حیدر علی خاں کو ہوئی تو انھوں نے غلام رسول صاحب کو برا بھلا کہا اور کہا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ ہم لوگ کسی کے بیعت نہیں ہوتے۔ اگلے دن نواب حیدر علی خاں خود مٹھائی لے کر آئے اور بہت درخواست کر کے بیعت ہو گئے جب وہ مرید ہو کر گئے تو شیعہ مذہب کے بڑے مولانا عظیم اللہ صاحب نے مرید ہونے والوں کو برا بھلا کہا۔ اللہ کی شان ایسی ہوئی وہ خود بھی مٹھائی منگوا کر لائے اور خود بھی مرید ہو گئے۔ جب یہ بات مشہور ہوئی تو سارے شیعہ ڈر گئے کہ حضرت سے مرید ہونے والوں کو جو برا بھلا کہے گا وہ خود بھی مرید ہو جائے گا۔ اس لیے کوئی اب کسی کو کچھ نہیں کہے گا۔ یہ حضرت کی کھلی ہوئی کرامت تھی کہ مخالف اور دشمن بھی سب کچھ بھول کر آئے اور آپ سے مرید ہو گئے۔

۳۶۔رائے کندن لال جو بریلی کے رہنے والے تھے حضور قبلہؒ نیاز بے نیاز کے شاگرد تھے ان سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اس لیے حضرت تاج الاولیا سے بھی دوستی کے تعلقات تھے۔ حضور قبلہؒ کے انتقال کے بعد ایک مرتبہ کندن لال تیرتھ یاترا پر متھرا جانے لگے۔ اتفاق سے اسی زمانے میں حضرت تاج الاولیاء بھی متھرا گئے ہوئے

CS CamScanner

تھے۔ کندن لال بھی حضرت کے ساتھ ہی ٹھہرے۔ وہاں حضرت نے کئی دن قیام کیا۔
ایک دن باتوں باتوں میں حضرت نے کہا کہ چلو آج مندروں کی سیر کریں۔ چنانچہ کئی
مندروں کی سیر کی۔ اور ہر مندر سے مٹھائی جو پرشاد کے طور پر ملی وہ ایک جگہ اکٹھی کر لی
آخر میں حضرت نے کہا کہ چلو کرشن جی کا مندر بھی دیکھ لیں۔ یوں تو وہاں کرشن جی
کے بہت سے مندر ہیں لیکن سب سے بڑا مندر وہ ہے جو مسجد کے پاس بنا ہوا ہے۔
کندن لال نے کہا کہ حضور مجھے تو یہی حیرت ہے کہ آپ کو مسلمان سمجھنے کے باوجود کسی
نے روکا نہیں۔ لیکن شری کرشن جی کے مندر میں مسلمانوں کے جانے کا سوال ہی نہیں
ہے۔ اس مندر میں چار درجے ہیں۔ سارے ہندو جو درشن کو جاتے ہیں تو پہلے درجے
تک ہی پہنچ پاتے ہیں۔ پوجا پاٹ کرتے ہیں اور لوٹ آتے ہیں۔ دوسرے درجے
میں بڑے بڑے برہمن اپنی پوتھیاں کھولے پڑھتے رہتے ہیں۔ تیسرے درجے میں
صرف سادھو لوگ رہتے ہیں۔ اور چوتھے درجے میں وہ خاص پجاری جاتے ہیں جن کا
درجہ سب سے اونچا ہے اور جو کرشن جی کی خدمت کا کام کرتے ہیں۔ مسلمان کا تو
وہاں پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چلو دیکھتے ہیں اگر نہیں جانے دیا تو
واپس لوٹ آئیں گے۔ چنانچہ حضرت اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔
بغیر کسی پریشانی کے پہلے درجے میں داخل ہوئے۔ وہاں سب دیکھا بھالا۔ دوسرے
درجے میں گئے کسی نے نہیں روکا۔ اسی طرح تیسرے اور چوتھے درجے میں بھی اندر
پہنچ گئے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ہر درجے میں سے بہت سے پرشاد کی مٹھائی ملی۔
حضرت نے اپنے دل میں کہا کہ کرشن جی مٹھائی تو میں کھاتا نہیں کوئی نمکین چیز ہوتی تو
میں کھا لیتا۔ آپ باہر نکل آئے اور جانے ہی والے تھے کہ چوتھے درجے کے پجاریوں
نے باہر والے پجاریوں کو آواز دے کر کہا کہ یہ جو صاحب جا رہے ہیں یہ جانے نہ

پائیں، انہیں روکو۔ ایک آدمی دوڑا ہوا آپ کو روکنے کے لیے آیا تو کندن لال بولے کہ بڑا غضب ہو گیا، ان کو اب معلوم ہو گیا کہ آپ مسلمان تھے دیکھنے، اب کیا جھگڑا ہوتا ہے۔ حضرت نے کہا کہ گھبراتے کیوں ہو دیکھا جائے گا۔ اور آپ ٹھہر گئے۔ ایک پجاری باہر آیا کہ اس نے کہا کہ حضرت ذرا ٹھہر جائیے۔ کرشن جی کا حکم ہوا ہے کہ آپ کو نمکین پرشاد دیا جائے۔ میں ابھی تیار کروا رہا ہوں۔ حضرت نے کہا کہ پرشاد تو آپ لوگوں نے دے دیا اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ پجاری نے کہا کہ آج تک کرشن جی نے کسی کو حکم نہیں دیا یہ پہلی مرتبہ ہے کہ ہمیں کرشن جی کی آواز سنائی دی۔ بہر حال آپ ٹھہر گئے۔ مندر کے پاس ایک سنگ مرمر کا چبوترہ تھا آپ اور آپ کے ساتھی وہیں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں بڑے پجاری پراتوں میں پوریاں، سبزیاں اور مٹھائی بھر کر لائے اور آپ کے سامنے رکھ دی۔ سبھی لوگوں نے وہاں بیٹھ کر کھایا اور آس پاس جو لوگ تھے انہیں بھی کھلایا۔ باقی بچا ہوا کھانا اور مٹھائی آپ نے وہیں چھوڑ دیا کہ یہاں جو بندر رہتے ہیں یہ ان کا حصہ ہے۔ جیسے ہی آپ وہاں سے اٹھ کر روانہ ہوئے سینکڑوں بندر کھانے پر ٹوٹ پڑے۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ جس پر عام آدمی کو یقین بھی نہیں آئے گا، لیکن یہ حقیقت ہے اور یہ جادو جیسی کرامات حضرت نے کر دکھائی تھی۔

۳۷۔ مولوی شریف صاحب کا بیان ہے کہ وہ مراد آباد میونسپل میں سکریٹری کے اسسٹنٹ کے طور پر ملازم تھے۔ ایک مرتبہ ایک بہت ہی ضروری کاغذات حفاظت کی تاکید کے ساتھ ان کے پاس رکھوائے گئے۔ جس دن ان کاغذات کے سلسلے میں پیشی ہونے والی تھی اس سے ایک دن پہلے وہ کاغذات کھو گئے۔ محمد شریف صاحب بہت پریشان ہوئے کیونکہ وہ کاغذات ان کے پاس تھے اور ان کے کھو جانے

سے ان کی نوکری بھی جاسکتی تھی اور سزا بھی ہوسکتی تھی۔ محمد شریف صاحب اسی رات بغیر کسی کو بتائے بریلی شریف حاضر ہوئے۔ رات کے بارہ بج چکے تھے۔ حضرت تاج الاولیا حویلی میں آرام کے لیے جاچکے تھے۔ انھوں نے حویلی کے اندر اطلاع کروائی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں آیا ہے اور کیوں واپس جانا ہے۔ آپ نے پردہ کرکے حویلی کے اندر بلوالیا۔ انھوں نے سارا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت نیاز بے نیاز کے وسیلے سے اللہ تم پر کرم کرے گا۔ تم واپس جاؤ اور اطمینان رکھو۔ یہ واپس آگئے اور سکریٹری صاحب کے ساتھ بورڈ کے جلسے میں پیشی ہوئی پھر ضلع مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ گیا لیکن ان کاغذات کے بارے میں آخر تک کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔

۳۸۔ حضرت تاج الاولیا کے ایک مرید ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں روزگار اور پیسے کی بہت تنگی تھی۔ اتنے پریشان تھے کہ زندگی سے ہی ناامید ہوگئے تھے۔ حضرت فرمایا کہ اللہ نے چاہا کہ پیروں کے صدقہ میں تمہارے سب کام آسان ہوجائیں گے۔ پھر ان کے سر اور بدن پر ہاتھ پھیرا اور اپنا صندوقچہ منگوا کر اس میں سے ایک روپیہ نکالا اور اس مرید کو دے کر کہا کہ اپنا سیدھا ہاتھ لاؤ اس نے ہاتھ پھیلایا تو انھوں نے وہ روپیہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کی بہت حفاظت کرنا۔ ایک تھیلی میں اسے سی کر رکھنا اور جو آمدنی ہوا کرے اسی تھیلی میں ڈال کر رکھا کرو۔ جب خرچ کی ضرورت ہو تو اس تھیلی میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو۔ تمہاری تھیلی کبھی خالی نہیں رہے گی۔ چنانچہ اس مرید نے ایسا ہی کیا۔ ساری زندگی اسے کبھی پیسے کی کمی نہیں پڑی۔ معمولی آمدنی میں بھی تھیلی میں برکت رہتی تھی اور اکثر آمدنی بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی۔

CS CamScanner

اس واقعہ کو سن کر حضرت کے ایک اور مرید کفایت اللہ نے کہا کہ مجھے بھی خرچ کی بہت پریشانی رہتی ہے آپ کے غلام کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اب کیا ہمیں بھیک مانگنی پڑے گی۔ حضرت کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے صندوقچہ منگا کر اس میں سے ایک کوڑی نکالی اور کہا کہ کفایت اللہ یہ حضرت نیاز بے نیاز کی کوڑی ہے۔ حفاظت سے رکھنا۔ اسی دن ان کی تنخواہ بڑھ گئی اور ساری عمر اتنی تنخواہ ملتی رہی کہ انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

۳۹۔ چودھری عبدالرزاق صاحب بچھراؤں کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنی زندگی کا ایک بہت ہی خاص قصہ بیان کرتے تھے۔ جب میں نیاز یہ سلسلہ میں بیعت نہیں ہوا تھا اس زمانے میں میرے گلے میں ایک پھوڑا نکلا جس سے فارسی میں خنازیر کہتے ہیں۔ اس میں اتنی سخت تکلیف تھی کہ میرا کھانا، سونا سب چھوٹ گیا تھا۔ اس میں سے ہر وقت مواد اور پانی بہتا رہتا تھا۔ چار مہینے تک بچھراؤں کے حکیموں سے علاج کرواتا رہا لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کسی نے بتایا کہ امروہہ میں بہت اچھے حکیم ہیں وہاں گیا وہاں کے حکیموں نے کہا کہ چیرا لگانا پڑے گا۔ چیرا لگانے سے تکلیف کچھ کم ہوئی، لیکن کھلا زخم بن گیا جس میں سے مواد نکلتا رہتا تھا۔ تین سال تک اس بیماری میں مبتلا رہا ایک رات حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے گھر میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں تیر اور کمان ہے میرے مکان کے آنگن میں جو نیم کا درخت ہے اس کے اوپر کالے دانت والی بلا بیٹھی ہے اور درخت کے سارے پتے جھڑ چکے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اس پر تیر چلایا اور وہ نیچے زمین پر گر کر مر گئی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور اسی روز سے میرا زخم اچھا ہونا شروع ہو گیا۔ میں بغیر کسی دوا کے بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اس کا نشان اب تک میرے گردن پر موجود ہے۔ اس بات کے دو

تین سال کے بعد میں مولوی محمد شریف کے ساتھ بریلی میں بیعت ہونے کے لیے گیا۔ میرے والد حضور قبلہؒ سے بیعت تھے لیکن میں نہ کبھی بریلی گیا تھا اور نہ تاج الاولیا کو دیکھا تھا۔ محمد لطیف صاحب نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ تم اپنی پہچان کے لیے اپنے والد کا نام بتا دینا تا کہ حضرت کو معلوم ہو جائے کہ تم کس کے بیٹے ہو۔ چنانچہ جب میں خانقاہ میں پہنچا تو عرس کا موقع تھا اور بہت سے لوگ جمع تھے۔ بیچ میں حضرت تشریف رکھتے تھے۔ حضرت پر نظر پڑتے ہی فوراً پہچان گیا کہ یہی وہ صاحب ہیں کہ حضرت علی سمجھ کر خواب میں دیکھا تھا۔ میں سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا اس وقت پانوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت نے میری طرف دیکھ کر میرے والد کا نام لیا اور کہا رحیم اللہ صاحب جو حضرت کے خلیفہ تھے ان کے ہاں ایک بار کسی جگہ سے پان کی ڈھولیاں آئیں تھیں جن کے پتے چھ چھ گرہ کے تھے۔ (چھ انچ) ابھی میں نے حضرت سے اپنے والد کا نام بھی نہیں لیا تھا اور نہ ہی اپنی پہچان ہی بتائی تھی لیکن حضرت نے اپنے آپ ہی میرا حال معلوم کر لیا۔

میری پانچ اولادیں پیدا ہوتے ہی ختم ہو گئی تھیں۔ میری بیوی کو گھبراہٹ کی ایسی بیماری تھی کہ ایسا لگتا تھا کہ اب مری کہ تب مری۔ شاید اسی وجہ سے بچے بھی نہیں بچتے تھے۔ اور اب میری بیوی کو اولاد ہونے کی امید ہی کم ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا بچھراؤں آئے تو میں نے اپنی بیوی کا حال بیان کرتے ہوئے کہا کہ کیا میری بیوی کا دنیا میں کوئی نام ونشان نہیں رہے گا۔ میری بیوی نے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے وعدہ کیا کہ وہ دعا فرمائیں گے۔ یہ حضرت کی دعا کا اثر تھا کہ نو مہینے بعد میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور وہ زندہ رہی۔ میری بیوی کی بیماری بھی جاتی رہی اور عمر بھر کوئی شکایت نہیں رہی۔

چودھری عبدالرزاق صاحب نے اپنی زندگی کا تیسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم تین بھائی ہیں۔ہم تینوں کی مائیں الگ الگ تھیں۔میری اور دوسرے بھائی کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور تیسرے بھائی کی والدہ حیات تھی۔چھوٹے بھائی کے دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ تم ساری جائداد اپنی ماں کے مہر میں لکھوا لو وہ اس پر اڑ گیا میں تاج الاولیا کے پاس آیا اور انہیں سارا حال سنایا۔حضرت نے فرمایا کہ مجھے تمہاری جائداد کی تفصیل کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔تم اپنے والد سے کہو کہ ساری جائداد تینوں میں برابر سے تقسیم کر کے ٹھیک سے لکھا پڑھی کروادیں۔ میں نے والد سے کہا اور انھوں نے حکم کے مطابق کاغذ تیار کروادیئے۔ اس کے کاغذ میں حضرت تاج الاولیا کے پاس لے کر گیا۔اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور قبلہ کے مزار کے اوپر بہت سی عرضیاں پڑی ہوئی ہیں اور اس میں ایک عرضی میری بھی ہے۔حضور قبلہ نے تاج الاولیاء سے کہا کہ اب اس کام کو پورا کرواؤ۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد میں جاگا میرے کہنے کے مطابق والد نے جائداد تقسیم کی اور تینوں بھائیوں کے نام الگ الگ کاغذ بنوادیئے۔اور ایک کاپی حضرت تاج الاولیاء کی خدمت میں بھیج دی۔ میرے والد بہت زیادہ بوڑھے اور کمزور تھے۔ وہ رجسٹری کرانے نہیں جاسکتے تھے۔ میں نے حضرت کو بتایا تو انھوں نے بتایا کہ تم اطمینان رکھو یہ کام بھی ہوجائے گا۔غرض ہم والد کو لے کر حسن پور پہنچے جہاں رجسٹرار کا آفس تھا۔تحصیل دار کے دفتر میں بہت بھیڑ تھی۔ہم نے جب تحصیل دار کے پاس اپنی عرضی رجسٹری کے لیے پیش کی اسی وقت چھوٹے بھائی نے بھی عرضی دی کہ ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں اور ان کا دماغ صحیح نہیں ہے۔اس لیے یہ رجسٹری نہ کی جائے۔تحصیل دار نے یہ دیکھ کر ہم سے کہا کہ اپنی جائداد کی پوری تفصیل بتاؤ۔ مجھے پورا علم نہیں تھا اور والد کی بھی

یادداشت اچھی نہیں تھی لیکن حضرت کی دعا کا اثر تھا کہ تحصیل دار نے جو کچھ بھی پوچھا اس کا پورا اور صحیح جواب والد صاحب نے دیا۔ تحصیل دار نے فوراً ہی رجسٹری کر کے مہر لگا دی اور چھوٹے بھائی کی طرف دیکھ کر غصے سے بولا کہ کون کہہ سکتا ہے کہ تمہارے والد کا دماغ صحیح نہیں ہے۔ وہاں موجود اور بھی لوگوں نے کہا کہ ان کے والد بالکل ٹھیک ہیں۔ یہ اس لڑکے کی چالاکی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس طرح وہ جائداد ہم تینوں بھائیوں میں برابر کی تقسیم ہوگئی اور رجسٹری بھی کر دی گئی۔ اس طرح جو جائداد ہمارے ہاتھ سے نکل گئی تھی وہ حضرت کی دعا سے ہمیں مل گئی۔

چودھری عبدالرزاق صاحب کے ساتھ چوتھا واقعہ یہ ہوا کہ وہ میونسپلٹی میں نوکری کرتے تھے۔ کسی بات پر وہ نوکری سے نکال دیئے گئے۔ بے کاری سے بہت پریشان تھے اور آمدنی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ انھوں نے تاج الاولیاء سے عرض کیا اور اپنا سارا حال انہیں بتایا۔ اس وقت حضرت خاموش رہے کچھ مہینے بعد پھر جا کر اپنا حال بتایا اور غم کے مارے میں آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ حضرت نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور تسلی دی اور کہا کہ حضور قبلہؒ کی دعا سے اللہ تمہارے اوپر رحم کرے گا۔ انہیں یہ لگا کہ حضرت نے کوئی وعدہ تو کیا نہیں ہے اب نوکری کیا ملے گی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا نوکری ہی آدمی کی زندگی میں سب کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بہت سے ذریعہ پیدا کر دیتا ہے۔ اب ان کو یقین ہوگیا کہ یہ نوکری تو اب نہیں ملے گی۔ تو انھوں نے بزنس شروع کیا اور اس میں اتنی کامیابی ملی کہ نوکری سے زیادہ اچھی طرح گزر بسر ہوئی۔

پانچواں واقعہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ میں جب حضرت سے بیعت ہوا کہ تو اس وقت حضور قبلہ کے عرس کا موقع تھا۔ بہت سے حافظ موجود جو باری باری کلام پڑھ رہے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ اگر میں حافظ ہوتا تو مجھے بھی یہاں قرآن

شریف پڑھنے کی سعادت ملتی۔ یہ خیال دل میں ایسا جما کہ میں نے کلام پاک حفظ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن میری عمر بتیس سال تھی اس لیے حفظ کرنے میں بہت مشکل پیش آ رہی تھی اسی زمانے میں حضرت تاج الاولیا بچھراؤں تشریف لائے۔ میں نے اپنے شوق اور حفظ کرنے میں آنے والی دقت کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے ایک دعا بتائی اور فرمایا کہ ہر فرض نماز کے بعد اکیس بار پڑھا کرو۔ آپ کے حکم کے مطابق میں نے دعا کی پابندی کی اور میرا ذہن اتنا کھل گیا کہ میں نے بہت جلد پورا قرآن شریف حفظ کر لیا۔

۴۰۔ مولوی نصیر عالم صاحب کہا کرتے تھے کہ میری بیوی بہت بیمار ہوئی اس کو مستقل بخار رہتا تھا۔ بہت حکیموں کا علاج کروایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حکیموں نے کہا کہ بخار بہت پرانا ہو گیا ہے اس کا علاج ممکن نہیں ہے۔ اس کی حالت دن بہ دن گرتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی زندگی سے اتنی مایوس تھی کہ کوئی امید نہیں بچی تھی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور دعا کی درخواست کی۔ مہدی میاں صاحب نے وہ عرضی حضرت کو پڑھ کر سنائی اور آپ نے پوچھا کہ اس کے کتنے بچے ہیں اور کیا عمریں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ پانچ بچے ہیں اور سب بہت چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اُہو یہ تو بڑی مشکل کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ شفا دے اور حضور قبلہؒ کی دعا شامل رہے۔ یہ دوپہر کا وقت تھا میں مراد آباد میں تھا۔ جب نوکری سے واپس آیا تو میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بیوی تو بالکل خوش نظر آ رہی تھی۔ چہرے سے بیماری اور تھکن کے کوئی آثار نہیں تھے۔ میں نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ دوپہر بعد سے طبیعت ایک دم اچھی ہو گئی۔ یہ وہی وقت تھا جب حضرت نے شفا کی دعا کی تھی۔ نہ اسے کسی حکیم کی ضرورت پڑی اور نہ دوا کی اور اس کی بیماری جاتی رہی۔

مولوی نصیر عالم صاحب اپنی بیماری کے بارے میں بھی ذکر کرتے تھے۔ ایک

CamScanner

مرتبہ میرے جسم میں کئی جگہ داد ہو گیا۔علاج شروع کیا،لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا۔جب علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو میں نے حضرت سے اپنا حال بیان کیا۔آپ نے فرمایا علاج کرو۔میں نے کہا کہ حکیم امجد علی خاں کا علاج کیا،لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔آپ نے فرمایا کہ کسی اور کا علاج کرو۔میں نے پوچھا کہ عبدالکریم مرادآبادی جو آپ کے مریدوں میں سے ہیں آپ نے فرمایا کہ عبدالکریم ہی سہی،لیکن ان کے علاج سے بھی فائدہ نہیں ہوا تو پھر جا کر کہا تو آپ نے فرمایا کہ کسی اور کا کرو۔پھر عبدالمجید حکیم کا علاج کیا،لیکن اس سے بھی فائدہ نہیں ہوا۔اب بیماری اتنی بڑھ گئی کہ جسم کے کئی حصوں میں پھیل گئی۔اب میں یہ ٹھان کر خانقاہ شریف گیا کہ اب تو حضرت کی دعا سے ہی ٹھیک ہوگا۔جب تک وہ توجہ نہیں کریں گے یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔حضرت سے کہا تو ناگواری سے کہا کہ دل لگی تھوڑی ہے میں کوئی حکیم تھوڑی ہوں۔میرا دل اس وقت بہت پریشان تھا ایک تو بیماری کی تکلیف اوپر سے حضرت کی ناراضگی،میرے آنسو نکل آئے اور میں نے قدموں کو پکڑ کر کہا کہ علاج سے تو میرے باپ کو بھی فائدہ نہیں ہوا تھا تو مجھے کیا ہوگا۔آپ کوئی بھی دوا بتا دیجئے میں عقیدے کے ساتھ کھاؤں گا اور مجھے فائدہ ہوگا میری حالت دیکھ کر حضرت کا غصہ جاتا رہا۔آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ نگند باوری پیو۔میں خوشی خوشی گھر لوٹا اور گھر آ کر نگند باوری کی تلاش شروع کردی۔کسی نے کہا کہ دریا کے کنارے پر ملے گی۔کسی نے کہا کہ میں لادوں گا۔غرض اس تلاش میں دو ہفتے گزر گئے۔جب نگند باوری ملی اس وقت تک میری بیماری پورے طور پر ختم ہو چکی تھی اور کھال اتنی صاف ہو گئی تھی اور پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ درد کس جگہ تھا۔میں نے سوچا کہ اب دوا پینے سے کیا فائدہ۔میں حضرت کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ بیماری تو ختم ہو گئی اب دوا اور پرہیز سے کیا فائدہ۔آپ نے فرمایا

کہ کچھ تھوڑے دن احتیاط کرلو، پی لو اور چھوڑ دینا۔ اسکے بعد مجھے زندگی بھر کھال کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

۴۱۔ محمود الحسن صاحب جو بچھراؤں کے رئیس تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مجھ سے میرے دوست منشی عظیم اللہ صاحب جو الہ آباد کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے اپنے پیر حضرت تاج الاولیا کا ذکر کیا اور بتایا کہ ان سے کیسی کیسی کرامتیں ہوتی ہیں۔ عظیم اللہ صاحب پورب کے رہنے والے تھے اس لیے حضرت ان کو پوربیا کہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عظیم اللہ صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گرمی کا زمانہ تھا۔ حضرت آرام کرنے کے لیے لیٹے تھے۔ اس وقت حضرت کی آنکھیں جاتی رہی تھی۔ عظیم اللہ صاحب خود ہی پنکھا لے کر حضرت کو جھلنے لگے۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ حضرت تو دیکھ بھی نہیں سکتے انہیں کیا معلوم کہ کون انہیں پنکھا جھیل رہا ہے۔ اسی وقت حضرت نے فرمایا کہ پوربیے پنکھا جھل رہے ہیں۔ عظیم اللہ بہت شرمندہ ہوئے اور ان کو احساس ہوا کہ اللہ والوں کی اگر ظاہری آنکھیں نہ بھی ہو تو انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۴۲۔ شوکت یار خاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک مست فقیر ہمارے قصبے میں آئے۔ میرے دادا کو درویشوں سے بہت عقیدت مندی تھی تو انھوں نے ان فقیر صاحب کو اپنے گھر بلوایا۔ وہ فقیر گورے چٹے تھے اور ان کی آنکھیں ہر وقت سرخ رہتی تھی۔ وہ کئی زبانیں جانتے تھے اور مزاج میں گرمی بہت تھی۔ انہیں دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ روسی جاسوس نہ ہو۔ گھر گھر جا کر لوگوں کی جاسوسی نہ کر رہے ہوں۔ میں وہاں سے چلا آیا اور وہ فقیر بھی شہر سے چلے گئے۔ کچھ دن بعد میرا پیلی بھیت جانا ہوا وہاں ایک مکان میں مجھے لوگوں کی بھیڑ نظر آئی۔ پاس جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی فقیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا تو وہ بولے کہ میرے

سامنے سے ہٹ جا ورنہ جلا کر خاک کردوں گا۔ میں نے پوچھا کہ آخر مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوئی تو وہ بولے کہ روسی جاسوس کے پاس تیرا کیا کام، چلا جا، ورنہ جلا کر خاک کردوں گا۔ مجھے بھی غصہ آ گیا میں نے اپنے پیر کو یاد کیا اور فقیر سے کہا۔ تجھ جیسے دیکھے ہیں میں نے۔ تجھے قسم ہے مجھے جلا کے دِکھا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ وہ فقیر بول اٹھے کہ یہ بیچ میں کس کو لے کر آیا ہے اب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو نظر آیا کہ میرے اور اس کے بیچ میں تاج الاولیا بیٹھے تھے۔ میری ہمت بڑھ گئی۔ میں نے کہا کہ میں نے ان کو بیچ میں لایا ہوں جن کا میں خادم ہوں۔ میں نے دیکھا کہ یا تو وہ فقیر غصے میں لال پیلے ہو رہے تھے یا ایک دم سے ان کے چہرے کا ہاؤ بھاؤ ہی بدل گئے۔ مجھے بہت نرمی کے ساتھ بلا کر بٹھایا۔ خیر، اس طرح وہ قصہ ختم ہوا۔ اس کے بعد میں جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میاں فقیروں سے مت الجھا کرو۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ میں نہیں الجھا تھا وہ فقیر خود ہی بگڑ بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے کرم سے وہ فقیر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

۴۳۔ ولایت احمد خاں جو شاہ آباد کے رئیس تھے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ میرے والد حضور قبلہؒ کے عرس میں پابندی سے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ گھوڑے بیچنے کے لیے مکن پور میلے میں چلے گئے۔ اسی زمانے میں عرس بھی تھا۔ لیکن وہاں حاضر نہیں ہو پائے۔ دن میں انھوں نے اپنے کاروبار سے جو بھی پیسہ کمایا تھا جو ان کا سامان تھا یہاں تک کہ کھانے پینے کی چیزیں تک چوری ہو گئیں۔ کچھ بھی پاس نہیں رہا۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ اس دفعہ میں عرس میں شامل نہیں ہوا اس لیے مجھے یہ سزا ملی۔ وہ بہت شرمندہ تھے اپنے دل میں تاج الاولیاء کا تصور کر کے انھوں نے عرض کیا کہ جو غلطی ہو گئی وہ آئندہ نہیں ہو گی مجھے معاف کر دیجیے۔ اگلے دن ان کا ملازم

فراغت کے لیے جنگل میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک بڑی سی گٹھری اپنے سر پر رکھے جا رہا ہے اس نے فوراً اس چادر کو پہچان لیا جس میں گٹھری بندی ہوئی تھی۔ میلے کی وجہ سے وہاں پر دو تین پولیس والوں نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔ نوکر دوڑ کر گیا اور سپاہیوں کو بلا لایا۔ رات کو میرے مالک کا سامان جس نے چرایا تھا یہ وہی آدمی ہے۔ پولیس والے پکڑ کر والد صاحب کے پاس لائے۔ انھوں نے سارا سامان پہچان لیا۔ لیکن اس میں پیسے نہیں تھے۔ سپاہی چور کو پکڑ کر لے گئے۔ والد صاحب نے دل میں سوچا یقیناً حضرت نے دعا کی ہوگی تبھی میرا سامان ملا۔ ہوسکتا ہے پیسا بھی مل جائے۔ والد صاحب اپنے نوکروں کو ساتھ لے کر اس جگہ گئے جہاں ان کے نوکر نے اس چور کو کھڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہاں پر سب لوگوں نے زمین کو دیکھنا شروع کیا۔ ایک پیڑ کے نیچے کچھ تازہ مٹی نظر آئی جس پر کچھ انگلیوں کے نشان بنے ہوئے تھے۔ نوکروں نے وہاں زمین کھودی تو وہاں سارا پیسہ موجود تھا بلکہ کچھ زیادہ ہی تھا۔ جو زیادہ پیسا تھا وہ انھوں نے پولیس میں جمع کرا دیا۔ پولیس سے چور کو پکڑوانے کے لیے انعام بھی ملا۔

۴۴۔ ڈاکٹر امیر اللہ صاحب کا بیان ہے کہ عظیم اللہ نام کے ایک آدمی کو پولیس والے میرے پاس لے کر آئے۔ جسے نجیب آباد کے رئیس نے مارا تھا۔ وہ انھی کا نوکر تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ کی جانچ کی تو معلوم ہوا کہ ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں نے یہ رپورٹ میں لکھ کر پولیس والے کو دے دیا۔ شام کو رئیس صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ رپورٹ لکھئے کہ چوٹ زیادہ نہیں ہے اور ہڈی نہیں ٹوٹی ہے۔ اس کے لیے مجھے کچھ روپیہ بھی دے رہے تھے۔ میں نے کہا کہ میں رشوت نہیں لیتا اور جھوٹی رپورٹ بھی نہیں لکھوں گا۔ جو میں نے دیکھا تھا وہی لکھوں گا۔ رئیس صاحب نے کلکٹر اور سول صاحب کو رپورٹ بھیجی کہ اس ڈاکٹر نے غلط رپورٹ بھیجی ہے۔ نہ چوٹ اتنی

CamScanner

زیادہ آئی ہے نہ ہی ہڈی ٹوٹی ہے۔ میرے پاس کلکٹر اور سرجن کا آرڈر آیا۔ آپ فوراً جس شخص کے چوٹ لگی ہے اس کے ساتھ حاضر ہوں۔ کلکٹر اور سرجن بہت تیز مزاج کے تھے میں ڈر گیا کہ کہیں میری بے عزتی نہ کریں اور کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ اسی پریشانی میں نہ ہی رات کو کھانا کھایا اور نہ ہی رات کو ٹھیک سے سو پایا۔ رات کے کسی پہر تھوڑی سی آنکھ لگی تو میں نے دیکھا کہ حضرت تاج الاولیا بیٹھے ہیں اور میرا کندھا ہلا کر کہہ رہے ہیں ''میاں اتنا رنج کرنا اور پریشان ہونا کھانا نہ کھانا، یہ کیا بات ہے۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔'' فوراً ہی آنکھ کھل گئی۔ دوبارہ آنکھ لگی پھر یہی خواب دیکھا۔ اس طرح تین مرتبہ پلک جھپکی اور یہی خواب نظر آیا۔ اگلے دن صبح مریض کو ساتھ لے کر میں کلکٹر کے آفس پہنچا۔ وہاں جو کلرک بیٹھا تھا وہ بولا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے کیا کر دیا کہ جھوٹی رپورٹ لکھ دی۔ آپ کو معلوم نہیں کہ سول سرجن کتنے تیز مزاج کے ہیں۔ کسی کی بات نہیں سنتے۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ تھوڑی دیر میں سرجن صاحب آ گئے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے جھوٹی رپورٹ بنائی ہے تم نے ضرور رشوت لی ہے تمہیں جیل جانا پڑے گا۔ میں پریشان ہو گیا۔ سرجن نے اپنے اسٹینٹ سے کہا کہ تم دیکھو ہڈی ٹوٹی ہے کہ نہیں۔ اس نے دیکھ کر جواب دیا کہ ہڈی نہیں ٹوٹی۔ سرجن کہنے لگا کہ اب بتاؤ کیا کہتے ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر کے حضرت کو یاد کیا اور کہا کہ آپ خود دیکھ لیجئے کہ ہڈی ٹوٹی ہے کہ نہیں۔ سرجن نے خود چیک کیا تو ہڈی ٹوٹی ہوئی آئی۔ اس نے اپنے اسسٹنٹ کو ڈانٹا کہ تم جھوٹ بولتے ہو ہڈی تو واقعی ٹوٹی ہوئی ہے اور مجھ سے کہا کہ مجھے تمہاری طرف سے اطمینان ہو گیا ہے تم جاؤ اور کلکٹر کے نام خط لکھا کہ ڈاکٹر بہت ایمان دار اور صحیح ہے اس کی رپورٹ ٹھیک ہے۔ میں نے اطمینان کی سانس لی اور دواخانے آ گیا۔ یہ حضرت ہی کا کرم تھا کہ میری عزت رہ گئی۔

CamScanner

ڈاکٹر امیر اللہ صاحب اپنا ایک اور قصہ بھی بیان کرتے تھے کہ میں آملہ کے ایک اسپتال میں کام کر رہا تھا۔ پولیس والا میرے پاس ایک آدمی کو لے کر میرے پاس آیا جس کو چوٹ لگنا بتایا گیا تھا۔ میں نے اپنے اسسٹنٹ کی مدد سے اس کی اچھی طرح جانچ کی۔ وہ بالکل تندرست تھا اس کے کوئی چوٹ نہیں تھی۔ میں نے رپورٹ لکھ کر پولیس والے کے ہاتھ بھجوادی اور وہ آدمی اسپتال میں ہی رک گیا، کیونکہ برسات کا موسم تھا اور رات کے دو بج چکے تھے۔ بارش بہت تیز ہو رہی تھی۔ میں اس کو چھوڑ کر اپنے گھر آ گیا اور سو گیا۔ تھوڑی دیر میں اسپتال کا صفائی والا میرے گھر آیا اور مجھے آواز دی کہ ڈاکٹر صاحب جو آدمی جانچ کے لیے آیا تھا وہ مر گیا۔ میں نے کہا کہ کیا بکتا ہے وہ تو بالکل ٹھیک تھا۔ اس نے کہا کہ آپ خود آ کر دیکھ لیجئے۔ میں نے باہر آ کر دیکھا تو وہ واقعی مر گیا تھا۔ مجھے افسوس بھی ہوا اور ڈر بھی لگا کہ میں اسے اپنی رپورٹ میں لکھ چکا تھا کہ اسے کوئی چوٹ نہیں ہے۔ میں بہت پریشان تھا۔ رات اندھیری تھی اور لگاتار بارش ہو رہی تھی۔ صبح کے چار بج گئے تھے۔ میرے اسسٹنٹ نے کہا کہ ایک خط تھانیدار کو لکھ دیجئے وہ کچھ انتظام کر لے گا۔ میں نے کہا کہ میں تو پہلے ہی رپورٹ بھیج چکا ہوں، اب کس منہ سے خط لکھوں۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے نماز پڑھی اور حضرت کو یاد کیا کہ آپ ہی دعا کریں اور میری مدد کریں۔ ابھی میں نے خط لکھا بھی نہیں تھا کہ دیکھتا ہوں کہ تھانیدار خود چلے آ رہے ہیں اور کہا کہ آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ ابھی ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ نے مجھے بلایا ہے اور یہ بھی کہا کہ ابھی جو رپورٹ بھیجی گئی ہے اسے رجسٹر میں نہ چڑھاؤں۔ میری رپورٹ ان کے ساتھ میں تھی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ حضرت کی دعا کا ہی اثر ہے کہ تھانیدار نہ صرف خود چلے آئے اور وہ رپورٹ نہ پڑھی اور نہ ہی رجسٹر میں چڑھائی۔ میں نے پہلی رپورٹ

پھاڑ کر دوسری رپورٹ لکھی پھر اس آدمی کو ظاہر میں کوئی چوٹ نہیں تھی، لیکن اندرونی چوٹ لگی تھی جس کی وجہ سے وہ مر گیا تھا۔ تھانیدار صاحب دوسری رپورٹ لے کر چلے گئے اور اس آدمی کو بھی گرفتار کرلیا جس نے اسے چوٹ پہنچائی تھی۔

ڈاکٹر امیر اللہ صاحب اپنا تیسرا واقعہ بیان کرتے تھے کہ جہاں میں نوکری کرتا تھا وہاں حالات کچھ ایسے ہوگئے تھے کہ مجھے نوکری چھوڑنی پڑی تھی۔ میں بہت پریشانی کی حالت میں تھا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گورکھپور سے واپس آرہا ہوں۔ سڑک کے تھوڑی دور ایک مسجد نظر آئی تو مجھے خیال آیا کہ نماز پڑھ لوں میں اندر داخل ہوا تو دروازے کی چھت سے فوارے کی طرح میرے سر پر بوچھار آپڑی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح حضرت تاج الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا تو آپ نے مسکرا کر کہا میاں آپ پریشان کیوں ہوتے ہو۔ میں نے اپنے خواب کا حال بتایا تو آپ نے کہا کہ آج تم اپنے آفیسر ڈاکٹر کے پاس ہو آؤ۔ میں نے کہا کہ وہاں جا کر کیا کروں گا کوئی جگہ ہی خالی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ کہیں نہ جاؤ گھر جا کر بیٹھو اللہ وہیں بھیج دے گا۔ میں گھر واپس آگیا۔ اسی دن میں دوپہر کو میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کا چپراسی آیا اور کہا کہ آپ کو ڈاکٹر صاحب بلا رہے ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا اور انھوں نے کہا کہ سینچائی کے محکمے سے فون آیا وہاں تمہاری نوکری پکی ہوگئی ہے۔ مجھے کچھ روپیہ دیا اور کہا کہ اس سے دوائیں خرید و۔ راستے کے لیے سامان لو اور سواری کے لیے گھوڑا بھی خرید لو۔ میں وہاں سے سیدھا حضرت کے پاس حاضر ہوا اور آداب کیا۔ حضرت ہنسنے لگے اور فرمایا کہ کیوں میاں ہوگئے نا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ ہی کی دعاؤں کا اثر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بہت خوش ہوں جاؤ اور اپنا کام اچھی طرح کرو۔ جنگل کا معاملہ ہے حفاظت

سے رہنا۔ وہاں سے رخصت ہو کر میں نوکری پر پہنچا۔ مجھے اپنے کام کے سلسلے میں برابر دورہ کرنا پڑتا تھا۔ ایک دن خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں جنگل سے ہو کر گزر رہا ہوں۔ بڑی ڈراؤنی جگہ ہے۔ راستے میں ایک شیرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی ہے۔ مجھے ڈر کے مارے پسینہ آ گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہاں سے بچ کر کہاں جاؤں۔ اتنے میں ایک شیر بھی وہاں آ گیا اور اس نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ میں چلایا کہ حضرت آپ نے مجھے کہاں بھیج دیا۔ اسی وقت ایک آواز آئی کہ اے کتوں ہٹو کیا کرتے ہو ورنہ میں آتا ہوں۔ شیر اور شیرنی دونوں بھاگ گئے۔ میری آنکھ کھلی تو میں پسینے میں نہایا ہوا تھا، لیکن بے حد گھبراہٹ تھی۔ تیسرے دن حضرت کے پاس حاضر ہوا کہ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ خیر تو ہے ایسی جلدی کیوں آ گئے۔ میں نے اپنے خواب کا حال بتایا اور عرض کیا کہ اگر ایسے ہی حالات رہے تو کیسے رہوں گا۔ میں وہاں آپ ہی نے بھیجا ہے۔ جنگل کا معاملہ ہے نہ جانے کیا ہو۔ آپ ہنسنے لگے اور فرمایا کہ اللہ کے سپرد ہو تمہارا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ آپ مجھے یہیں پر کوئی اسپتال دلوا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ چھ، سات روز وہیں رہو، شاید اللہ کوئی صورت نکال لے۔ میں واپس ہو گیا۔ سات دن بعد پھر آیا۔ صبح کا وقت تھا حضرت اپنے خانقاہ کے باہر انار کے نیچے بیٹھے تھے اور وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا کہ سات دن تو گزر گئے۔ میرا تبادلہ تو ہوا نہیں آپ نے فرمایا کہ میاں وہیں ٹھہرے رہو گھبراؤ نہیں۔ میں واپس آ گیا۔ غرض سات سال میں نے بڑی عزت اور حفاظت کے ساتھ وہاں کام کیا اور مجھے ہر طرف سے فائدہ پہنچا۔ تنخواہ بھی بڑھ گئی اور میرے افسر بھی میری بہت عزت کرتے تھے۔ جس دن حضرت نے کہا تھا کہ سات دن ٹھہر جاؤ اس سے ٹھیک سات سال بعد اسی دن میرا تبادلہ نجیب آباد ہو گیا۔ میں جب حاضر ہوا تو میں نے کہا کہ آپ

نے سات روز کہا تھا اور سات سال بعد میرا تبادلہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خاموش رہو اس کا اب کیا ذکر ہے۔

۴۵۔ ناظر محمد علی صاحب بتایا کرتے تھے کہ ان کے جاننے والوں میں ایک آدمی تھا جس کا نام محمد راحم تھا۔ اسے کسی سچے درویش کی تلاش تھی۔ وہ ایک برتن میں مٹھائی لئے ہوئے ہر درویش کے پاس جاتے تھے لیکن اس کا دل راضی نہیں ہوتا تھا اور وہ واپس آجاتے تھے۔ اس طرح کئی سال گزر گئے۔ ایک دن انھوں نے ہم سے کہا کہ تم اپنے پیر کے پاس لے چلو۔ ہم ان کے مرید ہوں گے۔ میں نے کہا کہ تم ہر جگہ مٹھائی لئے پھرتے ہو اور کسی کے مرید نہیں ہوتے مجھے بھی شرمندہ کرو گے میں تمہیں وہاں نہیں لے جاؤں گا۔ میں جتنا منع کرتا وہ اتنے ہی میرے سر ہوتے۔ آخر انھوں نے کہا کہ میں ضرور مرید ہوں گا کیونکہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ حضرت بی بی صاحب کی مسجد کے باہر ایک گھوڑا کھڑا ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا گھوڑا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہاں بھیڑ کیوں لگی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہاں رسول اللہؐ تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے اندر جانا چاہا تو ایک آدمی نے مجھے ڈانٹ دیا کہ تو وہاں جانے کے قابل نہیں ہے۔ میں نے سامنے دیکھا کہ مسجد میں رسول اللہؐ تشریف رکھتے تھے۔ ایک صاحب حضور کو پنکھا جھیل رہے تھے اور ایک طرف حضرت تاج الاولیا بیٹھے تھے۔ جب سے میں نے یہ خواب دیکھا ہے تو میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ میں حضرت کا ہی مرید ہوں گا۔ چنانچہ میں انہیں لے کر خانقاہ میں آیا۔ انھوں نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت تاج الاولیا نے فرمایا کہ میاں کسی اور سے مرید ہو میں تو شکاری آدمی ہوں۔ انھوں نے اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کیا پتہ کہ تمہارا خواب سچا ہے یا جھوٹا۔ اچھا بتاؤ کہ جو آدمی پنکھا جھیل رہا تھا۔ اس کا حلیہ کیا

تھا جب انھوں نے اس آدمی کا حلیہ بتایا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا خواب سچا ہے۔ آپ نے انہیں مرید کرلیا۔

ناظر محمد علی صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک افغانی ایک گھوڑا بیچنے کے لیے خانقاہ شریف میں آئے حضرت کو وہ گھوڑا بہت پسند آیا۔ آپ نے کسی سے کہا کہ ان سے قیمت طے کرلو۔ اس نے واپس آکر کہا کہ بہت بحث کے باوجود وہ سات سو سے پیسے سے کم نہیں کررہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم ہٹو میں خود طے کرلوں گا۔ آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں۔ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میں نیاز بے نیاز کا بیٹا ہوں۔ اس آدمی پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ وہ وہیں سڑک پر لوٹنے لگا۔ جب کچھ سنبھلا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں بھی آپ کا اور گھوڑا بھی آپ کا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مفت میں لینا نہیں چاہتا جتنے کا تم نے خریدا ہو وہ قیمت بتاؤ۔ اس نے صحیح صحیح قیمت بتادی اتنی ہی قیمت حضرت نے پہلے سے اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی۔

۴۶۔ حضرت تاج الاولیا کو گھوڑوں کی بہت اچھی پہچان تھی۔ حضرت کے مرید رحمت علی صاحب میرٹھی کا بیان ہے۔ ایک بار میں خانقاہ شریف میں حاضر تھا۔ شہر کے ایک رئیس نے گھوڑا حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا کہ اسے دیکھ لیں اور اگر آپ کو پسند ہے تو میں اسے خریدلوں۔ حضرت نے فرمایا کہ گھوڑا اچھا ہے مگر تم اسے مت لو، وہ آدمی جس کا گھوڑا تھا، اس نے کہا کہ میرا اور ان کا تو سودا ہوچکا ہے آپ نے منع کیوں فرمارہے ہیں کیا اس میں کوئی عیب ہے۔ آپ نے فرمایا عیب تو کوئی نہیں ہے لیکن قیمت اس کی زیادہ ہے اور انھوں نے مجھ سے مشورہ مانگا تھا اس لیے میں نے اس سے کہہ دیا کہ نہ لو۔ گھوڑے والے نے کہا کہ حضرت وہ بہت امیر آدمی ہے ان

کے پاس پیسے کی کیا کمی ہے۔کوئی عیب ہوتو بتائیے۔ جب اس نے زیادہ کہا تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑا تو عمدہ ہے لیکن اس کے گھٹنے میں ایک کنکری ہے کچھ دن بعد یہ لنگڑانے لگے گا۔ ( کنکری یعنی گھٹلی )۔گھوڑے والے نے جس جگہ کنکری بتائی تھی اس جگہ چیرا لگایا تو واقعی وہاں سے ایک بیر کے برابر گھٹلی نکلی۔ یہ ایسی چیز تھی کہ کوئی گھوڑے کا ڈاکٹر جانچ کر کے بھی نہ بتا پاتا۔ جسے حضرت نے ایک نظر دیکھ کر بتایا۔

۷۴۔کرامات نظامیہ کے لکھنے والے محمد فائق صاحب نے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات بھی لکھے ہیں۔وہ لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں، میں علی گڑھ میں تھا۔ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کس جرم کی سزا میں پولیس مجھے گرفتار کرنے والی ہے۔موتی مسجد سے شاہ جمال کو جو سڑک گئی ہے حلوائیوں کی مسجد کے پاس جو چوک ہے وہاں فخر پاک تشریف رکھتے ہیں۔انھوں نے حضرت نیاز بے نیاز سے فرمایا کہ تم شاہ جمال کے نکڑ پر کھڑے ہو جاؤ اور میں موتی مسجد کے نکڑ پر کھڑا ہوتا ہوں اور مجھ سے کہا کہ تم بیچ میں آ جاؤ دیکھتے ہیں کس کی مجال ہے کہ تمہیں گرفتار کرنے آئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ میرے اوپر بہت ہی بڑی مصیبت آنے والی تھی جو میرے پیروں کی دعا سے ٹل گئی۔

محمد فائق صاحب علی گڑھ میں تھے انہیں پھیپھڑوں کی بیماری ہوئی اور منہ سے سیروں خون نکلنے لگا۔حکیم، ڈاکٹر سب کا علاج کیا لیکن کسی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ فائق صاحب اپنی زندگی سے ناامید ہو گئے۔تو ایک آدمی کے ہاتھ خط میں اپنا حال لکھ کر حضرت تاج الاولیا کو بھیجا۔جس وقت وہ خط حضرت تاج الاولیا کو سنایا گیا اسی وقت سے اللہ کا ایسا کرم ہوا کہ خون آنا بند ہو گیا اور تب سے لے کر باقی زندگی انہیں اس قسم کی کوئی بیماری نہیں ہوئی۔

CamScanner

۴۸۔ شاہ آباد، ہردوئی میں محمد امین خاں صاحب جو ایک رئیس تھے انھوں نے آموں کا ایک باغ حضرت کی نذر کیا اور چھدا خان نام کے ایک نوکر کو باغ کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا۔ ایک دن ایک بدمعاش آم چوری کرنے کی نیت سے باغ میں آیا۔ چھدا خاں نے دیکھ لیا انھوں نے کہا کہ یہ بریلی والے تاج الاولیا کا باغ ہے کبھی یہاں سے آم چوری نہ کرنا ورنہ نقصان پاؤ گے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں تو ایسے ہی میاں صاحب کے باغ میں چلا آیا تھا۔ سوچا تھا کہ چکھ کے دیکھوں گا لیکن خیر جاتا ہوں پھر کبھی آؤں گا۔ اس روز تو وہ چلا گیا لیکن دوسرے دن وہ چھپ کر آیا اور آم چوری کرکے جا رہا تھا۔ جب باغ کے پاس کی خندق پھلانگنے لگا تو اس میں گر گیا۔ چھدا خاں دوڑے ہوئے گئے۔ اس سے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ جب میاں آم چرا کر بھاگا تو مجھے لگا کہ ایک بڑا سانپ مجھے لپٹ گیا ہے۔ میں نے ڈر کر بھاگا تو خندق میں گر گیا مجھے بہت چوٹیں آئی ہیں۔ لوگوں نے اسے خندق سے نکالا لیکن وہ مر گیا۔

اسی باغ کا یہ ذکر ہے کہ معین الدین خاں صاحب نے ایک آدمی سے کہا کہ تم حضرت کے باغ میں جا کر قلمی آم توڑو اور پارسل بنا کر ریل سے روانہ کردو۔ ریل کی پرچی مجھے بھجوا دینا۔ اس آدمی نے ایسا ہی کیا لیکن اس کے ساتھ ایک ڈبہ آم اس نے اپنے مکان پر بھیجوا دیئے۔ اس کے اگلے ہی دن سے وہ آدمی بیمار پڑ گیا۔ معین الدین خاں صاحب کو خبر ہوئی تو وہ اسے دیکھنے گئے اور سارا حال جاننے کے بعد کہا کہ تم نے حضرت کے آم کے باغ سے آم چوری کیے اسی لیے تم بیمار پڑے ہو۔ اب بریلی جاؤ اور حضرت سے اپنی غلطی کی معافی مانگو۔ انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ حالانکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھے اور کسی دوا سے فائدہ نہیں ہو رہا تھا لیکن اسی حالت میں وہ بریلی شریف حاضر ہوئے اور اپنی غلطی کا قصہ سنا کر معافی چاہی۔ حضرت نے یہ سن کر معاف کیا اور

کہا کہ جاؤ اطمینان سے گھر لوٹ جاؤ۔ جب گھر پہنچے تو بالکل تندرست تھے کوئی بیماری نہیں رہی تھی۔

۴۹۔ الفرڈ جان ہرسی نام کا ایک انگریز جو کریلی کا رئیس تھا۔ وہ اکثر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وہ فوج میں عہدے دار تھا اور اسے کوئی امتحان پاس کرنا تھا۔ اس کے لیے وہ نشانے بازی کا امتحان دینے میرٹھ گیا۔ واپس آکر وہ حضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم تو فیل ہو گئے۔ حضرت نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ ہماری گولیاں نشانے پر کم لگی اس لیے ہمیں نمبر نہیں ملے۔ اس لیے ہم پاس نہیں ہو سکتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تم کو پاس کر دے گا۔ اس نے کہا کہ گولی نشانے پر نہیں لگی ہمیں نمبر ملے نہیں، ہم پاس کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسی صورت میں اگر تم پاس ہو جاؤ تو کیا اس بات کا یقین کر لوگے کہ اصل میں اللہ ہی کے ہاتھ میں ساری قدرت ہے وہی اس کام کا کرنے والا ہے۔ اس نے ہنس کر کہا کہ ویسے تو ایسا ہو نہیں سکتا لیکن اگر ایسا ہو گیا تو ہم یقین کر لیں گے۔ جب رزلٹ آیا تو فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوا اور اسے سونے کا میڈل ملا۔ حضرت کے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ کہو ہرسی کیا ہوا۔ ہرسی نے کہا کہ میرا امتحان لینے والا شاید پاگل ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ ذات جس کے قبضے میں پوری دنیا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے یہ اسی اللہ کا کرم تھا جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ آخر ہرسی اللہ کی وحدانیت (ایک ماننا) کا قائل ہو گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا ہرسی سنو، اللہ جس کو زیادہ چاہتا ہے اس کی زیادہ سنتا ہے اور اس کی امت کی دعا بھی قبول کرتا ہے۔ میں تو امت محمدی کا ایک معمولی سا آدمی ہوں، لیکن جن کی امت میں ہوں انہی کی وجہ سے اللہ نے میری دعا تمہارے لیے قبول کی۔

حضرت کے صاحبزادے حضرت ننھے میاں صاحب نے کہا کہ آپ نے ان کو کلمہ کیوں نہیں پڑھایا۔ آپ نے فرمایا کہ آہستہ آہستہ سب ہو جائے گا۔ ایک دم سے کہنے سے جنگلی جانور کی طرح پھڑ پھڑا کر اڑ جائے گا۔ وہ انگریز آخر تک اللہ کو ایک مانتا رہا اور رسول اللہ کی عظمت پر یقین کرتا رہا۔

۵۰۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا کے گھٹنے کے اوپر ران پر ایک چھوٹا سا دانہ نکل آیا تھا، جس میں بہت سخت تکلیف تھی۔ حکیم جمال الدین کو دکھایا تو انھوں نے کہا کہ اس کو نکلوانا پڑے گا اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے۔ آپ نے سرجن کو بلا کر وہ گھٹلی نکلوادی جس سے تکلیف جاتی رہی۔ اس واقعہ کے کئی سال بعد آپ کے صاحبزادے کے بھی ران پر اسی طرح کا دانہ نکلا، جس میں بہت سخت تکلیف تھی۔ انھوں نے حضرت سے آ کر عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ہمارے بھی بالکل ایسا ہی دانہ نکلا تھا اور ایسی ہی تکلیف تھی۔ حکیم صاحب کی رائے سے نکلوادی تھی تو ٹھیک ہوگئی تھی۔ ننھے میاں نے کہا کہ تو پھر سرجن کو بلا کر میری بھی نکلوا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمھیں بہت تکلیف ہوگی۔ مجھے دِکھاؤ کس جگہ ہے۔ ننھے میاں نے کھول کر دکھایا۔ حضرت نے کچھ دعا پڑھ کر ہاتھ پھیر دیا۔ فوراً ہی تکلیف جاتی رہی اور دو دن میں ہی وہ دانہ بھی ختم ہوگیا۔

۵۱۔ پرانے زمانے میں یہ قاعدہ تھا کہ جب گھروں میں شادی ہوتی تھی تو ڈومنیاں گھروں میں آ کر گیت گایا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت کی حویلی میں بھی کوئی تقریب تھی۔ ایک ڈومی گیت گا رہی تھی۔ اچانک گاتے گاتے وہ رونے لگی۔ حضرت نے سنا تو انھوں نے اپنی بیوی صاحبہ سے پوچھا کہ یہ کیوں رو رہی ہے۔ بیوی صاحبہ نے کہا کہ اس کے کئی بچے پیدا ہوئے اور وہ سب مر گئے۔ آپ نے فرمایا کہ رنج نہ

کرے اس کے ایک اولاد ہوگی جو زندہ رہے گی۔ چنانچہ اس کے ایک لڑکا ہوا اس کا نام مولا بخش رکھا گیا اور وہ اس وقت تک زندہ تھا جب یہ کتاب لکھی گئی۔

۵۲۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا شکار کے لیے گئے تھے۔ جب ایک گاؤں میں پہنچے تو وہاں کسی کو سانپ نے کاٹا تھا۔ بہت سے لوگ جھاڑ رہے تھے لیکن سانپ کا کاٹا اتر نہیں رہا تھا۔ جب حضرت کے آنے کی خبر سنی تو لوگ اسے آپ کے پاس لے کر آئے۔ حضرت کے سامنے اس کو دوا کھلانی شروع کی گئی اور اس سے کہا کہ تم اپنا شریر دکھاؤ۔ اس نے کہا کہ اگر میں اپنا شریر دکھاؤں گا تو تم لوگ مجھے مار ڈالو گے۔ لوگوں نے وعدہ کیا کہ ہم تجھے نہیں ماریں گے۔ تو اس نے کہا کہ فلاں مکان کے پیچھے جا کر مجھے دیکھ لو۔ لوگ وہاں پہنچے تو کالے سانپ کا سر نظر آیا پھر وہ غائب ہوگیا۔ لوگوں نے خود اس آدمی پر عمل کیا اور کہا کہ اپنا پورا شریر دکھاؤ۔ اس نے پھر کہا کہ اگر میں شریر دکھایا تو تم لوگ مجھے مار دو گے۔ لوگوں نے پھر وعدہ کیا کہ ہم نہیں ماریں گے۔ اس نے کہا کہ اسی مکان کے پیچھے جا کر مجھے دیکھ لو۔ لوگوں نے جا کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا سانپ تھا۔ ان لوگوں نے وعدہ کر لیا تھا اس لیے اسے مارا نہیں۔ لیکن واپس آ کر اس آدمی کو دوبارہ جھاڑنا شروع کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جتنا جھاڑتے تھے اتنا ہی زہر زیادہ چڑھتا تھا۔ حضرت کے صاحبزادے ننھے میاں نے جھاڑنا شروع کیا تو وہ آدمی بولا کہ تم کیا مجھے اتار سکتے ہو۔ اس کے منہ سے یہ بات نکلی ہی تھی کہ حضرت تاج الاولیا نے غصے میں فرمایا کہ کیا بکتا ہے۔ جیسے ہی حضرت کے منہ سے یہ الفاظ نکلے اس آدمی کا زہر اتر گیا اور وہ آدمی ٹھیک ہوگیا۔

۵۳۔ ایک مرتبہ حضرت سفر پر جا رہے تھے۔ بدایوں کے ایک گاؤں میں رکے۔ وہاں ایک آدمی جس کا نام سوجان سنگھ تھا وہ حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ اس

CamScanner

گاؤں میں سانپ بہت ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تجھ کو کوئی سانپ کبھی نہیں کاٹے گا۔ حضرت کے اتنا کہنے پر اتنا یقین ہو گیا تھا کہ وہ بغیر خوف کے سانپوں کو پکڑ لیتا تھا۔ سانپ اس کو کاٹنے کے لیے منہ مارتے لیکن جب سانپ کا منہ اس کے قریب آتا تو بند ہو جاتا۔ یہ حضرت کی دعا کا اثر تھا کہ وہ آدمی بوڑھا ہو گیا تھا لیکن ہمیشہ سانپوں کو پکڑ لیتا تھا اور کبھی کسی سانپ نے اسے نہیں کاٹا۔

۵۴۔ایک مرتبہ حضرت کہیں سفر پر جارہے تھے۔آپ نے اپنے دو آدمیوں رمضان خان اور فیض اللہ کو آگے بھیج دیا کہ تم لوگ آگے چل کر ٹینٹ لگانے کے لیے گڈھے کھودو ہم آتے ہیں۔ وہ لوگ زمین کھود رہے تھے کہ کالے سانپ نے رمضان خان کو کاٹ لیا۔ وہ بہت ہمت والے تھے۔انھوں نے فوراً سانپ کو پکڑ کر رومال میں باندھ لیا۔لیکن ان کے زہر چڑھنے لگا۔ یہ دونوں لوگ جب خانقاہ میں پہنچے۔ حضرت نکلنے کے لیے تیار تھے۔آپ نے فرمایا کہ چلو اب سفر پر نہیں جائیں گے۔ خانقاہ میں رمضان خان جو کہ ایک سپیرا تھا اس کے شاگردوں نے کہا کہ ہم اس کا زہر اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں اس کو لے جانے دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ویسے ہی ٹھیک ہو جائے گا۔انہوں نے کہا کہ سانپ کا زہر چڑھ جائے تو اپنے آپ ٹھیک نہیں ہوتا۔ رات گزرنے لگی اس کے شاگرد بہت پریشان تھے۔صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ بالکل بھلا چنگا تھا۔سانپ کے کاٹنے کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ یہ کھلے طور پر حضرت کی دعا کا اثر تھا۔

۵۵۔ایک مرتبہ تاج الاولیا کے مرید نقیب الاولیا نے حضرت کی دعوت کی۔ کھانے میں پلاؤ اور میٹھا تھا آپ نے ایک نوالہ پلاؤ کا لیا اور فوراً ہاتھ روک کر نقیب صاحب سے کہا کہ تم نے گابھن بکری کو ذبح کر لیا۔نقیب صاحب نے عرض کیا کہ حضور

مجھے معلوم نہیں تھا کہ بکری گابھن ہے۔ میں نے پورا اطمینان کرلیا تھا لیکن جب اسے ذبح کیا گیا تو اس کے پیٹ میں بچہ نکلا۔ وہاں جتنے لوگ تھے حیران رہ گئے کہ ایک نوالہ چاول کا کھا کر حضرت کو یہ کیسے پتہ چل گیا کہ جس بکری کا گوشت تھا وہ گابھن تھی۔

۵۶۔ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا مچھلی کے شکار کے لیے سرسا تشریف لے گئے تھے۔ وہاں بہت سی مچھلیاں پکڑی گئیں۔آپ نے وہیں کے ایک آدمی کو جو کھانا پکاتا تھا، اس سے کہا کہ ساری مچھلیاں ہمارے گھر بریلی پہنچادیں۔ان کے ساتھ ایک خط بھی دیا اور پیسے بھی دیئے۔ بریلی پہنچ کر اس نے جو سب سے بڑی مچھلی تھی وہ نکال کے اچھے داموں میں بیچ دی اور بازار سے ایک چھوٹی مچھلی لے کر گنتی پوری کردی۔ حضرت کے مکان پر پہنچ کر مچھلیاں گنوائی اور واپس چلا آیا۔ کچھ ہی دن کے بعد اس کے سیدھے ہاتھ میں درد ہوا اور درد اتنا بڑھا کہ کام کاج کرنے کے قابل نہیں رہا۔ بہت علاج کیے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔اس کا ہاتھ سوکھ گیا لیکن درد نہیں گیا۔ایک دن اسے خیال آیا ای کہ حضرت کے پاس جا کر دعا کرواؤں وہ کوئی علاج بتادیں تو شاید میرا ہاتھ ٹھیک ہوجائے۔ وہ حضرت کے پاس آیا اور اپنا حال بیان کیا۔حضرت نے فرمایا کہ تو نے اسی ہاتھ سے ہماری مچھلی نکال کر بیچ دی تھی اور ایک چھوٹی مچھلی اس کے بدلے میں رکھ دی تھی۔اس نے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی مجھے معاف کردیجئے اور میرا ہاتھ اچھا کردیجئے۔حضرت نے فرمایا اچھا تیری غلطی معاف کی لیکن آگے ایسی حرکت مت کرنا۔اس نے کہا کہ کچھ علاج بتادیجئے۔آپ نے فرمایا ہماری معافی تیرا علاج ہے۔وہ گھر آگیا۔اسی دن سے اس کے ہاتھ کا درد جاتا رہا اور پندرہ سولہ دن میں ہاتھ کا سوکھا پن بھی ٹھیک ہوگیا۔

۵۷۔تلوار بازی اور تیراندازی کی طرح بانک پٹا بھی ایک فن ہوتا ہے جس

میں لکڑی کی چھریوں سے لڑنا سکھایا جاتا ہے۔ جیسے آج کل لوگ جوڈو اور کراٹے سیکھتے ہیں تا کہ اپنی حفاظت کر سکیں اسی طرح پرانے زمانے میں بانک پٹا سکھایا جاتا تھا، تا کہ کسی ضرورت کے وقت اپنی حفاظت کر سکیں اور دشمن سے بچ سکیں۔ حضرت تاج الاولیا کو بانک چلانے میں بھی مہارت حاصل تھی جس کی بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اٹھارہ سوستاون کے غدر کے زمانے میں بریلی میں ایک ترک کوتوال تھے جن کا نام محمد طاہر بیگ تھا۔ وہ کبھی کبھی ٹہلتے ہوئے خانقاہ میں بھی آیا کرتے تھے۔ ایک دن صبح کے نو (۹) بجے کے قریب وہ خانقاہ میں آئے۔ اس وقت حضرت تاج الاولیا اپنے چھوٹے بھائی شاہ نصیر حسین کو بانک سکھارہے تھے۔ طاہر بیگ نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ ایک آرٹ ہے جیسے بانک کہتے ہیں۔ اس لکڑی کی چھڑی سے آدمی مرجاتا ہے۔ طاہر بیگ نے کہا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی کمر میں اس وقت ایک خنجر لٹک رہا تھا اس نے وہ نکالا اور کہا کہ مارنے کا ہتھیار یہ ہے۔ اس لکڑی کی چھری سے کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں اس کا تجربہ نہیں ہے۔ تم حملہ کرو پھر اس کا کمال دیکھو۔ طاہر بیگ نے کہا کہ میں سپاہی آدمی ہوں۔ حملہ کروں گا تو مار بھی دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اجازت دی آپ ماریئے۔ لیکن آپ کو کوئی نقصان پہنچے تو ہم سے شکایت مت کیجئے گا۔ اس نے خنجر سے حملہ کیا۔ حضرت نے اپنی بانک کا ایسا پیچ ڈالا کہ خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر کوٹھری کی چوکھٹ سے جالگا اور طاہر بیگ چت ہو کر گر گئے۔ حضرت اس کے سینے پر سوار ہوئے اور لکڑی کی چھڑی اس پر ایسے رکھی کہ وہ بولا کہ مرجائے گا چھوڑ دیجئے۔ وہ آپ کے فن کو مان گیا اور بالکل مریدوں کی طرح ہمیشہ آپ کا کہنا مانتا تھا اور جب تک بریلی میں رہا برابر حاضری دیتا رہا۔

۵۸۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ حضرت تاج الاولیا کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ رام گنگا ندی پر مچھلی کا شکار کر رہے تھے۔ گاؤں کا زمیندار جو ایک ٹھاکر تھا وہ آ گیا اور اس نے شکار کھیلنے سے منع کیا۔ لیکن آپ نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس نے کچھ بدتمیزی کی اور آپ کو غصہ آ گیا۔ اس نے اپنی لکڑی سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے اس کا وار خالی کر دیا اور اپنے خالی ہاتھ سے ایک ایسا وار کیا کہ اس کے ہاتھ سے لکڑی بھی چھوٹ گئی اور کندھے سے اس کا ہاتھ اتر گیا۔ اس نے آپ سے معافی مانگی۔ اور پھر کبھی آپ کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کی بلکہ ہمیشہ آپ کا کہنا مانتا رہا اور ہمیشہ آپ کی عزت کرتا رہا۔

۵۹۔ بہت سے غیر مسلم لوگ بھی آپ کو اپنا گرو مانتے تھے اور آپ کی عزت کرتے تھے۔ بدایوں کے قصبے سرسا کا ٹھاکر بھی آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ جب بھی اس طرف جاتے تو آپ کی خدمت میں حاضر رہتا۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس کا بیٹا سردار سنگھ بہت چھوٹا تھا۔ آپ نے اس کی بیوی بچوں کی پرورش کا انتظام کیا۔ سردار سنگھ بھی آپ کو اسی طرح اپنا گرو مانتا تھا اور برابر خانقاہ میں آتا رہتا تھا۔ حضرت بھی جب اس طرح تشریف لے جاتے تو اکثر غریبوں کے لیے کچھ دوائیں اور آنکھوں کا سرمہ وغیرہ لے جاتے تھے۔ غریبوں کو بانٹنے کے بعد جو بچتا تھا وہ سردار سنگھ کو دے آتے۔ وہاں کے سب لوگ جانتے تھے کہ حضرت دوائیں اور سرمہ سردار سنگھ کے پاس چھوڑ جاتے ہیں۔ اس لیے جب ضرورت ہوتی سردار سنگھ کے پاس آ کر دوائیں لے آتے۔ ایک مرتبہ کافی عرصے تک نہ تو حضرت کا آنا ادھر ہوا اور نہ ہی سردار سنگھ کی حاضری ہو سکی۔ لوگوں نے سردار سنگھ سے سرمہ مانگنا شروع کیا لیکن اس کے پاس سرمہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ بڑی الجھن میں تھا کہ کیا کرے۔ لوگ پریشان تھے تو

CamScanner

وہ ندی کے کنارے سے سیپیاں سمیٹ لایا۔ اور اس کو جلا کے باریک پیس کر سرمہ بنالیا۔ حضرت کا خیال کر کے یہ دعا مانگی کہ اس سے لوگوں کو فائدہ ہو۔ کئی لوگوں کو اس نے سرمہ دیا اور انہیں فائدہ بھی ہوا۔ یہ حال بیان کرنے کے لیے سردار سنگھ خانقاہ شریف آیا اور ساری بات بتائی۔ حضرت نے ناراضگی سے کہا کہ کیا لوگوں کی آنکھیں پھوڑے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو آپ کا نام لے کر دیا تھا اور لوگوں کو فائدہ بھی ہوا۔ آپ نے کہا، ٹھیک ہے لیکن آئندہ مت کر۔ا

۶۰۔ جب حضرت تاج الاولیا کی بیٹی کی شادی ہونے والی تھی تو گوٹے کے تھان خریدنے کی ضرورت ہوئی۔ بریلی میں حافظ جعفر خان صاحب کی سچے گوٹے کی دوکان تھی۔ وہاں سے سچے گوٹے کے کئی تھان منگوائے گئے۔ اس زمانے میں جرمن سلور کا جھوٹا گوٹا بھی بہت عام ہو رہا تھا۔ خانقاہ میں ایک آدمی نے کہا کہ آج کل سچے گوٹے کے جھوٹے تھان ملا کر بیچے جا رہے ہیں جیسے کوئی نہیں پہچان پاتا۔ تو آپ ذرا دیکھ بھال کر لیجیے گا بلکہ کسی پہچان والے کو دکھا لیجیے گا۔ آپ نے گوٹے کے تھانوں کو سونگھنا شروع کیا جو چاندی کے تھے اس کو الگ رکھتے گئے اور جو جھوٹے تھے انہیں الگ ڈالتے گئے۔ پھر حافظ جعفر کو بلوایا۔ اور حافظ صاحب سے کہا کہ آپ نے اتنے تھان جھوٹے گوٹے کے بھجوائے ہیں۔ حافظ جعفر نے کہا کہ میری دوکان میں جھوٹے کا کیا کام ایک تھان بھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ آپ نے کیسے پہچانا آپ نے فرمایا کہ میں نے سونگھ کر پہنچان لیا۔ حافظ جی کو پھر بھی یقین نہیں آیا انہوں نے گوٹے کا ٹکڑا جلا کر دیکھا تو واقعی جنہیں حضرت نے جھوٹا بتایا تھا وہ چاندی نہیں تھی۔ حافظ جعفر کہنے لگے کہ حضور اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں جہاں سے مال منگواتا ہوں اس نے میرے ساتھ بے ایمانی کی ہے۔ لیکن آپ کی طرح ہر ایک سچے جھوٹے کی پہچان نہیں کرسکتا۔

۶۱۔ مولوی فخر الدین صاحب اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں بریلی ہائی اسکول میں فارسی کا ٹیچر تھا۔ حضرت نے ہی مجھے سفارش کر کے نوکر رکھوایا تھا۔ ایک مرتبہ بڑی چھٹی پڑی تھی۔ اسی زمانے میں میرے پاس ڈائریکٹر صاحب کا آرڈر آیا۔ تم چھٹی کے بعد بدایوں جا کر چارج لو تمہارا تبادلہ کر دیا گیا ہے۔ میں نے وہ آرڈر لا کر حضرت کو دکھایا۔ میں نے کہا کہ بے وجہ میرا تبادلہ کیا گیا ہے۔ میں وہاں جانا نہیں چاہتا۔ آپ نے فوراً کہا کہ تمہیں وہاں نہیں بھیجیں گے تم جاؤ اور آرام سے گھر بیٹھو۔ کوئی جواب نہ دو۔ میں واپس آ گیا۔ جب نوکری جوائن کرنے کے لیے پانچ سات دن رہ گئے تو میں دوبارہ حاضر ہوا۔ اور کہا کہ جانے کے لیے کچھ ہی دن رہ گئے ہیں۔ آپ نے کہا کہ تم خانقاہ میں جا کر دعا کرو۔ اور ڈائریکٹر کو ایک درخواست بھیج دو کہ کس قصور پر میرا تبادلہ کیا گیا ہے۔ میں یہ درخواست لے کر کالج گیا۔ مترفلک ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کو درخواست دے کر کہا کہ آپ اس پر دستخط کر کے ڈائریکٹر کو بھیج دیجیے گا۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میرا خود الہ آباد تبادلہ کر دیا گیا ہے۔ میں خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکا تو تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ جہاں سرکار بھیجے چلے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میرا وہاں جانے میں بہت نقصان ہے میری درخواست تو بھجوا دیجیے۔ میرے کہنے پر دستخط کر کے ڈائریکٹر کو بھیج دی۔ وہاں سے میرے نام آرڈر آیا کہ تم جہاں کام کر رہے ہو وہیں کرتے رہو۔ اور انسپکٹر سے جواب مانگا گیا کہ اس نے میرا تبادلہ کیوں کیا تھا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ مولوی فخر الدین کے کالج میں ٹیچر کی چھٹنی ہو رہی تھی۔ ان کا نام بھی اس میں آ گیا تھا۔ یہ بہت پریشان ہوئے اور حضرت سے آ کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم چھٹنی میں نہیں آؤ گے۔ میں واپس گھر آ کر بیٹھ گیا اور دعا کرتا رہا۔ حضرت

CamScanner

کی دعا کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ چھٹنی کا پروگرام ہی ملتوی ہو گیا۔ اور وہ اپنی جگہ قائم رہے۔

فخر الدین صاحب بتاتے تھے کہ جس زمانے میں مسٹر بڈن بریلی ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے تو کسی بات پر میری ان سے کہا سنی ہو گئی۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں سمجھ لوں گا ورنہ تم مجھ سے معافی مانگو۔ مجھے بھی غصہ تھا۔ میں نے کہا کہ آپ سے جو سمجھا جائے سمجھ لیجئے میں معافی نہیں مانگوں گا۔ میں نے حضرت سے جا کر عرض کیا۔ آپ کی دعا کا ایسا اثر ہوا کہ اسی ہفتے بڈن صاحب کو نواب رام پور نے اپنے بچوں کو پڑھانے کے لیے بلا لیا۔ انہیں فوراً جانا پڑا اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئے۔ میں اسی جگہ کام کرتا رہا اور وہیں سے ریٹائر ہوا۔

۶۲۔ گوالیار کے راجہ کی ماں کو حضرت تاج الاولیا سے بہت عقیدت تھی۔ اور وہ اصرار کر کے آپ سے بیعت ہو گئی تھی۔ لیکن مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ اسی حالت میں وہ ختم ہو گئیں۔ ہندوؤں کے طریقے کے مطابق ان کے جسم کو جلایا گیا۔ پورا جسم جل گیا لیکن سیدھا ہاتھ جس ہاتھ سے حضرت سے بیعت کی تھی لیکن وہ نہیں جلا۔ آخر اس ہاتھ کو الگ سے دفنانا پڑا۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر ایک کافر کا ہاتھ بیعت کرنے سے نہیں جلا تو جو سچے مسلمان ہیں اور پوری عقیدت سے کسی کامل پیر سے بیعت کرتے ہیں تو اللہ انہیں دوزخ کی آگ سے بھی محفوظ رکھے گا۔

۶۳۔ رام پور کے نواب کے دربار میں محمد حسین نام کا ایک آدمی بین بجاتا تھا۔ وہ حضرت سے بیعت ہو گیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ہمارے خاندان میں سبھی لوگ بین بجا کر ہی اپنی روزی روٹی حاصل کرتے تھے۔ لیکن میری عمر پندرہ سال ہو گئی تھی اور میری آواز اور گلا اتنا خراب تھا کہ میں بین نہیں بجا سکتا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر بین نہیں بجا سکوں گا تو گزارہ کیسے ہوگا اور کیا کھاؤں گا۔ میں نے ایک دن

CamScanner

حضرت تاج الاولیا کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ تو ساز بجایا کر اس سے تجھے فائدہ ہوگا۔ میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے خواب کے مطابق بین بجانا شروع کیا اور بہت اچھی بین بجائی اس سے میری آمدنی ہونی شروع ہوئی اور اس کے بعد مجھے نواب صاحب کے دربار میں نوکری مل گئی۔

ان ہی میں محمد حسین کا بیان ہے کہ میں دتیا میں تھا۔ وہاں کے راجا کے یہاں ساز بجاتا تھا اور گاتا تھا۔ ایک مرتبہ جب میرا گانا ہونے والا تھا۔ ایک آدمی اور بھی تھا۔ اس نے بھی گانا گایا۔ لیکن راجا صاحب کو میرا گانا پسند آیا اور میرے اوپر مہربانی کی۔ اس سے وہ دوسرا آدمی مجھ سے جل گیا اور اس نے مجھ پر ایسا جادو کروایا کہ میری یہ حالت ایسی ہوگئی کہ میں بیٹھے بیٹھے کانپنے لگتا تھا۔ کھانا پینا سب چھٹ گیا۔تھا۔ کسی چیز سے کوئی فائدہ نہیں ہوا میں نے حضرت کو یاد کیا اور دعا کی کہ آپ ہی دعا کریں تبھی میں اچھا ہوسکتا ہوں۔ اپنے آپ ہی یہ کہتا ہوا سو گیا۔ اسی رات کو میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس آدمی کو خوب کوڑے مارے۔ صبح آنکھ کھلی تو میں بالکل ٹھیک تھا۔ بعد میں ایک آدمی کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ شخص اسی رات کو اسی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

محمد حسین بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ بہت بیمار ہوا کئی مہینوں تک حکیموں کا علاج ہوتا رہا لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کمزوری اتنی ہوگئی تھی کہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں تھی۔ کھانا بالکل ختم ہو گیا تھا۔ مشکل سے روٹی کا ایک ٹکڑا کھا پاتا تھا۔ ایک رات کو میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا، آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے تین گولیاں دیں اور میں نے تینوں گولیاں کھالیں۔ صبح اٹھا تو طبیعت بالکل ٹھیک تھی۔ خوب بھوک لگ رہی تھی۔ کہاں تو ایک ٹکڑا روٹی نہیں کھایا جاتا تھا کہاں میں نے پوری تین چپاتیاں کھالیں اور

CS CamScanner

ایسا تندرست ہوا کہ پھر کوئی بیماری نہیں ہوئی۔

محمد حسین بتاتے تھے کہ غازی پور کے رہنے والے ایک صاحب نے مرید ہونے کے لیے بریلی شریف جانے کا ارادہ کیا ان کی بیوی نے ضد کی کہ مجھے بھی لے چلو میں بھی مرید ہونا چاہتی ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اس وقت تمہیں ساتھ لے جانا بہت مشکل ہے۔ پھر کبھی دیکھا جائے گا۔ تو وہ بیوی کو گھر پر چھوڑ کر بریلی شریف آئے۔ بیعت کی اور بتایا کہ میری بیوی کو بھی آپ کی زیارت کرنے اور آپ کی مرید ہونے کا بہت شوق ہے۔ آپ نے ہاتھ پر صندل لگا کر کپڑے پر نشان بنایا اور فرمایا کہ یہ لے جاؤ وہ اس پر ہاتھ رکھے اور ایک دعا بتائی کہ یہ پڑھیں ان کی بیعت ہو جائے گی۔ جب واپس گھر پہنچے تو بیوی نے پوچھا کہ میرے لیے کچھ لائے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں تمہارے لیے حضرت نے کچھ بھیجا ہے لیکن نماز کا وقت ہو رہا ہے میں نماز پڑھ کر تمہیں کچھ دوں گا۔ ان کے جانے کے بعد ان کی بیوی نے دیکھا کہ خود حضرت وہاں تشریف لائے انہیں بیعت کیا اور دعا پڑھنے کے لیے بتائی اور واپس تشریف لے گئے۔ جب ان کے شوہر مسجد سے واپس آئے اور انھوں نے کپڑا دیا تو بیوی نے کہا کہ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت خود تشریف لائے تھے انھوں نے مجھے مرید بھی کر لیا اور دعا بھی پڑھنے کے لیے بتا دی۔ انہیں بہت حیرت ہوئی اور پوچھا کون سی دعا ہے جب بیوی نے دعا پڑھی تو یہ وہی دی تھی جو حضرت نے انہیں بتائی تھی۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ وہ دیکھنے میں کیسے لگتے تھے تو بیوی نے ہو بہو حضرت کا حلیہ بتا دیا۔ جب کہ انھوں نے حضرت کو کبھی دیکھا نہیں تھا اور حضرت کبھی غازی پور آئے نہیں تھے۔

۶۴۔ حضرت کے صاحب زادے ننھے میاں صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک رات محرم شریف کی مجلس میں شریک تھا۔ وہاں چائے پر فاتحہ دے کر تقسیم ہوئی۔

CS CamScanner

میرے دل میں خیال آیا کہ گرم پانی اور ٹھنڈا کھانا دوزخیوں کا کھانا ہوگا جب کہ گرم کھانا اور ٹھنڈا پانی جنتیوں کو ملے گا۔ اور یہ گرم چائے پر فاتحہ دینا کیا صحیح ہے یا نہیں! وہاں سے واپس آکر میں نے حضرت سے پوچھا تو حضرت خاموش رہے اور کہا کہ اس وقت طبیعت جواب دینے کی نہیں ہے۔ اگلے دن صبح حضرت نے بلایا اور فرمایا کہ گزشتہ رات کو میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے وہ بات معلوم کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ دوزخ والوں کو گرم پانی اور ٹھنڈا کھانا ملے گا اور جنت والوں کو ٹھنڈا پانی اور گرم کھانا ملے گا۔ تم فاتحہ کے وقت گرم چائے کے ساتھ ٹھنڈا پانی رکھ کر اس کو جنتیوں کی غذا بنالو پھر فاتحہ دو۔

۶۵۔ محمد حسن صاحب کہتے تھے کہ ایک مرتبہ نیپال جارہا تھا۔ ڈولی میں میری بیوی بھی ساتھ تھی۔ ایک جگہ راستے میں ایسی خطرناک کھائی نظر آئی کہ پہاڑ ٹوٹ کر راستے پر آپڑا تھا اور نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ چلنے کی جگہ اتنی کم تھی خاص طور پر ڈولی اس راستے سے لے جانا بہت ہی خطرناک تھا۔ ذرا سا کہاروں (ڈولی لے جانے والوں) کا پاؤں ادھر سے ادھر ہوا اور ڈولی سمیت سب دریا میں جا پڑیں گے۔ اسی ڈر کی حالت میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت تاج الاولیا تشریف لائے ہیں۔ میں حضرت کو دیکھ کر ایسا کھویا کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ کب راستہ طے ہوگیا اور ڈولی بھی حفاظت سے پار ہوگئی۔

۶۶۔ شاہ جہاں پور کے رہنے والے برکت علی صاحب بیان کرتے تھے کہ میں پیلی بھیت میں کلکٹر کے آفس میں اسسٹنٹ انچارج تھا۔ ایک مرتبہ آفس کے لاکر سے کچھ فائلیں غائب ہوگئیں۔ اس غلطی کی سزا میں کلکٹر نے وہاں کام کرنے والے سبھی لوگوں کا ٹرانسفر کردیا جس میں میرا نام بھی شامل تھا۔ میں اسی وقت بریلی شریف

حاضر ہوا اور ننھے میاں صاحب کے ذریعے حضرت سے دعا کے لیے کہلوایا۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا تم اس قسم کی سفارشیں کیا کرتے ہو خیر۔ اس خیر کہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے ساتھ کے سبھی لوگوں کا تبادلہ ہو گیا۔ لیکن میرے پاس ٹرانسفر کے آرڈر نہیں آئے۔ میں اپنی جگہ کام کرتا رہا اور کسی نے پوچھا بھی نہیں کہ تم کیوں نہیں گئے۔

برکت علی خاں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میرے ساتھ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں کسی چیز کی خواہش لے کر خانقاہ میں حاضر ہوا لیکن اس سے پہلے کہ میں کچھ مانگتا اس سے پہلے وہ چیز مجھے دے دی گئی۔

۶۷۔ مولوی محمد صدیق صاحب جو بچھراؤں کے رہنے والے تھے ان کا بیان ہے کہ ۱۸۸۳ء میں، میں مراد آباد کے انگریزی مڈل ہائی اسکول میں پڑھتا تھا۔ میں ہائی اسکول میں تھا اور میرا امتحان ہونے والا تھا۔ میں جغرافیہ اور حساب میں پورے کلاس میں سب سے کمزور تھا۔ اور مجھے پاس ہونے کی کوئی امید نہیں تھی ان سبجیکٹ میں میری کمزوری کا یہ حال تھا کہ میرے ٹیچر بھی چاہتے تھے کہ میں یہ امتحان نہ دوں لیکن کیونکہ میری اسکول کی حاضری (Attendance) پوری تھی اس لیے ٹیچر کو مجبوری میں ایگزام میں بیٹھنے کی اجازت دینی پڑی۔ غرض میں نے امتحان دیا اور جو جواب میں نے لکھے تھے جب میں نے دوسرے لڑکوں سے ملایا اور ٹیچر نے جواب پوچھے تو سب نے کہا کہ تمہارا پاس ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ جب رزلٹ آئے تو تم دیکھنے بھی مت آنا نہیں تو سب تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ یہ سن کر میں بہت پریشان ہوا اور اپنے پیر حضرت تاج الاولیا کے پاس بریلی پہنچا اور عرض کیا کہ دعا کریں کہ میں امتحان میں پاس ہو جاؤں میں نے سارا حال بتایا کہ جو جواب میں نے دیئے ہیں یہ سن کر میرے استاد اور ساتھی سبھی ناامید ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ استاد کے کہنے سے

کیا ہوتا ہے اللہ سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے لائق Student جنھوں نے پورے پورے سوالوں کے جواب دیئے ہیں وہ ناکام ہوجاتے ہیں اور جنہیں کامیابی کی امید نہیں ہوتی ہے وہ کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اس لیے تم اپنی درخواست دعا کی پیش کردو۔ پھر میرے امتحان میں پاس ہونے کے لیے حضرت نے دعا فرمائی۔ میں گھر واپس آگیا جب امتحان کا نتیجہ نکلا اور میں پاس ہوگیا۔ تو میرے ٹیچر اور میرے سارے ساتھی حیران رہ گئے کیونکہ بظاہر پاس ہونے کی کوئی امید ہی نہیں تھی۔

مولوی محمد صدیق صاحب اپنا دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ میرے پیر کے ہاں خانقاہ میں ہر قسم کے زہریلے سانپ کے کاٹے آتے تھے۔ انہیں جھاڑا جاتا تھا اور وہ تندرست ہوجاتے تھے۔ حضرت کے بہت سے مریدوں نے بھی درخواست کر کے یہ عمل سیکھ لیا تھا۔ میری بھی یہ خواہش تھی کہ میں سیکھوں۔ لیکن مجھے پتہ لگا کہ اس عمل کو سیکھنے کے لیے جو زکوۃ دی جاتی ہے وہ بہت مشکل ہے۔ یہ عمل سیکھنے والوں کو بہت سی چیزیں چھوڑنی پڑتی ہیں اور سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ یہ سننے کے بعد میری ہمت ٹوٹ گئی اور میں نے یہ عمل سیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ گاؤں میں میری زمینداری تھی وہیں میں رہتا تھا۔ ایک دن کھیت میں ہل چلاتے ہوئے ایک نوجوان کو ایک بڑے کالے سانپ نے کاٹ لیا۔ اس سانپ کو تو لوگوں نے ماردیا۔ لیکن جس کو کاٹا تھا وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہوگیا۔ اس جگہ سے بیس پچیس کلو میٹر تک کوئی جھاڑنے والا موجود نہیں تھا۔ اس کی حالت خراب تھی اور وقت گزرا جارہا تھا۔ اس کا باپ بے حد پریشانی کی حالت میں میرے پاس آیا اور مجھ سے خوشامد کرنے لگا کہ آپ چل کر دیکھ لو اور چل کر جھاڑ دو۔ اس بوڑھے کا رونا دھونا دیکھ کر میں نے ایک نیم کی ٹہنی

ہاتھ میں لی اور اس کے ساتھ چل دیا۔ لیکن دل ہی دل میں پریشان تھا کہ سانپ کے کاٹے کا عمل نہ ہی میں نے سیکھا ہے اور نہ ہی میرے پیر نے اجازت دی ہے۔ لیکن پھر وہاں جا کر دل میں خیال آیا کہ جن کے جھاڑنے سے بڑے بڑے زہریلے سانپوں کے کاٹے ٹھیک ہو جاتے ہیں تو آج میں صرف ان کا نام لے کر ہی جھاڑوں گا۔ میں نے حضرت شاہ نظام الدین حسین کہہ کر نیم کی ٹہنی سے جھاڑنا شروع کیا اور اللہ کی شان کہ تھوڑی ہی دیر میں اس آدمی کو ہوش آ گیا۔ اور زہر کا سارا اثر جاتا رہا۔

۶۸۔ محمد بخش الٰہ آباد کے رہنے والے تھے اور پیشے سے قوال تھے۔ اس سلسلے میں اپنے ماموں کے ساتھ شہروں میں گھومتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا اپنے کچھ مریدوں کے ساگھ گوالیار تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی ماموں کے ساتھ گیا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی مجھے ہیضہ ہو گیا۔ اس قدر الٹی اور دست تھے کہ جان بچنے کی امید نہیں رہی تھی۔ کسی دوا سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میرے ماموں روتے ہوئے حضرت کے پاس گئے اور میرا حال بتایا۔ آپ ان کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں یہ کہہ کر میرے سینے سے پیٹ تک اپنا ہاتھ پھیرا تو مجھے لگا کہ میرے بے جان جسم میں جان آ گئی ہو۔ حضرت تو تشریف لے گئے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں، میں بالکل ٹھیک ہو گیا اور رات تک کمزوری بھی جاتی رہی۔

ان ہی محمد بخش کا بیان ہے کہ میری لڑکی پر جنات کا اثر تھا۔ اس کے منہ سے سیروں خون جاتا تھا۔ حالت اتنی خراب ہو گئی تھی کہ حکیموں اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا۔ میں پریشانی کی حالت میں بریلی شریف آیا اور حضرت سے سارا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ فوراً واپس جاؤ اور اس کے کان میں کہہ دو کہ شاہ محمد نظام الدین حسین نے کہلوایا ہے کہ جو صاحب ہوں وہ چلے جائیں۔ میں جب الٰہ آباد پہنچا

تو اس کی ایسی حالت تھی کہ دم نکلنے کو تھا۔ لوگوں نے اس کی چارپائی کا رخ بدل کر اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا تھا۔ مجھے دیکھ کر گھر والوں نے کہا کہ اب کیا فائدہ اب تو یہ جا رہی ہے۔ لیکن میں نے کسی کے کہنے پر دھیان نہیں دیا اور اس کے کان میں جا کر کہا کہ شاہ نظام الدین حسین صاحب نے فرمایا ہے کہ جو صاحب ہوں وہ چلے جائیں۔ میرے اتنا کہتے ہی اس لڑکی نے آنکھ کھولی اور بولی کہ کیا کہا۔ میں نے دوبارہ دہرایا کہ شاہ نظام الدین صاحب نے کہلوایا ہے کہ جو صاحب ہوں وہ چلے جائیں۔ میری بات سن کر اس نے فوراً کہا کہ بہت اچھا میں جاتا ہوں۔ فوراً ہی لڑکی نے آنکھیں کھول دیں اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اس واقعے کو بیس سال گزر چکے ہیں حضرت کی دعا اور اللہ کے کرم سے وہ لڑکی بالکل ٹھیک ہے۔ شادی بیاہ ہو گیا بال بچوں والی ہے۔

۶۹۔ سرور علی شاہ جنہیں ملکوں ملکوں گھومنے کا شوق تھا۔ وہ دراصل کسی ایسے پیر کامل کی تلاش میں تھے جن پر انہیں پورا یقین ہو جائے اور ان سے وہ بیعت کر لیں۔ وہ عرب، حجاز اور عراق گھومتے ہوئے ملک شام پہنچے۔ دمشق میں انہیں ایک مجذوب ملے۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری قسمت میں ایک ایسے پیر لکھے ہیں جو تمہارے ہی ملک ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ ان کو حضرت علیؓ کے دربار میں ایسا مرتبہ حاصل ہے کہ وہ ان سے سب کچھ عرض کر سکتے ہیں۔ یہ مرتبہ اس وقت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ سرور علی شاہ نے کہا کہ آپ مجھے ان کا نام اور ان کی جگہ کا نام بتا دیجئے۔ مجذوب نے کہا کہ تم مصر جاؤ، وہاں کے شہر قاضی اور جامع مسجد کے امام سے تمہیں ان کا پتہ ملے گا۔ سرور علی شاہ مصر آئے، قاضی صاحب اور امام صاحب سے ملے اور پوچھا کہ آپ کسی کامل درویش کو جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ صاحب ہندوستانی ہیں ان کا نام شاہ نظام الدین حسین ہے اور وہ بریلی شہر میں رہتے ہیں۔

CS CamScanner

ایک مرتبہ وہ یہاں تشریف لائے تھے۔میں نے اور امام صاحب نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔انھوں نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔واپسی کے وقت وہ مجھے اپنی ٹوپی تبرکاً دے گئے تھے اور امام صاحب کو ایک رومال دے گئے تھے۔ہم سال میں ایک بار اس کی زیارت کراتے ہیں۔سرور علی شاہ کے دل میں خیال آیا کہ وہ ٹوپی اگر میں دیکھ لیتا تو مجھے حضرت کو پہچاننے میں آسانی ہوتی۔ان کی درخواست پر امام صاحب نے ٹوپی اور رومال کی زیارت کروائی۔مصر سے چل کر سرور علی شاہ ہندوستان آئے اور بریلی پہنچے۔حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی اور اپنا سب حال بیان کیا۔یہ سب راز کی باتیں تھیں اور حضرت نہیں چاہتے تھے کہ وہ ایک ایک سے کہتے پھریں۔اس لیے تھوڑے ہی دنوں میں تعلیم دے کر انہیں رخصت کر دیا۔

۷۰۔ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے ایک صاحب بریلی پہنچے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان صاحب کو خانہ کعبہ میں لوگوں کو آب زمزم پلانے کی خدمت دی گئی تھی۔حضرت نے ان کی بہت خاطر مدارات کی۔جیسے عربوں کا قاعدہ ہے انہیں کچھ تحفہ بھی پیش کیا۔انھوں نے کہا کہ میں کچھ لینے کے لیے نہیں آیا ہوں۔بلکہ رسول کا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھے اپنی بیعت میں لے لیجئے۔حضرت نے فرمایا کہ میں اس قابل کہاں ہوں۔انہوں نے کہا کہ میں قابلیت نہیں جانتا میں تو بھیجا ہوا آیا ہوں یہ آپ جانیں اور وہ جانیں۔حضرت پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔اس کے بعد آپ نے ان کو بیعت کیا اور اس کے بعد وہ خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔

۷۱۔ایک مرتبہ حضرت ٹرین سے جہان آباد تشریف لے جا رہے تھے۔نواب گنج کے اسٹیشن پر ریلوے والوں نے پوری گاڑی خالی کروادی،حضرت بھی گاڑی سے

اتر کر کھڑے ہو گئے اور فکر میں تھے کیسے پہنچا جائے کہ اتنے میں لیفٹیننٹ گورنر سر جارج جو بنگال کمانڈ کا سب سے بڑا افسر تھا۔ وہ آیا اور اس نے کہا کہ آپ ہماری گاڑی میں بیٹھیے میں آپ کو جہاں آباد پہنچا دوں گا۔

۷۲۔ سید حسین شاہ حضرت تاج الاولیا کے خلیفہ تھے بہت چلّے کھنچتے تھے اور تعلیم حاصل کرنے میں محنت کرتے تھے۔ کچھ وقت کے لیے ان پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی تھی (تصوف میں ایک مقام وہ آتا ہے کہ جب عبادت اور محنت کے بعد اللہ تعالٰی کے نور کا دیدار ہوتا ہے۔ کچھ لوگ جو کمزور ہوتے ہیں وہ اسے برداشت نہیں کر پاتے اور ان کا دماغ الٹ جاتا ہے۔ انہیں مجذوب کہتے ہیں۔ بظاہر دیکھنے والے انہیں پاگل سمجھتے ہیں) اپنی اسی حالت میں وہ بارہ برس تک عرب، عجم، شام اور عراق وغیرہ گھومتے رہے۔ بعد میں جب وہ ٹھیک ہو گئے تھے تو اپنے بہت سے واقعات سنایا کرتے تھے جن میں سے کچھ واقعات یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔

حسین شاہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ ملک شام میں پہاڑوں کے بیچ میں گھوم رہے تھے کہ رات ہو گئی۔ ایک صاف سا پتھر دیکھ کر لیٹے اور سو گئے۔ تھوڑی دیر میں کسی نے ان کو جگایا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت تاج الاولیا ہیں۔ خفا ہو رہے ہیں کہ موقع بے موقع جگہ کچھ نہیں دیکھتا جہاں چاہے پڑا رہتا ہے۔ یہاں سے اٹھ اور سامنے ٹیکری پر صاف پتھر ہے وہاں جا کر سو۔ حسین شاہ فوراً وہاں سے اٹھے اور اوپر ایک پتھر پر جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ وہ جس پتھر سے اٹھ کر آئے تھے وہاں ایک بہت بڑا شیر لیٹا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ اسی وقت حضرت تشریف لائے اور کہا کہ گھبراؤ نہیں شیر یہاں نہیں آئے گا میں یہیں موجود ہوں۔ میں صبح تک جاگتا رہا اور شیر اس پتھر پر سوتا رہا۔ لیکن میں شیر سے بہت اونچے پتھر پر تھا۔

دوسرا واقعہ سید حسین شاہ یہ بیان کرتے تھے کہ اسی زمانے میں حضرت نے مجھے چلہ کھنچنے کے لیے کہا۔ اور ہلدوانی پہاڑ میں چشمے کے کنارے پہاڑ کی کوہ میں پانی میں کھڑے ہوکر وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ اسی پہاڑ کی کوہ میں ایک یوگی بہت دن سے رہ رہا تھا۔ وہ بھی اپنے یوگ کے آسن لگایا کرتا تھا، کیونکہ یوگ میں بھی بڑی طاقت ہوتی ہے۔ وہ یوگی کافی عرصے سے یہ عمل کرر ہا تھا۔ اس لیے وہ بھی بہت طاقت ور ہوگیا تھا۔ ایک دن وہ یوگی حسین شاہ کے پاس آیا۔ ان کو گھورنے لگا۔ جس سے شاہ جی کانپنے لگے۔ اسی وقت انھوں نے دیکھا کہ حضرت تاج الاولیا تشریف لائے اور اس یوگی پر نظر ڈالی تو وہ کانپنے لگا اور وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت نے شاہ جی سے کہا کہ تم اطمینان سے اپنا چلہ پورا کرو اب وہ واپس نہیں آئے گا۔

سید حسین شاہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک وظیفہ ہوتا ہے جس کو پڑھنے سے نبیوں سے ملاقات ہو جاتی ہے وہ مجھے بھی بتا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم ابھی اس قابل نہیں ہو۔ لیکن شاہ جی برابر درخواست کرتے رہے تو حضرت نے وہ وظیفہ بتایا اور کہا کہ ابھی ایسے مت کرنا۔ وہ حضرت کے پاس سے چلے آئے لیکن انہیں نبیوں سے ملنے اور بات کرنے کا اتنا شوق ہو رہا تھا کہ کہنا نہیں مانا اور وظیفہ پڑھنے لگے۔ کچھ ہی دیر میں یہ حالت ہوئی کہ وہ پاگل ہوگئے اور گر کر بے ہوش ہوگئے لوگ ان کو اٹھا کر خانقاہ میں لائے۔ عصر کی نماز کے وقت حضرت تاج الاولیا خانقاہ تشریف لائے ان کو دیکھا اور ان کے دو ہاتھ مارے۔ انہیں ہوش آ گیا اور پاگل پن جاتا رہا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے منع کیا تھا کہ مت کرنا۔ شاہ جی پاؤں پر گر پڑے کہ شوق اتنا زیادہ تھا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا کہ شکر کرو کہ کسی نبی نے تم سے بات نہیں کی ورنہ کہ تمھاری ایسی

حالت ہوتی کہ میں بھی کچھ نہیں کرتا۔

۷۳۔شیخ غلام جیلانی صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ان کی بیوی سخت بیمار ہوئی اور بچنے کی امید نہیں رہی، کسی دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔آخر مجبور ہوکر حضرت تاج الاولیا کی خدمت میں اعظم علی کے ہاتھ خط بھیجا اور سارا حال لکھا۔ حضرت نے تھوڑی سی مٹی انہیں دی اور کہا کہ اس کو چٹادو۔ابھی وہ واپس پہنچے بھی نہیں تھے کہ ان کی بیوی نے بے ہوشی کی حالت میں خواب دیکھا کہ تین بزرگ ان کے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے تین مکان دکھائے پوچھا کہ تو یہاں رہنا پسند کرے گی۔ میں نے کہا کہ میں تو اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا کہ پانچ برس دوبارہ کہا کہ کچھ اور کہو۔ میں نے کہا دس برس تیسری دفعہ پھر کہا کچھ اور کہو۔ میں نے کہا بیس برس، چوتھی مرتبہ پوچھا تو میرے منہ سے جواب نہیں نکلا۔اس کے بعد وہ تینوں بزرگ غائب ہوگئے۔میں تھوڑی دور چلی تو میں نے دیکھا کہ حضرت تاج الاولیا تشریف رکھتے ہیں اور سیدھے ہاتھ کے قریب ننھے میاں کھڑے ہیں۔ حضرت نے ننھے میاں سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو۔ حضرت قبلہؒ کے آستانے کی راکھ ان کو چٹادو۔اسی وقت مجھ کو ہوش آنا شروع ہوا۔تو میں نے دیکھا کہ میرے شوہر مجھے مٹی چٹا رہے ہیں۔اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اسے چاٹ لو یہ حضرت تاج الاولیا نے بھیجی ہے۔پہلی دفعہ چاٹنے سے کچھ طاقت آئی۔ دوسری دفعہ چاٹنے سے میرے ہاتھ پاؤں ہلنے لگے۔اور تیسری مرتبہ چاٹنے کے بعد میں اپنے اندر کافی انرجی محسوس کرنے لگی۔ کچھ ہی دنوں میں بالکل ٹھیک ہوگئی اور اس واقعہ کے ساتھ ہی بیس سال تک زندہ رہی۔

۷۴۔شیر محمد صاحب پشاور کے رہنے والے تھے۔ان کے ساتھ جو واقعہ پیش

آیا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں کشتی میں سوار ہو کر دریائے اٹک پار کر رہا تھا۔ میرے ساتھ اور بھی کئی لوگ تھے۔ اچانک بیچ دریا میں پہنچ کر کشتی ڈوب گئی۔ جتنے لوگ سوار تھے سب ڈوب گئے۔ شیر محمد بچ گئے لیکن ان کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ دریا کا پانی ان کے سینے کے اوپر تھا اور انہیں تیرنا بالکل نہیں آتا تھا۔ انھوں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے پیر کا نام لے کر پانی میں چلنا شروع کر دیا۔ دریا میں اس وقت طوفان آ رہا تھا اور کنارے پر کھڑے ہوئے لوگ حیرت سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہ آنکھیں بند کیے ہوئے ایک آدمی گہرے دریا میں پیدل چل کر دریا پار کر رہا ہے اور کنارے پر پہنچ گیا ہے۔ جب وہ زمین پر پہنچے اور سارے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیسے نکل آئے تو انھوں نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم میں تو اپنے پیر کا نام پکار رہا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ واقعی آپ کے پیر بڑے زبردست ہیں کہ ایسے دریا میں سے آپ کو زندہ نکال لیا۔

۷۵۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا مچھلی کے شکار کے لیے دریا کے کنارے تشریف رکھتے تھے۔ ایک گاؤں والا پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں پہنے اور ہاتھ میں بڑا سا ڈنڈا لیے ہوئے آیا۔ اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں غریب آدمی ہوں۔ انھوں نے کہا بھلا آپ جھوٹ کیوں بول رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں میں وہ غریب نہیں ہوں کہ میرے پاس صرف ایک لنگوٹی ہو۔ لیکن میں کوئی صاحب جائداد یا کسی ملک کا حاکم نہیں ہوں۔ انھوں نے کہا کہ بھائی تم بڑے اچھے آدمی لگتے ہو۔ آج رات ہمارے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ آپ نے بہت منع کیا ٹالا مگر وہ نہیں مانے۔ آپ نے فرمایا کہ مغرب تک تو میں یہی بیٹھا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ آپ جب یہاں سے

انھیں آپ میرے پاس آجایئے گا۔آپ نے حامی بھرلی۔رات کو جب آپ ان کے گھر پہنچے تو ایک آدمی نے آپ سے کہا کہ آپ کو میر صاحب بلا رہے ہیں۔معلوم ہوا کہ جنھوں نے دعوت کی ہے وہ شیعہ ہیں وہاں آپ تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے کھانے پر بہت سی چیزیں رکھیں تھیں انھوں نے بکرا ذبح کیا ہوا تھا۔اور وہیں اور کھانا بھی پک رہا تھا۔ان صاحب کی صورت کے دو لوگ اور بھی بیٹھے تھے جو ان کے بھائی تھے۔جب کھانے کا وقت ہوا اور ہاتھ دھو کر سب کھانے کے لیے بیٹھے۔ان میں سے ایک نے پوچھا کہ کیوں صاحب آپ کا مذہب کیا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ پوچھنے کا وقت نہیں رہا۔انھوں نے کہا کہ مذہب بتانے کا کونسا وقت ہوتا ہے جواب نہیں رہا۔آپ نے فرمایا کہ دریا پر جب آپ نے مجھے دعوت کے لیے بلایا تھا وہ وقت تھا پوچھنے کا۔اب آپ نے بکرا ذبح کر دیا اتنا کھانا پکوایا۔اگر میں سنی ہوا اور آپ شیعہ ہوئے تو آپ کا کھانا خراب ہو جائے گا۔اور اگر میں شیعہ ہوا اور آپ سنی ہوئے تو بھی یہ بے کار جائے گا۔اس سے اچھا ہے کہ میں اور آپ مزے سے کھانا کھائیں۔پھر میں اپنے گھر جاؤں۔انہوں نے کہا کہ نہیں صاحب اب تو آپ بتا ہی دیجئے۔حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں مانتے تو سنیے۔شیعہ اس کو کہتے ہیں جو پہلے تین خلیفاؤں کو صحیح نہ مانے اور صرف حضرت علیؓ کو مانے۔اور سنی وہ ہوتے ہیں جو خلافت کے سبھی خلیفاؤں کو مانیں اور حضرت علیؓ کو سب سے کم مانیں۔انہوں نے کہا کہ یہ سچ ہے۔پھر حضرت نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کا کیا مذہب تھا اور حضرت علیؓ کا کیا مذہب تھا۔کیا کوئی اور علیؓ بھی تھے جن کی وجہ سے حضرت علیؓ شیعہ ہوئے اور سنی بھی۔آخر حضرت علیؓ کا بھی وہی مذہب تھا جو رسول اللہؐ کا مذہب تھا۔اور میرا بھی وہی مذہب ہے۔جن جن کو رسول اللہؐ جیسا جیسا مانتے تھے میں بھی ان کو ویسا ہی مانتا ہوں۔وہ

لوگ کہنے لگے کہ بھائی یہ مذہب ہمیں بھی بتادو ہم نے تو پہلے یہ بات کسی سے نہیں سنی۔ ہم سید ہیں لیکن ہم تفصیل نہیں جانتے۔ جب تک آپ ہمیں اس مذہب کی تفصیل نہیں بتائیں گے ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ ذرا سوچئے کہ سنی اور شیعہ دو ایسے بڑے بڑے مذہب ہیں جن کے بارے میں دو دن میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔ جب کہ رسول اللہؐ اور حضرت علیؓ کا مذہب ایسا ہے کہ آپ ایک دن میں ہی سب سیکھ لیں گے۔ انھوں نے کہا بھائی آپ سچ کہتے ہیں۔ آپ وعدہ کیجئے کہ آپ نے جو سمجھایا ہے وہ آپ ہمیں بھی سکھا دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو میں رک نہیں سکتا پھر کبھی آنا ہوا تو میں بات کروں گا۔ ان لوگوں نے آپ کو رات بھر رکھا اور بڑی مشکل سے صبح رخصت کیا۔ وہ آپ کو گاؤں کے کنارے تک چھوڑنے آئے۔ لیکن اتفاق سے پھر آپ کا جانا ادھر نہیں ہوا۔ لیکن ذرا سی دیر میں ہی آپ نے وہ سکھا دیا جسے سمجھانے میں دوسروں کو مدت لگ جاتی ہے۔

۷۶۔ نواب خاں بہادر خاں صاحب کو حکومت کی طرف سے بریلی کا انچارج بنایا گیا تھا۔ اور مولوی رحمت اللہ صاحب ان کے اسسٹنٹ تھے جسے اس وقت سر رشتہ دار کہا جاتا تھا۔ نواب صاحب نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ عہدہ ان کی عزت کی وجہ سے ملا تھا۔ اس بیچ میں آگرے کے ہیڈ آفس سے یہ حکم آیا کہ نواب صاحب کو امتحان دینا پڑے گا۔ نواب صاحب کو امتحان دینا منظور نہیں تھا اس لیے انھوں نے استعفیٰ دے دیا اور منظوری کے لیے حکومت کے پاس بھیج دیا۔ حکومت کی طرف سے مولوی کریم اللہ کو بریلی کا انچارج بنا دیا گیا جو حضرت کے مریدوں میں تھے۔ اس واقعہ کی خبر حضرت تاج الاولیا کو ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ آپ کی خدمت میں آنے والے ہیں۔ آپ نے کہا کہ مولوی کریم اللہ کو لکھ دو کہ وہ نہ آئیں۔ حضرت کو یہ

بھی بتایا گیا کہ نواب خان بہادر نے استعفیٰ دے دیا تھا اور ان کی جگہ کریم اللہ خاں صاحب کو یہ عہدہ دے دیا گیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ نواب خاں بہادر کا استعفیٰ منظور نہیں ہوگا اور وہ ابھی بہت دن بریلی میں ہی رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نواب صاحب کا استعفیٰ منظور نہیں ہوا اور وہ بریلی میں ہی رہے۔ ان سب باتوں میں تقریباً دو مہینے لگے لیکن حضرت نے وہ ساری باتیں پہلے ہی بتادی تھیں۔

۷۷۔ مولوی عظیم الدین حسین حضرت تاج الاولیا کے مرید تھے وہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ کی خدمت کرنے میں کبھی انکار نہیں کرتے تھے۔ وہ بھی سرکاری نوکر تھے۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد حکومت نے سب سرکاری ملازمین کے لیے امتحان پاس کرنے کی شرط لگادی تھی۔ عظیم الدین صاحب ناظم (پربندھک) تھے۔ وہ بڑے پریشان ہوئے۔ ان کے دوست ابوالحسن نے تاج الاولیا سے عرض کیا کہ عظیم الدین صاحب امتحان دینا نہیں چاہتے کیونکہ انہیں قانون کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ امتحان دے کے بے وجہ پیسہ برباد ہوگا۔ حضرت نے فرمایا، مولوی صاحب آپ اپنے امتحان کی تیاری کیجیے اور نتیجہ کی فکر مت کیجیے۔ آپ فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوں گے اور سب سے پہلے منصف بنیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولوی صاحب امتحان میں فرسٹ آئے اور سب سے پہلے منصف بنائے گئے۔

۷۸۔ ایک دن حضرت تاج الاولیا سورۂ یوسف کی فضیلت بیان کررہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو اس سورہ کو پابندی سے پڑھتا رہے گا وہ اگر بادشاہ نہ ہوا تو وزیر ضرور ہو جائے گا۔ مولوی عظیم صاحب کہنے لگے کہ آپ مجھے اس کو پڑھنے کی اجازت دے دیجیے۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب وزیر بننے سے پہلے جیل میں بھی جانا پڑے گا۔ اس لیے میں کسی کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مولوی عظیم الدین

صاحب نے بہت خوشامدیں کی۔ وہ کسی طرح نہیں مانے تو حضرت نے اجازت دے دی اور کہا کہ جیل جانے کے لیے تیار رہئے گا۔ پھر مجھے آپ کو نکالنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ لیکن وہ نہیں مانے اور سورہ یوسف کا ورد شروع کر دیا۔ پہلے تو نوکری میں انہیں بہت ترقی ملی لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر کے زمانے میں قید کر لئے گئے اور جیل بھیج دیئے گئے۔ حضرت تاج الاولیا کو ان کا بہت خیال تھا۔ جب انہوں نے جیل سے خط لکھا کہ مجھے جیل میں بہت تکلیف ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی منع کیا تھا۔ خیر، اب اگلے مہینے تمہارا مقدمہ پیش ہوگا اور لیفٹیننٹ گورنر کے حکم سے تم رہا کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رحمت اللہ صاحب نے بھائی کو لکھا کہ جیل سے رِہا ہونے کے بعد آپ بریلی آ جایئے لیکن راستے میں وہ بہت بیمار ہو گئے اور واپس لوٹنا پڑا۔ حضرت نے رحمت اللہ صاحب کو ان کے پاس بھیجا۔ لیکن جب تک وہ مراد آباد پہنچتے عظیم الدین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت کو ان باتوں کا پہلے ہی علم تھا اس لیے وہ اجازت دینا نہیں چاہ رہے تھے لیکن انھوں نے کہنا نہیں مانا اور اس کا نتیجہ بھگتنا پڑا۔

۷۹۔ غدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت تاج الاولیا کے دو مرید مولوی رحمت اللہ سرِ رشتہ دار تھے اور مولوی عظیم الدین وکیل تھے۔ مولوی رحمت اللہ بہت زیادہ بیمار پڑے اور بچنے کی کوئی امید نہیں رہی۔ حکیموں نے جواب دے دیا۔ ایسی پریشانی میں مولوی عظیم الدین خانقاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت سے رحمت اللہ کی صحت کے لیے عرض کیا۔ حضرت نے انہیں اطمینان دلانے کی کوشش کی لیکن وہ اتنے پریشان تھے کہ بار بار عرض کرتے رہے۔ اس پر حضرت نے کہا کہ تم بلا وجہ پریشان ہو رہے ہو۔ مولوی رحمت اللہ کی موت تم اپنی زندگی میں نہیں دیکھو گے۔ چنانچہ مولوی عظیم الدین کا انتقال مولوی رحمت اللہ سے چھ مہینے پہلے ہو گیا۔ حضرت کی زبان سے نکلی ہوئی بات سچ ہوئی۔

CamScanner

۸۰۔ مولوی ضمیرالدین صاحب جو مولوی فضل حق خیرآبادی کے رشتہ دار تھے۔ جے پور میں سرکاری نوکر تھے۔ کسی وجہ سے نوکری سے نکال دیئے گئے تو اجمیر چلے گئے اور دس گیارہ مہینے تک وہیں رہے۔ ایک رات انھوں نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ تاراگڑھ پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں۔ مولوی ضمیرالدین حاضر ہوئے تو آپ نے ان کا حال پوچھا وہ اپنا حال بتا ہی رہے تھے کہ آنکھ کھل گئی اور خواب ٹوٹ گیا۔ بہت پریشان ہوئے۔ تھوڑی دیر میں پھر سو گئے اور خواب کا سلسلہ شروع ہو گیا اور دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب نے ان کا اُلٹا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ سرخ رنگ کی مٹھائی کھالیا کرو۔ پھر ان کی آنکھ کھل گئی۔ دوبارہ سوئے تو خواب وہیں سے شروع ہو گیا تھا جہاں سے ٹوٹا تھا۔ اب خواجہ صاحب نے ان کو دعا پڑھنے کو بتائی۔ آنکھ کھلی تو دعا یاد تھی لیکن اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ مولوی صاحب عربی کے عالم تھے۔ انھوں نے سمجھا کہ شاید ان سے سننے میں غلطی ہوئی۔ پھر سوئے پھر خواب دیکھنے لگے۔ جب خواجہ صاحب کی صورت نظر آئی تو ضمیرالدین صاحب نے پوچھا کہ حضور اس کے معنی کیا ہیں۔ خواجہ صاحب نے حضرت تاج الاولیا کی تصویر دکھائی کہ یہ میرے مرید مولوی نیاز احمدؒ کے بیٹے ہیں اور بریلی میں رہتے ہیں تم بریلی جاؤ، اور ان سے اس دعا کے معنی معلوم کرو۔ ضمیرالدین صاحب اگلے ہی دن بریلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ خانقاہ شریف میں انھوں نے تاج الاولیا کو دیکھا تو انہیں فوراً پہچان لیا، کیونکہ ان ہی کی تصویر خواجہ صاحب نے دکھائی تھی۔ حضرت نے انہیں دیکھا تو انھوں نے اپنے خواب کا حال بیان کیا۔ حضرت نے ان کی اچھی طرح خاطر مدارات کی۔ رات کو انہوں نے حضرت سے اپنے خواب کا حال بیان کیا۔ اور یہ بھی پوچھا کہ خواجہ صاحب نے میرا اُلٹا ہاتھ کیوں پکڑا۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ مرید نہیں

ہیں۔ مولوی صاحب نے حضرت کے پاؤں پکڑ لئے اور خوشامد کر کے مرید ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ دعا بظاہر عربی میں ہے۔ لیکن خواجہ صاحب نے جو کچھ بتایا ہے تم اسے پڑھتے رہو اس سے تم کو بہت فائدہ ہوگا چاہے تمہیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت نیاز بے نیاز اور ان کے جانشینوں کو حضرت غریب نواز کتنی اہمیت دیتے تھے۔

۸۱۔ خان بہادر منشی احمد حسن جو رام پور کے مجسٹریٹ ہیں 1883ء میں مظفر نگر کے ڈپٹی کلکٹر تھے۔ ان کا تبادلہ بریلی ہو گیا۔ لیکن وہ چاہتے تھے کہ واپس مظفر نگر بھیج دیئے جائیں۔ اس سلسلے میں بہت سے مجذوبوں اور فقیروں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اسی سلسلے میں ایک دفعہ وہ بشیر الدین صاحب کے یہاں پہنچے وہ جسولی کی مسجد میں رہتے تھے اور وہاں نماز پڑھاتے تھے۔ بشیر الدین صاحب کو مجذوبوں کے ساتھ رہنے اور ملنے کا بہت شوق تھا۔ احمد حسن صاحب نے ان سے پوچھا کہ بتایئے مجذوبوں اور فقیروں سے دعا کروانے سے میرا کام بن جائے گا۔ بشیر الدین صاحب بولے کہ آپ ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ میرے پاس آنے کی بار بار تکلیف کیوں کرتے ہیں۔ آپ کی نوکری کے معاملے کا تعلق حکومت سے ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔ ہندوستان میں اس وقت روحانی حکومت چشتیوں کی ہے۔ آپ شاہ نظام الدینؒ کے پاس جایئے وہ خواجہ غریب نواز کے سجادہ نشین ہیں۔ ان سے دعا کروایئے وہ چاہیں گے تو آپ کا کام ہو جائے گا۔ ڈپٹی صاحب فوراً حضرت تاج الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال بتایا۔ حضرت نے فرمایا کہ ڈپٹی صاحب آپ مجذوبوں کے پاس کیوں جاتے ہیں۔ آپ وظیفہ پڑھا کریں اور اس کی پابندی کریں۔ انہوں نے پوچھا کہ ایک چلہ یا دو چلے کا وظیفہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ آٹھ دس دن میں ہی کام ہو جائے

گا۔چنانچہ نویں دن مظفرنگر میں ان کے تبادلے کا حکم آ گیا۔کلکٹر نے کہا کہ آپ مظفرنگر کا چارج لے لیجئے۔

۸۲۔بشیرالدین حسین اپنا قصہ بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ فوجداری کے ایک مقدمے میں پھنس گئے اور ان کے نام بریلی کی کوتوالی سے وارنٹ جاری ہوگیا۔انہیں معلوم تھا کہ یہ الزام ان کے اوپر جھوٹا ہے۔لیکن کوتوالی والوں نے پکڑ کر بٹھالیا اور کہا کہ رجسٹر میں تمہارا نام لکھا ہوا ہے تمہیں جانے نہیں دیا جائے گا۔انھوں نے دل ہی دل میں حضرت کو یاد کیا اور دعا کی درخواست کی۔پھر کوتوالی والوں سے کہا کہ دکھاؤ میرا نام کس رجسٹر میں لکھا ہے۔انھوں نے رجسٹر کھولا تو سامنے ہی ان کا نام لکھا ہوا تھا۔لیکن حضرت کی دعا کا ایسا اثر ہوا کہ کسی کو ان کا نام نظر نہیں آیا۔کئی لوگوں نے بار بار دیکھا لیکن نام نہیں ملا تو انہیں چھوڑ دیا ادھر حضرت تاج الاولیا نے خانقاہ شریف میں کچھ لوگوں سے کہا کہ تم جا کے بشیرالدین کی مدد کرو جیسے ہی خادم خانقاہ سے نکلے ویسے ہی بشیرالدین کو چھوڑ دیا گیا۔لیکن مقدمہ ابھی چل رہا تھا۔اسی حالت میں ایک دن دہلی پہنچے اور حضرت نظام الدین کی درگاہ پر حاضری دی۔دعا کی اور وہیں سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ میں بریلی کی خانقاہ میں بیٹھا ہوں۔دروازے کے اندر اتنی ریت ہے کہ میرے پاؤں اس میں گھس گئے ہیں۔پھر حضرت تاج الاولیا تشریف لائے اور انھوں نے کندھوں سے پکڑ کر باہر نکال لیا۔اسی روز بریلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ مقدمے سے باعزت بری کردیئے گئے ہیں۔

۸۳۔حضرت تاج الاولیا نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنے صاحبزادے محی الدین احمد صاحب کو اپنا سجادہ نشین مقرر کردیا تھا۔جس دن سجادہ نشینی کا اعلان ہوا اس دن تقریباً سبھی مرید اور خلیفہ حاضر تھے۔ان میں کچھ خلیفہ ایسے بھی

تھے جو خود بھی بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ انہیں یہ بات پسند نہیں آئی کہ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے حضرت اپنے نوجوان بیٹے کو گدی پر بٹھائیں۔ ایک دن صبح حضرت تاج الاولیا نے ان سبھی لوگوں کو بلایا جن کے دل میں کچھ شک تھا اور اُن سے کہا کہ جو کچھ میں جانتا تھا وہ میں نے ننھے میاں کو بتا دیا۔ اگر آپ چاہیں تو جو کام مجھ سے لینا چاہتے ہیں وہ اُن سے لے کر دیکھ لیجئے۔ ننھے میاں صاحب نے رو کر عرض کیا کہ یہ کام بہت بڑا ہے میں کیسے کر پاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو کام لیتے ہیں وہ اپنا کام کروا بھی لیتے ہیں۔ اس وقت شاہ محی الدین صاحب کو ایک خاص کیفیت طاری ہوئی جتنے بھی لوگ خانقاہ میں موجود تھے۔ ان سب نے اُسے محسوس کیا پھر حضرت ننھے میاں صاحب کو اپنی مسند پر بٹھایا اور انہیں نذر پیش کی۔ آپ کو دیکھ کر باقی بھی خلیفاؤں میں ایسا ہی کیا پھر آپ نے سارے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا اور ننھے میاں صاحب سے فرمایا کہ آج سے میں تم کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں اور اپنے سارے مریدوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تم انہیں اپنا پیر بھائی سمجھنا اور ہر طرح ان کی مدد کرنا پھر آپ نے اپنے خادموں سے کہا کہ آج سے تم ان کو پیر بھائی مت سمجھنا بلکہ میرا جانشین سمجھنا اور کبھی پیر بھائی ہونے کا دعویٰ مت کرنا۔ جو ان کی بات مانے گا وہ میرا مرید ہے اور جو نہیں مانے گا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

۸۴۔ حضرت تاج الاولیا اپنے پاس عام طور پر روپیہ پیسہ نہیں رکھتے تھے۔ کئی دفعہ قرض لینے کی بھی نوبت آجاتی تھی۔ جائداد سے کچھ آمدنی ہوتی تو قرض ادا کر دیا جاتا۔ لیکن اس کے باوجود آپ ہر آدمی کی مدد کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اگر اپنے پاس کچھ پیسہ ہوتا تو کچھ دے دیتے ورنہ قرض لے کر مدد فرماتے اور خود ہی اس کا قرض ادا کرتے۔ میرٹھ کے رہنے والے چندو لال حضرت سے بہت عقیدت

CamScanner

رکھتے تھے اور اکثر خانقاہ میں آتے رہتے تھے۔ سرکاری نوکر تھے اور ان کے پاس سرکار کا پیسہ جمع رہتا تھا۔ ایک مرتبہ سرکاری حکم آیا کہ تمہارے پاس جو بھی سرکاری پیسہ ہے وہ جمع کروادو۔ چندو لال اس میں سے کچھ خرچ کر چکے تھے۔ اس لیے بہت زیادہ پریشان ہو گئے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور حضرت کے پاس کوئی رقم نہیں تھی۔ آپ نے انہیں دو دن بعد بلایا اور کچھ کپڑے اور زیور دیئے اور کہا کہ اس کو گروی رکھ دو اور پیسوں کی ادائیگی کر دو۔ سب سامان کی ایک فہرست بنا کر ہمیں لا کر دے دو اور یہ چیک کر لو کہ جس کا سامان گروی رکھا گیا ہے اسی کو واپس کیا جائے۔ حضرت نے اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔ لیکن کچھ مریدوں کو معلوم ہو گیا اور انھوں نے آپ کے صاحبزادے ننھے میاں کو بتایا۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اس بات کا پتہ نہیں۔ انھوں نے حضرت سے جا کر معلوم کیا آپ نے فرمایا کہ وہ میرے پاس آتا ہے اُسے ضرورت تھی میں نے دے دیا۔ صاحبزادے نے پوچھا کہ واپسی کی کیا صورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو دنیا میں فائدہ ہونا چاہیے تھے۔ ہم لوگوں کو عاقبت کے فائدے کا خیال رہتا ہے۔ یہ مدد واپسی کے ارادے سے نہیں کی گئی تھی۔

۸۵۔ مولوی ابوالحسن جو حضور قبلہ کے مرید تھے ان کے نواسے مظہر جمیل میرٹھ میں سب انسپکٹر تھے۔ کسی نافرمانی کی سزا میں دو اور لوگوں کے ساتھ انہیں بھی پانچ مہینے کی قید ہو گئی۔ ان تینوں نے الٰہ آباد ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں ساتھیوں نے چاہا کہ مقدمے کا سارا خرچ جمیل مظہر اٹھائے۔ جمیل مظہر کے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا۔ انھوں نے خط لکھ کر حضرت سے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ اگر جمیل مظہر کو قید سے رہائی نہیں ہوگی تو انہیں بھی نہیں ہوگی اور اگر جمیل مظہر قید سے چھوٹ گئے تو وہ بھی چھوٹ جائیں گے۔ تم کچھ نہ کرو۔ آپ کی دعا کے اثر سے تینوں

لوگ بغیر اپیل کے ہی چھوٹ گئے۔

۸۶۔اس کتاب کے مصنف محمد فائق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت تاج الاولیا کی وفات کے بعد میں رام پور میں تھا۔ بہت سخت بیمار ہوا۔ بخار کسی دوا سے نہیں اترتا تھا۔ بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کروایا۔ایک رات حضرت کوخواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ بخار بہت زیادہ ہے لیکن کوئی ڈاکٹری دوائی مت کرو۔عرق گاؤ زبان،عرق بید مشک،عرق پودینہ،عرق الیچی ملا کر پی لوٹھیک ہوجاؤ گے۔اگلے دن صبح میں ایک حکیم کے پاس گیا تا کہ وہاں سے یہ دوائیں لےلوں اور ساتھ میں اسے دکھا بھی دوں۔حکیم نے میرا حال معلوم کرنے کے بعد جونسخہ لکھا وہ وہی تھا جو حضرت نے خواب میں بتایا تھا۔وفات شریف کے بعد حضرت کو اپنے مریدوں کا اتنا خیال تھا کہ جس نے بھی آپ کو یاد کیا آپ نے مدد فرمائی۔

۸۷۔ایک روز حضرت تاج الاولیا دوپہر سے پہلے خانقاہ شریف میں بیٹھے تھے۔اس وقت اور لوگوں کے ساتھ قاضی امداد علی بھی موجود تھے۔حضرت اپنے ان خلیفاؤں کا ذکر کر رہے تھے جو اس دنیا میں نہیں تھے۔آپ نے مولوی نصیر اللہ،مولوی محمد ظریف،مولوی فضل عالم اور مولوی محمود عالم کا نام لے کر فرمایا کہ یہ سب اپنے کام میں بہت اچھے ہو گئے تھے اور پھر فرمایا کہ مولوی ابوالحسن بھی اپنے کام میں بہت اچھا ہو گیا تھا اور یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔تھوڑی دیر بعد حویلی کے اندر چلے گئے۔ قاضی امداد علی صاحب کہنے لگے کہ حکیم ابوالحسن تو ابھی زندہ ہیں۔حضرت نے ان کا نام مرحوم لوگوں کے ساتھ کیوں لیا۔کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہے۔اس واقعہ کے تیسرے دن بچھراؤں سے خط آیا کہ جس وقت حضرت نے ذکر کیا تھا ٹھیک اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

۸۸۔ ایک مرتبہ سہ پہر کے قریب حضرت حویلی سے خانقاہ تشریف لائے۔ گرمی کا موسم تھا لیکن اپنی مسند پر بیٹھنے کے بجائے مونڈھا منگوا کر دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے اور لوگوں سے کہا کہ میری مسند اٹھا کر جھاڑ دو۔ مسند اٹھائی گئی تو اس کے نیچے دو ہاتھ لمبا کالا سانپ بیٹھا تھا۔ تب لوگوں کی یہ سمجھ میں آیا کہ حضرت بے وقت خانقاہ میں کیوں آئے، اس لیے تاکہ وہ سانپ کسی خانقاہی کو کاٹ نہ لے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کو اپنے مریدوں کا کتنا خیال رہتا ہے۔

۸۹۔ ایک مرتبہ ایک ہندو عورت اپنا پانچ سال کا بچہ لے کر خانقاہ میں آئی اور حضرت سے کہا کہ میاں میرے بچے کا نچلہ ڈھڑ مارا گیا ہے۔ اس سے کھڑا ابھی نہیں ہوا جاتا۔ کسی دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت نے کہا کہ نیک بخت میں کوئی حکیم اور وید تھوڑی ہی ہوں۔ تو کسی حکیم کو دِکھا اور دوا کر، اس چبوترے کی مٹی لے کر مل دینا اللہ شفا دے گا۔ وہ عورت بولی میں دوا پوچھنے نہیں آئی ہوں آپ اپنی مہر سے اسے اچھا کردو۔ یہ سن کر حضرت کے چہرے پر جوش کی کیفیت پیدا ہوئی آپ مسند سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور بچے کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ عورت نے بچے کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر حضرت کے سامنے کر دیا۔ آپ نے اس کے سر سے پنڈلی تک ہاتھ پھیرا اور دم کیا۔ بچہ فوراً اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ نے کسی مرید سے کہا کہ اس کو فلاں تیل دے دو اور اس عورت سے کہا کہ اسے اس کی ٹانگ پر مل دیا کر۔ اور چبوترے کی تھوڑی سی مٹی لے کر ٹانگوں پر مل دے، اللہ نے چاہا تو اچھا ہو جائے گا۔ وہ بچہ اسی وقت اچھا ہو گیا اور اپنی ماں کے ساتھ اسی وقت خوشی خوشی گھر چلا گیا۔

۹۰۔ مزمل خان صاحب حضرت کے مرید تھے۔ ایک مرتبہ وہ بہت بیمار ہوئے اور انہیں (Food Poisoning) ہو گیا۔ حالت اتنی خراب ہوئی کہ ڈاکٹروں

CamScanner

اور حکیموں نے جواب دے دیا۔ بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ مولوی فائق صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور مزمل خاں بہت نیک اور کام کا آدمی ہے۔اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ حضرت خود اس کے پاس تشریف لے گئے اور کچھ دعا پڑھ کر پھونکی۔ سولہ دن سے مزمل خان کے پیٹ میں کچھ نہیں پہنچا تھا۔ پانی بھی پلایا جاتا تھا تو نکل جاتا تھا۔ حضرت کے دم کرتے ہی انھوں نے آنکھیں کھول دیں اور کچھ کھانے کو مانگا۔ حضرت نے فرمایا اس کو انار دانہ کھلاؤ۔ انار کھاتے ہی وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ ڈاکٹر فصاحت اللہ وہاں موجود تھے۔ انھوں نے کہا کہ حضور یہ تو طاعون (پلیگ) کا مریض ہے۔اس کے پاس بھی نہیں جانا چاہیے اور اس کے کپڑے اور بچھونا وغیرہ سب جلوا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اب یہی کپڑے پہنے پہنے ٹھیک ہو گیا تو اس کی کیا ضرورت ہے۔

۹۱۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا بہت بیمار ہوئے بواسیر کا اتنا خون جاتا تھا کہ کمزوری کی وجہ سے کہ چل بھی نہیں سکتے تھے۔ حضور قبلہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لیے بھی تین چار لوگ پلنگ پر ڈال کر لے کر آئے تھے۔ کھانا تقریباً چھوٹ گیا تھا۔ چپاتی کا چھلکا پانی میں بھگو کے اور کپڑے میں چھان کے تقریباً دس گرام کے قریب پورے دن میں پہنچ پاتا تھا۔ ایک روز آپ کے ایک مرید موتی میاں جو شاہ جہاں پور کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے آپ کے پاؤں پکڑ کر عرض کیا کہ حضور آپ کا تو کچھ نہیں بگڑتا لیکن ہم لوگوں کا کیا ہوگا۔ اب آپ اچھے ہو جائیے۔ حضرت مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔ دوسرے وقت باورچی کو اندر بلایا اور فرمایا کہ ہمارے لیے کھچڑا پکا بالکل اسی طرح جس طرح محرم شریف میں پکا تا ہے۔ اس کھچڑے میں مرچ مصالحہ اتنا ہوتا تھا کہ عام لوگوں کو بھی تیز لگتا تھا۔ لیکن جب کھچڑا تیار ہوا تو آپ نے اس میں سے

کچھ کھایا۔ دوسرے دن آپ نے باورچی سے سری پائے پکوانے کی فرمائش کی اور اس
میں سے تھوڑا سا کھایا۔ مرادآباد اور بچھراؤں کے بڑے بڑے حکیم وہاں موجود تھے
انہیں جب معلوم ہوا تو وہ سخت پریشان ہوگئے کہ ایسے مریض کو یہ کھانا ہرگز نہیں کھانا
چاہیے۔ انھوں نے آپ کے صاحبزادے ننھے میں سے کہا کہ آپ ہی کچھ کیجئے اور
حضرت کو یہ کھانا بالکل نہیں کھانا چاہیے۔ لیکن کسی کو بالکل بولنے کی ہمت نہیں ہوئی اور
حضرت یہی کھانا کھا کر بالکل ٹھیک ہوگئے۔

۹۲۔ حضرت تاج الاولیا ایک مرتبہ شکار کے لیے تشریف لے گئے۔ اسٹیشن
سے اتر کر ہاتھی پر سوار ہوکر جا رہے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ جنگل سے ہاتھیوں کی
بو آرہی ہے۔ جہاں شکار کے لیے رکنا تھا وہاں پہنچ کر وہیں ٹھہرے رہے کیونکہ رات
ہوگئی تھی۔ رات کو گیارہ بارہ بجے کے قریب ہاتھی چلانے والوں اور دوسرے لوگوں
نے شور مچایا کہ جنگلی ہاتھی آگئے۔ حضرت کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ آتش
بازی کے آثار ہوں تو ان کی طرف چھوڑو۔ عام طور پر جب جنگلی ہاتھیوں کا جھنڈ آتا
ہے تو ان کو روکنا ممکن نہیں ہوتا ہے۔ لیکن حضرت کے کہنے کا ایسا اثر ہوا کہ ہاتھیوں کا رخ
دوسری طرف ہوگیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر وہ ساری رات چلاتے رہے۔ پیڑ کی شاخیں
توڑتے رہے لیکن آگے نہیں بڑھے اور صبح کے قریب جنگل میں چلے گئے۔

۹۳۔ حضرت تاج الاولیا ایسی خوشبوئیں بھی محسوس کرلیا کرتے تھے جن کا
احساس کسی کو نہیں ہو پاتا تھا اور نہ کسی کو خبر ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ خانقاہ میں بیٹھے
تھے آپ نے فرمایا کہ کیا کسی نے چائے بنائی ہے آپ نے فرمایا کہ لے کے آؤ چائے
آئی تو اس کی پیالی ہاتھ میں لے کر انھوں نے فرمایا کہ حکیم صاحب اس میں سے کاغذ
کے جلنے کی بو آرہی ہے۔ حکیم صاحب گھبرا گئے، جس آدمی نے چائے بنائی تھی اس

سے معلوم کیا۔ معلوم ہوا کہ چائے بنانے کے لیے جب آگ جلائی گئی تھی تو لکڑیوں کو سلگانے کے لیے کاغذ جلائے گئے تھے۔ یہ ایسی بات تھی کہ کسی کو معلوم بھی نہیں تھا اور نہ چائے پیتے ہوئے احساس ہوا۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ خانقاہ کے آنگن میں پلنگ پر بیٹھے تھے۔ اچانک آپ نے فرمایا کہ کسی نے کھٹا آم کاٹا ہے۔ لوگوں نے جا کر دیکھا گو کہیں آم نظر نہیں آیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا کہ کسی نے اب قلمی آم کاٹا ہے۔ آخر پتا چلا کہ کافی فاصلے پر کوئی صاحب آم کھا رہے تھے۔ پہلے انھوں نے کھٹا آم کاٹا تھا اور پھر انھوں نے قلمی آم کاٹا ہے۔ لوگ حیران تھے کہ اتنی دور سے یہ کوئی کیسے بتا سکتا ہے کہ کس طرح کا آم کاٹا جا رہا ہے۔

حضرت تاج الاولیا رات کو بارہ بجے کے قریب جب آرام کرنے کے لیے حویلی میں جاتے تھے تو تھوڑی دیر حقہ پیا کرتے تھے۔ یہ حقہ باہر سے تیار ہو کر ہی آتا تھا۔ ایک دن حقہ تیار ہونے میں دیر ہو گئی تو حقہ بھرنے والے نے جلدی میں حقے کا پرانا پانی نہیں پھینکا اور حقہ تازہ کر کے بھجوا دیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ ان سے کہو کہ پانی بدل کر لائے۔

۹۴۔ حضرت تاج الاولیا کا ظاہری برتاؤ ایسا تھا کہ آپ کو دیکھ کر کچھ لوگ اعتراض کیا کرتے اور عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی فقیر مانگنے آتا تو اسے بہت کم پیسہ دیتے اور کہتے کہ میں تو خود ہی ایک فقیر ہوں جب کہ نہ جانے کتنے گھروں میں خاموشی کے ساتھ مدد کرواتے تھے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔

حضرت سیدوں کا بہت ادب کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک سیّد صاحب نے اپنی پریشانی ظاہر کی۔ آپ نے مولوی فائق صاحب کو بلا کر دھیرے سے کہا کہ ایک

رومال میں دوسو روپے باندھ کر لے آؤ اور میری رضائی کے اندر چھپا کر رکھ دو۔ اس کے بعد انہیں کہیں اور بھیج دیا۔ پھر چپکے سے سید صاحب کو وہ پیسے دے دیئے تاکہ سب کے سامنے دینے سے شہرت نہ ہو اور سید صاحب کو شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آپ کی وفات کے بعد سینکڑوں لوگوں نے بتایا کہ ان کے گھر کا خرچ حضرت کے ہاں سے آنے والی خیرات سے چلتا تھا۔

۹۵۔ ایک دن سلطان حسن خاں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں نے بنئے سے کچھ پیسہ اُدھار لیا تھا۔ ادا نہ ہونے کی وجہ سے سود اتنا چڑھ گیا کہ بنیا مکان نیلام کر رہا ہے۔ حضرت نے اسی وقت مولوی فائق صاحب کو بلا کر کہا کہ جو کچھ پیسا گھر میں ہو وہ انہیں دے دیا جائے اور ان سے کہا کہ اس وقت میرے پاس اور پیسہ نہیں ہے۔ تم میرے نام سے دوکان سے قرض لے لو۔ اس طرح سلطان حسن خاں کا مکان نیلامی سے بچ گیا۔

۹۶۔ ایک مرتبہ آپ اورنگ آباد تشریف لے گئے تھے۔ نظام حیدر آباد کو آپ سے بہت عقیدت پیدا ہوئی۔ اس نے آپ کو دعوت پر بلایا لیکن آپ نے فرمایا کہ میں جنھیں جانتا نہیں ان کی دعوت قبول نہیں کرتا۔ جو آدمی دعوت نامہ لے کر آیا تھا اسے بڑا ڈر ہوا کہ نظام بہت ناراض ہوں گے۔ حضرت نے ایک خط لکھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ جا کر دے دو کچھ نہیں ہوگا۔ اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ حضرت نواب اور بادشاہوں کے ہاں جانے یا ان کی دعوت قبول کرنے سے ہمیشہ بچتے تھے۔

اسی طرح ایک بار حضرت گوالیار تشریف لے گئے۔ وہاں موتی جھیل کے قریب آپ ٹھہرے۔ گوالیار کے راجہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے درخواست کروائی کہ دو دن کے لیے محل میں آکر ٹھہریں اور مجھے خدمت کا موقع دیں۔ لیکن حضرت نے

اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سامان باندھو ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے اور جو آدمی دعوت نامہ لے کر آیا تھا۔ اس سے کہا کہ مجھے اس لیے بلایا جا رہا ہے تا کہ میں وہاں ٹھہروں تو ان صاحب کی عزت راجہ کی نظر میں بڑھ جائے اور راجا کو بھی فائدہ ہو۔ میں بادشاہوں اور راجاؤں سے دور رہتا ہوں۔ یہ بات سن کر جو صاحب دعوت نامہ لے کر آئے تھے وہ رونے لگے اور انھوں نے کہا کہ میری عرضی قبول کریں اور میرے گھر پر ٹھہریں ورنہ میں سڑک پر لیٹ جاؤں گا۔ آپ نے ان پر مہربانی کی اور ان کے ہاں جا کر دو دن قیام کیا۔

۹۶۔ پیسے والوں کی یا جو لوگ آپ کو پیسہ دے کر راضی کرنا چاہتے تھے ان کی آپ نے کبھی پرواہ نہیں کیا بلکہ اکثر ان کی بھیجی ہوئی نذر لوٹا دیتے تھے۔ اس کے بجائے اگر کوئی غریب آپ کو کوئی ایک پیسہ یا دو پیسہ نذر کرتا تو آپ لے لیتے تھے۔ اور اسی وقت اس سے کھانے پینے کی کوئی چیز منگوا کر لوگوں میں بانٹ دیتے۔ وہ غریب مرید جب جانے لگتا رخصت ہونے کے لیے آپ کے پاس آتا تو آپ اس کو کچھ نہ کچھ پیسے دے دیتے۔ خاص طور پر جو لوگ آپ کے مرید نہیں ہوتے تھے تو سینکڑوں روپے بھی نذر کرتے تو آپ قبول نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ حویلی سے باہر نکل کر آئے تو ایک بوڑھی عورت آپ کا انتظار کر رہی تھی اس نے آپ سے کہا کہ تھوڑی دیر کھڑے رہو میں نذر تو کر لوں آپ ہنسنے لگے اس نے اپنے آنچل میں سے کھول کر ایک پیسہ نذر کیا آپ نے فوراً ہی اس کے چنے منگوا دیے۔ خود بھی کھائے اوروں کو بھی دیئے اور اپنے صاحبزادے محی الدین احمد صاحب کو دیتے ہوئے کہا کہ خود بھی کھاؤ اور اپنی والدہ کو بھی کھلاؤ۔ بڑھیا خوش ہوگئی اور دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔

۹۸۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا محرم کی دس تاریخ کو کربلا تشریف لے گئے۔ ایک طرف فرش بچھا ہوا تھا۔ آپ وہاں اپنے خیال میں خاموش بیٹھے تھے اور ننھے میاں صاحب لوگوں کو شربت پلا رہے تھے۔ اسی وقت اشفاق حسین صاحب جو بریلی کے مجسٹریٹ تھے اور انتظام دیکھنے کے لیے کربلا آئے اور سلام کر کے حضرت کے پاس بیٹھ گئے۔ کچھ دن پہلے ہی حضرت اورنگ آباد سے تشریف لائے تھے۔ اشفاق حسین پوچھنے لگے کہ اورنگ آباد کے سفر میں تو آپ نے بڑی بڑی سیریں کی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا کہ ڈپٹی صاحب میں اورنگ آباد سیر کرنے نہیں گیا تھا۔ میں عام طور پر تین وجھوں سے سفر کرتا ہوں۔ پہلا یہ کہ پیروں کے مزار پر فاتحہ پڑھنے جاتا ہوں۔ دوسرے شکار کے لیے کہیں چلا جاتا ہوں۔ تیسرے جب کوئی صاحب مجھے زبردستی کر کے بلاتے ہیں تو چلا جاتا ہوں۔ اورنگ آباد میں ریل سے اتر کر جس مکان میں میں ٹھہرا تھا سوائے اپنے سلسلے کے بزرگ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے اور کہیں نہیں گیا اور یہاں کربلا میں جو آیا ہوں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کربلا کے ساتھ کیسا درانگیز واقعہ گزرا تھا۔ ڈپٹی صاحب نے کہا کہ بے شک، پھر آپ نے فرمایا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ امام حسینؑ رسول اللہؐ کے نواسے تھے۔ آنحضرتؐ ان سے کیسی محبت کرتے تھے اور اآپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وہ حضرت علیؓ کے بیٹے تھے اور جناب سیدہ خاتون جنت کے بیٹے تھے۔ جس قسم کا واقعہ کربلا میں ان کے ساتھ ہوا تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان حضرات کو بھی کتنا صدمہ اور رنج ہوا ہوگا۔ ڈپٹی صاحب نے کہا کہ بے شک حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے آپ کو ان کا غلام مانتا ہوں اور اس رنج اور غم کی محفل میں یہاں شرکت کرنے یہاں آیا ہوں۔ کسی سیر یا تفریح کے لیے نہیں آیا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ اپنے جاننے والوں کے یہاں شادی اور غم میں شرکت کرتے ہیں تو

CamScanner

میں ایسی عظیم شخصیت پر غم کیوں نہ کروں یہ سب باتیں حضرت نے اتنے پر اثر انداز میں کہیں کہ ڈپٹی صاحب مان گئے اور ڈر بھی گئے کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت یہاں سیر کرنے آئے ہیں۔

۹۹۔ایک دن میر منور علی صاحب جو رام پور کے رہنے والے تھے۔اپنے ایک دوست کے ساتھ بریلی آئے ہوئے تھے۔اور خانقاہ شریف کے پاس ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔حضرت کے حویلی سے باہر آنے میں ابھی دیر تھی تو انہوں نے سوچا کہ چل کے مسجد میں نماز پڑھ آئیں۔نماز پڑھ کر نکلے تو بارش شروع ہوگئی تھی۔انہیں مسجد میں ہی بیٹھ کر بارش کے ختم ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔اس بیچ میں کسی بات پر بحث چھڑ گئی۔ ایک مسئلہ تھا جن کے بارے میں وہ دونوں الگ الگ رائے رکھتے تھے۔انھوں نے سوچا کہ جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو ان سے پوچھ لیں گے۔بارش رکنے کے بعد خانقاہ پہنچے تو وہاں حضرت تشریف رکھتے تھے۔ابھی جا کر بیٹھے ہی تھے کہ حضرت نے ان کی طرف دیکھ کر وہی مسئلہ جس کے بارے میں انہوں نے مسجد میں بیٹھ کر بحث کی تھی بیان فرما دیا اور انہیں پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑی۔

۱۰۰۔شیخ عبدالرزاق صاحب کا بیان ہے کہ جب میں انگریز سرکار میں نوکری کرتا تھا ایک مرتبہ مجھے چین کی سرحد پر میدان جنگ میں بھیجا گیا۔ جب ہماری فوجی ٹکڑی جزیرہ بیٹو میں پہنچی تو پایا کہ سمندر میں بہت زور کا طوفان آیا ہوا ہے۔۲۴ گھنٹے گزر گئے لیکن طوفان میں کوئی کمی نہیں تھی۔لگتا تھا کہ کسی بھی وقت جہاز ڈوب سکتا ہے۔میں نے حضرت کو یاد کرکے دعا کی کہ آپ اللہ سے دعا کریں اور ہمیں اس مصیبت سے بچالیں۔تبھی کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت تاج الاولیا اپنے کچھ پیروں کے ساتھ وہاں تشریف لائے اور ہماری ہمت بندھائی۔اس کے بعد میں سو گیا۔صبح دیکھا

کہ طوفان گزر چکا تھا اور ہم سب کی جان بچ گئی۔

۱۰۱۔ حضرت تاج الاولیا اپنے پیروں کی تو عزت کرتے ہی تھے بلکہ ان کے گھر والوں کی بھی عزت کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلوی چشتیؒ کے نواسے صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب جوانی کے زمانے تک اپنی دوسرے دلچسپیوں میں مشغول رہے اور عبادت اور ذکر کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ خود ان کے گدی نشین ہونے کا وقت آیا تو انہیں خیال آیا کہ اپنے نانا کے مریدوں اور خلیفاؤں سے کچھ تعلیم حاصل کر لی جائے۔ مولانا حضرت فخر پاک کے بہت سے مریدوں اور خلیفاؤں کے ہاں گئے تاکہ کچھ تعلیم حاصل کر لیں۔ جو ان کے نانا نے ان لوگوں کو دی تھی، لیکن کہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ آخر بریلی شریف آئے اور حضرت تاج الاولیا سے ملے۔ حضرت کو جب ان کے آنے کی خبر ملی تو ان کے ٹھہرنے کے لیے ایک مکان بہت اچھی طرح سے تیار کروایا۔ بہت ادب سے ان کا استقبال کیا اور خود خادموں کی طرح ان کی خدمت کے لیے موجود رہے۔ غلام نظام الدین صاحب نے اپنا مطلب بتایا اور بیعت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کو بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ آپ کے ہی در سے ملا ہے۔ لیکن وہ کسی طرح نہیں مانے تو آپ نے ان کو بیعت کیا لیکن اپنا ہاتھ نیچے اور ان کا ہاتھ اوپر رکھا ادب کی وجہ سے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے خانقاہ کی کوئی خدمت بتا دیجئے تاکہ میں یہاں رہ کر اپنی تعلیم پوری کرسکوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو خود آپ کے غلام ہیں آپ کو خدمت کی کیا ضرورت ہے۔ غرض آپ نے کچھ ہی دنوں میں دو گھنٹے روز ان کے ساتھ محنت کی پھر ان سے کہا کہ اب آپ دہلی چلے جائیے۔ چالیس دن گھر پر اکیلے میں رہئے گا اور کچھ وظیفے بتائے کہ انہیں پڑھتے رہئے گا۔ چالیس دن بعد جب

وہ باہر نکل کر آئے تو ان کی حالت ہی بدلی ہوئی تھی۔ بہت اونچا مقام حاصل کرلیا۔ یہ حضرت کا کرم تھا کہ اتنے کم وقت میں انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

۱۰۲۔ فرخ آباد کے رہنے والے ایک صاحب تھے جو حضرت تاج الاولیا کے خلیفہ کے مرید تھے۔ خلیفہ صاحب کے انتقال کے بعد وہ ایک مرتبہ حضور قبلہ کے عرس میں بریلی شریف آئے تھے وہ اپنا ایک قصہ بیان کرتے تھے کہ میرا جوانی کا زمانہ اور اس وقت تک میری شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن شیطان نے مجھے غلط کام کرنے کے لیے بہکایا۔ ایک آدھ دن میں نے اپنے پر کنٹرول رکھا لیکن جب برداشت نہیں ہوا تو طوائف کے کوٹھے کی طرف جا نکلا۔ شیطان نے ذہن پر ایسا جادو کیا تھا کہ جیسے شراب کے نشے میں ہوں اور مجھے کوئی ہوش نہ ہو۔ جب میں کوٹھے کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میرے پیر وہاں کھڑے ہوئے تھے جن کے انتقال کو کئی برس گزر چکے تھے۔ ان پر نظر پڑتے ہی میں شرم سے پسینے پسینے ہو گیا۔ نظریں جھک گئیں۔ شیطان نے جو ہوس کی آگ جلائی تھی وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں واپس لوٹ گیا اور اس کے بعد سے آج تک میرے دل میں کسی قسم کا کوئی غلط خیال نہیں آیا۔ سچ ہے کہ جو کامل پیر ہوتے ہیں وہ اپنے انتقال کے بعد بھی اپنے مریدوں کو بھٹکنے نہیں دیتے۔ اور ان کی مدد ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔

۱۰۳۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا نے اپنے مریدوں اور جاننے والوں سے فرمایا کہ ایک آفت آنے والی ہے۔ سب سے کہہ دو کہ ہر آدمی روزانہ اکتالیس بار نادِ علی پڑھ لیا کرے۔ آپ کے حکم کے مطابق سبھی لوگوں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ ٹھیک ایک مہینے کے بعد شہر میں طاعون (پلیگ) پھیلا اور اس کا زور ایسا بڑھا کہ سینکڑوں گھر کے گھر خالی ہو گئے۔ لیکن آپ کے مرید جنھوں نے آپ کے حکم پر عمل کیا

تھا وہ اور ان کے خاندان والے محفوظ رہے اور جنھوں نے ان کے حکم کو نہیں مانا تھا ان میں سے شاید کوئی بھی بچا تھا۔

۱۰۴۔ یعقوب علی کا بیان ہے کہ ایک زمانے میں مجھے دماغ کی کمزوری اتنی بڑھ گئی تھی کہ سر بھی نہیں ہلا جاتا تھا۔ چکروں کے مارے یہ حال تھا کہ ذرا سا ہلنے پر بھی ساری چیزیں ہلتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ سر اٹھانا بھی مشکل تھا۔ ایک دن حضرت تاج الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ سے دعا کیے لیے عرض کروں۔ آپ آرام فرما رہے تھے۔ میں نے کھڑے ہو کر پنکھا جھیلنا شروع کیا۔ کہاں تو یہ حال تھا کہ سر بھی نہیں ہلایا جاتا تھا اور کہاں میں بہت دیر تک آپ کو پنکھا جھلتا رہا اور کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ میں دعا کے لیے عرض بھی نہیں کر پایا۔ صرف تھوڑی سی خدمت کا اثر یہ ہوا کہ سر کا درد، چکر اور کمزوری سب جاتی رہی اور اس دن کے بعد سے یہ شکایت نہیں ہوئی۔

۱۰۵۔ شاہ آباد ہردوئی کے رہنے والے ایک صاحب اپنا ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ رسول اللہؐ کی بہت بڑی مجلس جمی ہوئی ہے۔ بہت سے لوگ ادب سے سر جھکائے بیٹھے ہیں اور ایک صاحب صف کے آخر میں بیٹھے تھے ان کی ٹوپی اور لباس سنہرے رنگ کا تھا اور انھوں نے ایک دُولائی اوڑھ رکھی تھی وہ بھی سنہری تھی۔ میں نے ان سے جا کے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اللہ کے بندے میں ایک آدمی ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ نظام الدین حسین۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا مکان کہاں ہے انھوں نے فرمایا بریلی۔ میں نے پوچھا کہ آپ زندہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں ابھی تو زندہ ہوں۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ جاگنے کے بعد مجھے بے چینی ہوئی کہ میں کسی طرح بریلی پہنچوں اور ان صاحب کا پتہ لگاؤں۔ میں اسی وقت روانہ ہو گیا۔ صبح شاہ

CamScanner

جہاں پور پہنچا۔ وہاں لوگوں سے پوچھا کہ کیا اس نام کے صاحب بریلی میں رہتے ہیں۔لوگوں نے بتایا کہ شاہ نیاز احمد صاحب کے صاحبزادے ہیں جو بریلی میں محلّہ خواجہ قطب میں رہتے ہیں۔ میں بریلی آیا۔ خانقاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت ایک مونڈے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ صورت شکل اور لباس تو ویسا ہی ہے جیسا میں نے خواب میں دیکھا تھا۔لیکن دولائی ویسی نہیں ہے۔ میں نے قریب جا کر سلام کیا۔حضرت نے کھڑے ہو کر جواب دیا اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں میں ابھی آتا ہوں۔ میں وہیں خانقاہ کے صحن میں ٹہلنے لگا۔حضرت واپس آئے تو وہی دولائی اوڑھ رکھی تھی جو میں خواب میں دیکھی تھی۔ آہستہ سے جھک کر میرے کان میں کہا کہ اب تو کوئی شک باقی نہیں ہے۔ پھر مجھے تاکید کی کہ یہ بات کسی کو مت بتانا۔ میں تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس چلا آیا لیکن زندگی بھر کے لیے آپ کا غلام ہو گیا۔

۱۰۶۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ مصر کے قاضی صاحب اور وہاں کی مسجد کے امام صاحب کو مصر میں حضرت نے تاج الاولیا نے مرید کیا تھا۔اور اپنی ٹوپی اور رومال تبرک کے طور پر ان کو دی تھی۔ جس کی وہ ہر سال عید کے دن لوگوں کو زیارت کرواتے تھے۔ اس سے متعلق ایک صاحب کا واقعہ بھی پہلے لکھا جا چکا ہے جنھوں نے اپنی آنکھوں سے اس ٹوپی اور رومال کی زیارت کی تھی۔ حالانکہ جسمانی طور پر حضرت نہ کبھی مصر گئے اور نہ ہندوستان سے باہر کسی ملک میں تشریف لے گئے۔

۱۰۷۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا شکار کے لیے بریلی سے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ دوسرے خادموں کے علاوہ آپ کے دو مرید شاہ میاں اور تفضّل حسین بھی ساتھ تھے۔ سید شاہ اپنی خدمت کے لیے ایک لڑکا بھی ساتھ میں لائے تھے۔ راستے میں اس لڑکے کو ہیضہ (کولرا) ہو گیا۔ سرسہ نام کی جگہ پر یہ لوگ رکے اور لڑکے کا

علاج کروانے لگے۔ حضرت کچھ لوگوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر دریا پر تشریف لے گئے۔ صبح کے دس بجے کے قریب وہ لڑکا مر گیا۔ گیارہ بجے حضرت واپس آئے تو پوچھا کہ لڑکے کا کیا حال ہے۔ سید شاہ نے روتے ہوئے کہا کہ اسے مرے ہوئے تو ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا نہیں صاحب، سید شاہ صاحب نے کہا کہ اس کی تو نبض بھی نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہیضے میں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی نبض جاتی رہتی ہے۔ سید شاہ نے کہا کہ حضور وہ تو سر سے پاؤں تک ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب ہیضے میں جسم بھی ٹھنڈا ہو جاتا ہے یہ کہہ کر آپ گھوڑے سے اترے اور لڑکے کے قریب جا کر اس کے منہ سے کپڑا اٹھایا۔ دو تین منٹ تک اسے دیکھتے رہے۔ پھر آواز دی سید شاہ یہاں آؤ دیکھو اس کی تو سانس چل رہی ہے۔ اب جو انھوں نے غور سے دیکھا تو واقعی لڑکا سانس لے رہا تھا۔ سید شاہ بولے کہ یہ تو زبردستی ہے یہ تو آپ ہم کو بہلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں صاحب تم نے صحیح طرح سے دیکھا نہیں تھا۔ اس کے لیے کھچڑی پکواؤ اور کھچڑی کھلاؤ۔ کھچڑی اتفاق سے تیار ہی تھی اسے کھلائی گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور بالکل ٹھیک ہو گیا۔

۱۰۸۔ انہی سید شاہ کا ایک اور بھی واقعہ ہے۔ سید شاہ صاحب کو ڈپتھریا ہو گیا تھا یہ گلے کی بیماری ہوتی ہے۔ اگر وقت پر علاج نہ ہو تو آدمی مر جاتا ہے۔ سید شاہ کو تین دن ہو چکے تھے اور حلق سے کوئی چیز نہیں اتر رہی تھی۔ اتفاق سے حضرت تاج الاولیا اس زمانے میں رام پور آئے ہوئے تھے اور اس دن آپ کی واپسی تھی۔ آپ نے کہا کہ سید شاہ ہمارے ساتھ اسٹیشن چلو۔ سید شاہ کی حالت خراب تھی، لیکن ان کو اسٹیشن لے جایا گیا۔ آپ نے اس اسٹیشن سے حلوا سوہن خریدا اور سید شاہ کو دے کر کہا کہ اسے کھاؤ۔ انھوں نے کہا کہ حلق سے پانی کی بوند تو اتر نہیں رہی ہے حلوہ سوہن

CamScanner

کیسے کھاؤ گا۔آپ نے فرمایا کہ ایک ٹکڑا منہ میں رکھ لو گھل گھل کر پیٹ میں چلا جائے گا۔سید شاہ نے کہا کہ ڈیتھتریا میں گھی اور میٹھا دونوں منع ہیں۔لیکن آپ کے حکم کے کے مطابق حلوا سون کا ٹکڑا منہ میں رکھ دیا گیا اور حضرت نے انہیں اپنے ساتھ ٹرین میں سوار کروالیا۔جب تک اگلا اسٹیشن آیا سید شاہ سوگرام کے قریب حلوا کھا چکے تھے۔ گھر پہنچ کر کھانا آیا۔حضرت نے فرمایا کہ سید شاہ کھانا کھالو۔سید شاہ حضرت کے ساتھ بچپن کے کھیلے ہوئے تھے اور بہت بے تکلف تھے۔کہنے لگے کہ اچھی زبردستی ہے پہلے تو حلوا سوہن کھلوادیا اور اب کھانا کھانے کو کہہ رہے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ تم اپنی حکمت سے باز نہیں آؤ گے۔میاں کوشش تو کرو نہ کھایا جائے تو صبر کر لینا۔آپ نے زردے کی پلیٹ ان کے سامنے کردی۔انھوں نے کھانا شروع کیا اور پوری پلیٹ کھا گئے۔آپ نے فرمایا جاؤ اب سو جاؤ۔شام کے قریب سوکر اٹھے تو بالکل تندرست تھے۔ڈیتھتریا کا کوئی اثر نہیں تھا۔

کچھ سال کے بعد سید شاہ صاحب کو بہت سخت ڈیتھتریا ہوا۔بہت کمزور ہوگئے تھے یہاں تک کہ بغیر سہارے کے اٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔اس زمانے میں وہ بریلی میں ہی تھے۔ایک دن حضرت نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ سید شاہ ہمارے دوست ہیں۔بیمار ہیں۔چلو انہیں دیکھ آئیں۔اور ہوسکے تو انہیں اچھا کر آئیں۔جب ان کے گھر پہنچے تو ان کے بیٹے نے ان کو ان کے کمرے میں پہنچا دیا۔ سید شاہ بے ہوش پڑے تھے۔ان کے بیٹے نے انہیں ہاتھ پکڑ کر ہلایا اور حضرت کے آنے کی اطلاع دی۔انھوں نے آنکھ کھول کر اشارے سے سلام کیا اور پھر بے ہوش ہوگئے۔حضرت تھوڑی دیر تک ان کو دیکھتے رہے۔پھر صاحبزادے سے فرمایا کہ چلو گھر چلیں۔سید شاہ اچھے ہوگئے۔اگلے دن شام کو کیا دیکھتے ہیں کہ سید شاہ اایکہ میں

بیٹھے ہوئے چلے آرہے ہیں۔اپنے پاؤں سے چل کر حضرت کے پاس آئے۔حضرت نے فرمایا کہ الحمداللہ، اللہ کاشکر ہے کہ آپ ٹھیک ہو گئے۔سید شاہ یہ بتایئے کہ آپ پر کیا گذری۔سید شاہ نے بتایا کہ بے ہوشی کی حالت میں، میں نے دیکھا کہ آسمان پر ایک سجا ہوا تخت میری طرف اڑتا ہوا آرہا ہے۔تھوڑی دیر پر وہ تخت میرے مکان پر رکا۔ اس تخت کے چاروں طرف نور اور روشنی کا ایک ہالا بنا ہوا تھا۔میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں، ایک آواز آئی کہ یہ خاتون جنت کی سواری ہے۔وہ تخت اڑتا ہوا مغرب کی سمت چلا گیا اور میری آنکھ کھل گئی۔کھانسی آئی اور منہ سے جیسے وہ پوری بیماری الٹی کی شکل میں نکل گئی اور میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔

۱۰۹۔بمبئی کے رہنے والے احمد میاں چھٹانی جو میمن خاندان سے تھے۔وہ بتاتے تھے کہ جب میری عمر پندرہ سال کی تھی تو میں غلط صحبت میں پڑ گیا تھا۔جتنی برائیاں نوجوانوں میں ہوسکتی ہیں وہ مجھ میں موجود تھیں۔میرے باپ اور دادا حضرت کے مرید تھے۔ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیا بمبئی تشریف لائے۔میرے باپ اور دادا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔واپس آکر مجھ سے حضرت کی اتنی تعریف کی کہ میں بیان نہیں کرسکتا اور مجھ سے کہا کہ چلو ہم تمہیں بھی حضرت کی غلامی میں داخل کرا آئیں۔میں نے منع کر دیا۔انھوں نے دوبارہ کہا میں نے کہا کہ میں کسی کا مرید نہیں ہوتا۔غصے میں آکر میرے والد مجھے مارنے کے لیے دوڑے اور میں ڈر کے مارے ان کے ساتھ گیا اور ان کی زبردستی سے میں ان کا مرید ہو گیا۔لیکن مرید ہوتے ہی میری کچھ ایسی حالت ہوئی کہ جتنی بھی میری بری عادتیں تھیں وہ سب چھوٹ گئیں۔ اور میری شخصیت ہی بدل گئی۔اس کے بعد حضور قبلہ کے عرس میں مجھے خود ہی بریلی جانے کا شوق پیدا ہوا۔میں کچھ دن خانقاہ میں رکا۔حضرت تاج الاولیا نے مجھے کچھ

وظیفہ پڑھنے کو بتایا جسے پڑھنے سے میرے دل کو سکون ہو گیا۔ میرے اندر ایسا سکون تھا کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ اس وقت سے لے کر اس وظیفے کی ایسی عادت پڑ گئی کہ کبھی ناغہ نہیں ہوتا۔

۱۱۰۔ محمد فائق صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور ایک آدمی کے بیچ میں ایک مقدمہ چل رہا تھا۔ اس مقدمے میں میرے جیتنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ میں روز رات کو دل میں حضرت کا تصور کر کے دعا کے لیے کہتا اور دن میں آپ کو خط لکھتا۔ ایک رات سو رہا تھا کہ اسی حالت میں، میں نے خواب دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ تم بار بار اس مقدمے میں کیوں درخواست کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ حضور یہ میری عزت کا معاملہ ہے۔ یہ آپ کو کرنا ہی ہوگا۔ میری بات سن کر حضرت کو ایک جوش پیدا ہوا اور آپ نے فرمایا کہ تم مقدمہ جیت جاؤ گے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ حضرت کے کہنے کا ایسا اثر ہوا کہ چند ہی دنوں بعد اس مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور میں جیت گیا۔

جس آدمی کے خلاف میں مقدمہ لڑ کر جیتا تھا اس کی دوستی ایک بزنس مین سے تھی جو بہت پیسے والا تھا۔ مقدمے میں وہ میرے خلاف اس کی مدد کرتا رہا تھا۔ لیکن جب میں جیت گیا تو وہ میرا دشمن بن گیا۔ طرح طرح سے مجھے پریشان کرنے لگا اور مجھے تکلیفیں دینے لگا۔ مجبور ہو کر میں نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا اور سارا حال بیان کیا۔ آپ نے مجھے ۱۴۱ / بار پڑھنے کے لیے ایک وظیفہ بتایا۔ میں نے وہ پڑھنا شروع کیا۔ اللہ کا ایسا کرم ہوا کہ اس بزنس مین کا سارا کاروبار ڈوب گیا۔ پیسہ عزت جو بھی کچھ تھا سب جاتا رہا۔ یہاں تک کہ مکان بھی بک گیا اور وہ بمبئی چھوڑ کر کہیں بھاگ گیا۔ سچ ہے کہ اللہ والوں کے غلاموں کو بھی کوئی ستاتا ہے تو اس کا انجام خراب ہوتا ہے۔

مولوی محمد فائق صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دس لاکھ روپے کا مال

CS CamScanner

کاروبار کے لیے خریدا۔ جس کام کے لیے مال خریدا تھا وہ کام بھی نہیں ہوا اور کچھ ہی دنوں میں بازار کا بھاؤ اتنا گر گیا کہ اگر میں اس مال کو بیچتا تو بھی لاکھوں کا نقصان ہوتا۔ میرے دن رات بے حد پریشانی میں کٹ رہے تھے۔ ایک رات حضرت کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اتنے پریشان کیوں ہو۔ میں نے سارا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا مال فائدے کے ساتھ بکے گا۔ کچھ ہی دنوں میں بازار کی حالت سدھر گئی۔ اور میرا مال جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا فائدے کے ساتھ بک گیا۔

مولوی صاحب ایک اور واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بہت زیادہ بیمار ہوا۔ بہت علاج ہوا لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ ایک دن طبیعت بہت خراب تھی میں حضرت کا خیال کر کے سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو آدمی آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ ہم تمہاری جان نکالنے کے لیے آئے ہیں۔ اس وقت مجھے بہت ڈر لگا۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک نورانی روشنی پیدا ہوئی اور اس روشنی سے ان دونوں آدمیوں کو کوئی پیغام دیا گیا۔ وہ دونوں لوگ مجھ سے کہنے لگے کہ تمہارے پیر کا تم پر بہت کرم ہے۔ انہیں تم سے کوئی کام لینا ہے۔ اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ تم ابھی اسی دنیا میں رہو۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ جب میں نیند سے جاگا تو مجھے محسوس ہوا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بیماری کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔

۱۱۱۔ ہاشم میاں بمبئی والے کا بیان ہے کہ زنگاری محلے میں ایک چار منزل کا مکان بنا ہوا تھا جو اتنی بری حالت میں تھا کہ ڈر لگتا تھا کہ ہاتھ بھی لگائیں گے تو مکان گر جائے گا۔ کوئی اس مکان کو خریدنے کے لیے راضی نہیں تھا۔ میں نے آدھی قیمت میں اس لیے خرید لیا کیونکہ نیچے میری دوکان تھی۔ وہ جگہ اتنے موقعے کی تھی کہ دوکان داری اچھی چلتی تھی۔ اس کے علاوہ کوئی اور دوکان اس محلے میں خالی نہیں تھی۔ خریدنے کے

بعد میں نے سرکاری اجازت کے بغیر اس مکان کی مرمت کرانی شروع کردی اور گلی کی طرف تھوڑا آگے بھی بڑھا لیا۔ کسی نے اس کی رپورٹ کروادی اور میونسپلٹی کے آفسر جانچ کرنے کے لیے آگئے۔ انہوں نے دیکھ بھال کر اپنی رپورٹ تیار کی اور چلے گئے۔ میں بہت ڈرا ہوا تھا کیونکہ عام طور پر میونسپلٹی والے پورا مکان کھدوا دیتے تھے۔ اسی حالت میں ایک رات سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ننھے میاں کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ حضرت کے ہاتھ میں پانی کا ایک نلکا ہے اور ننھے میاں صاحب اس نلکے کو پکڑے ہوئے کھڑے ہیں اور حضرت پانی سے میرے گھر پر چھڑکاؤ کر رہے ہیں۔ میں نے ننھے میاں صاحب سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تمہارے گھر میں آگ لگی تھی حضرت نے بجھا دی سو کر اٹھا تو میرے دل کو بہت اطمینان تھا کہ میرے گھر کو اب کچھ نہیں ہوگا۔ اللہ کا ایسا کرم ہوا کہ نہ پھر کوئی میونسپلٹی والا آیا اور نہ میرے گھر کو کوئی نقصان پہنچا۔

ہاشم صاحب بتاتے ہیں کہ بمبئی میں ایک مرتبہ طاعون (پلیگ) بہت بری طرح پھیلا کہ گھر کے گھر صاف ہوگئے۔ میری بیوی کو یہ بیماری لگ گئی۔ میں اسے دیکھنے گیا اس کی نبض دیکھی تو مجھے بھی یہ بیماری لگ گئی۔ ہم دونوں ہی بیمار پڑ گئے۔ میرے ملنے والے دو لوگ مجھے دیکھنے آئے وہ دونوں بھی بیمار ہوئے اور دو دن کے اندر ہی انتقال کر گئے۔ اب یہ حالت تھی کہ کوئی دیکھنے والا بھی نہیں تھا۔ ایک صاحب نصرت میرے منشی تھے انھوں نے میری حالت کا تار حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ ڈاکٹری اور یونانی علاج چلتا رہا مگر میری حالت دن بہ دن خراب ہوتی گئی۔ جب میرے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی تو منشی نصرت نے تار میں میری حالت لکھ کر بھیجی۔ جس وقت وہ تار ملا تو حضرت اپنے پیر حضرت نیاز بے نیاز کے آستانے میں بیٹھے

تھے۔ ننھے میاں صاحب نے تار لے جا کر سنایا اور کہا کہ اپنی زبان سے فرمادیں کہ ہاشم بچ جائے گا۔ حضرت نے تار سے ہی میری حالت معلوم کروائی۔ منشی صاحب نے جواب دیا کہ بے ہوش ہیں اور سانس بہت تیز چل رہی ہے۔ حضرت نے تار دلوایا کہ پریشان نہ ہو، ٹھیک ہو جائیں گے۔ غرض پندرہ سولہ دن زندگی اور موت کی حالت چلتی رہی پھر میری اور میری بیوی کی حالت سدھرنی شروع ہوئی اور پندرہویں دن بالکل ٹھیک ہو گئے۔ اچھے ہونے کے بعد میں بریلی گیا۔ حضرت نے میرا حال پوچھا اور دوسرے لوگوں نے بتایا کہ کس طرح ننھے میاں کے کہنے پر حضرت نے تمہارے لیے دعا فرمائی تھی۔

۱۱۲۔ حافظ غلام نظام الدین جو حضرت قطب صاحبؒ کے صاحبزادے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت میں بریلی شریف میں حاضر تھا۔ اس وقت خانقاہ شریف میں میرے اور حضرت تاج الاولیاؒ کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ میں آنکھیں بند کیے سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب میں نے سر اٹھا کر آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ جہاں حضرت تشریف رکھتے تھے وہاں سوائے نور کے ایک ہیولے کے کچھ نہیں تھا۔

۱۱۳۔ ان ہی غلام نظام الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں رامپور میں تھا۔ نواب کلب علی خان کسی بات پر مجھ سے ناخوش ہو گئے اور میرے رامپور سے باہر جانے پر روک لگا دی تھی ۔ میں بہت پریشان تھا۔ ایک رات سخت پریشانی کی حالت میں بیٹھا تھا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ دکھ کے مارے میرے منہ سے آہ نکل گئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تاج الاولیاؒ شریف لائے اور فرمایا کہ ”گھبراتا کویں ہے؟“ پھر مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ میں حیران رہ گیا کیونکہ اس وقت حضرت بریلی

شریف میں تھے۔ اس بات کے دو یا تین دن کے بعد نواب کلب علی خاں نے مجھے دربار میں بلایا۔ سو روپیہ بخشش دی اور مجھے جانے کی بھی اجازت دے دی۔

حضور قبلہ نیاز بے نیاز نے سچ فرمایا ہے:

''اے طالبان اے طالبان من باشما ہر جاستم''

(معنی: اے مانگنے والے اے مانگنے والے میں تیرے ساتھ ہر جگہ ہوں)

۱۱۴۔ سید حفیظ حسین صاحب جو حضرت محبوب الٰہیؒ کی بہن کی اولاد میں سے تھے ان کا کہنا ہے کہ ایک دن میں حضرت تاج الاولیاءؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت ایک مرد اور ایک عورت اپنے چھوٹے سے بچے کو لے کر آئے۔ عورت بے حد پریشان تھی اور رو رہی تھی۔ ویدوں اور حکیموں نے جواب دے دیا تھا کہ اس کا بیمار بچہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ حقیقت ہے دیکھنے میں معلوم ہوتا تھا کہ بچے کے جسم میں جان ہے دیکھنے میں معلوم ہوتا تھا کہ بچے کے جسم میں جان ہی نہیں ہے۔ حضرت کچھ دیر تک خاموش رہے جب وہ عورت بہت زیادہ روئی دھوئی تو آپ نے فرمایا کہ حضور قبلہ کے مزار مبارک کے پاس چبوترے پر اسے ڈال دو۔ تھوڑی دیر تک بچہ اسی طرح بنا ملے جلے پڑا رہا۔ پھر خدا کی شان کہ ہلنے لگا۔ اس نے پیشاب کر دیا اور رونے لگا۔ حضرت کے مریدوں نے عورت سے کہا کہ بچے کو اٹھالے اور گھر لے جائے۔ یہ ایسی کھلی ہوئی کرامت تھی جسے وہاں موجود سب ہی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

۱۱۵۔ سید قربان شاہ جو حضرت کے پرانے مرید اور خلیفہ تھے ان کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت تاج الاولیاء کی خدمت میں حاضری دینے کے ارادے سے اپنے ملک سے پیدل روانہ ہوئے سخت ٹھنڈا اور پہاڑی راستہ تھا۔ کھ دن کے سفر کے بعد جب کوتل ہندوکش کے پہاڑی برفیلے علاقے میں پہنچے تو ایک رات بہت زبردست آندھی

اور برف کا طوفان آیا ۔ آندھی اتنی تیز تھی کہ اس نے انہیں اٹھا کر نہ جانے کہاں ڈال دیا۔ رات کا وقت تھا اور برف گر رہی تھی۔ صبح جب انہین ہوش آیا تو ان کے اوپر برف بھی ہوئی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے برف ہٹا کر اٹھے۔ ٹھنڈ کی وجہ سے ہاتھ پاؤں سن ہو رہے تھے، لگتا تھا کہ جسم میں خون جم گیا تھا۔ بڑی مشکل سے جدھر منہ اٹھا چلنا شروع کر دیا۔ ذرا دور پر ایک بستی نظر آئی۔ وہاں کے لوگوں نے جب انہیں اس پہاڑی کی طرف آتے دیکھا تو فوراً اپنے گھر لے گئے اور ان کی بہت خاطر مدارات کی۔ لوگ کہتے تھے کہ تو یقیناً کوئی اللہ کا ولی ہے۔ ورنہ اس پہاڑی سے آج تک کوئی زندہ نہیں آیا ہے اور ادھر تو کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔'' انہوں نے کہا ''یہ سب میرے پیر کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔'' سب لوگ ان کے پیر کی بڑائی مان گئے اور ان کی تعریف کرنے لگے۔ وہ ایک مہینے کے قریب وہاں رہے۔ بالکل ٹھیک ہونے کے بعد بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے حضرت نے فرمایا ''اس بار تم کو بڑی تکلیف ہوئی۔'' انھوں نے عرض کیا حضور جب آپ ہمارے ساتھ ہوں تو ہم کو کوئی تکلیف نہیں ہوسکتی۔''

۱۱۶۔ منشی امام الدین کے بیٹے وزیر محمد صاحب نے اپنا یہ قصہ بتایا ہے کہ حضرت تاج الاولیاءؒ ایک مرتبہ ایک شادی میں رامپور تشریف لے گئے تھے۔ وہاں میرے والد امام الدین صاحب میرے چھوٹے بھائی عزیز محمد کو حضرت کی خدمت میں لائے اور عرض کی اکہ اس کے پیٹ میں اکثر مہینہ دو مہینے میں درد اٹھتا ہے۔ بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ کئی دن تک درد رہتا ہے۔ کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا بلکہ جتنی دوا دی جاتی ہے اتنا ہی درد بڑھتا ہے۔ پھر اپنے آپ ہی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ حضرت نے ان کے پیٹ کو دیکھا اور پوچھا بتاؤ درد کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کدھر جاتا

ہے۔ وہ جہاں جہاں بتاتے رہے، حضرت اپنی انگلیوں سے چھوتے گئے۔ پھر دو دوائیں بتائیں کہ آدھے مہینے ایک دوا کھائیں اور آدھے مہینے دوسری۔ وہ دوائیں تو ان کو یاد نہیں رہیں لیکن حضرت کا پیٹ کو ہاتھ لگانا اور زبان سے فرمانا ہی کافی تھا۔ عزیز محمد کے پیٹ میں پھر کبھی درد نہیں ہوا۔

۱۱۷۔ وزیر محمد صاحب خود اپنا واقعہ بھی بیان کرتے تھے کہ مجھے گردے کے درد کی بہت تکلیف تھی اور میں بہت پریشان تھا۔ کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں میں والد صاحب کے ساتھ حضور قبلہ حضرت نیاز بے نیازؒ کے عرس میں حاضر ہوا۔ والد صاحب نے میرے درد کا حال بیان کیا۔

حضرت نے فرمایا ''جس وقت درد اٹھا کرے ''عقر قرعا'' (ایک جڑی بوٹی کا نام) جو کے برابر منہ میں رکھ لیں اور چوستے رہیں جب تک تھوڑا سا بھی درد رہے درد ختم ہو جائے گا۔ ہلکی تکلیف رہے تو ہر روز گاجر کے بیج ۷ گرام اور خربوزے کے چھلکے ۷ گرام دونوں کو پانی میں پیس کر اور چھان کر تھوڑی سی مسری ملا کر پی لیا کریں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ ''میٹھا خربوزہ بھی گردے کے درد کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ سردی کے موسم میں خربوزہ تو نہیں ملتا سردہ مل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''میاں وہ بھی خربوزہ ہی ہوتا ہے۔ اس کو کھا سے بھی فائدہ ہوگا۔''

پھر آپ نے فرمایا ''آم کے موسم میں کسی بھی درخت کے میٹھے آم لے کر اچھی طرح دھولیں تاکہ چیپ اور دھول مٹی صاف ہو جائے پھر اس کی بونڈی (آم کے منہ پر جو ڈال کا ٹکڑا رہ جاتا ہے) نکال کر کسی برتن میں ڈال دیں اور تھوڑا پانی ڈال کر ڈھکن بند کر کے پریشر کوکر میں پکائیں۔ ٹھنڈا ہونے کے بعد ان کا رس نکال لیں۔ تھوڑی پسی ہوئی مسری ملا کر بوتلوں میں بھر کر رکھ لیں۔ ہر روز ۱۰۰ گرام سے شروع کر

کے تھوڑا تھوڑا بڑھاتے جائیں اور آدھا لیٹر تک بڑھا دیں۔ تین مہینے تک پئیں۔ گردے کا درد کبھی نہیں ہوگا۔"

وزیر محمد صاحب کا کہنا تھا کہ جس دن سے حضرت نے دوا بتائی تھی، آپ کی زبان سے کہنا ہی کافی تھا، پھر کبھی مجھے گردے کے درد کی تکلیف نہیں ہوئی۔ شاید حضرت نے یہ دوا، اور لوگوں کے فائدے کے لیے بھی بتائی تھی۔ میں برسوں گردے کے درد کے مریضوں کو یہ دوائیں بتاتا رہا اور سب کو اس سے فائدہ ہوا۔ سچ ہے کہ:

"مردانِ خدا، خدا نہ باشد
لیکن ز خدا جدا نہ باشد"

مطلب

اللہ کے ولی خدا نہیں ہیں
لیکن خدا سے وہ جدا نہیں ہیں

۱۱۸۔ وزیر محمد صاحب کا تیسرا واقعہ: وزیر محمد صاحب بتاتے تھے کہ ایک بار میں اور میرا چھوٹا بھائی امیر محمد والد صاحب کے ساتھ حضور قبلہؒ کے عرس میں حاضر ہوئے۔ امیر محمد اپنے دل میں ارادہ کر کے آیا تھا کہ اب کے حضرت تاج الاولیاءؒ سے دو باتیں ضرور پوچھوں گا۔ ایک نادعلی کے بارے میں اور دوسرے درود تاج کے بارے میں۔ لیکن عرس میں بھیڑ اتنی تھی کہ حضرت کے پاس جا کر عرض کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ آخر ایک دن حضرت نے محمد فائق صاحب کو بلا کر کہا کہ فلاں کتاب نکالو اور کسی جنگ کا نام لیا کہ اس کے ورق کھولو۔" محمد فائق صاحب کافی دیر ڈھونڈتے رہے لیکن وہ واقعہ نہیں ملا تو حضرت نے ان کے ہاتھ سے کتاب لے کر ایک صفحہ کھولا اور فرمایا "دیکھو یہ تو نہیں ہے۔" دیکھا تو وہی صفحہ تھا۔ آپ نے امیر محمد سے کہا "میاں یہ واقعہ

ہے نادِعلی شریف کے نازل ہونے کا"۔ پھر فرمایا "لوگ جو پڑھتے ہیں وہ غلط ہے۔ اصلی نادِعلی شریف یہ ہے "**نادِ علینا مظهر العجائب تجدعونا لك فی النوائب كل همم سیجلی بولایتك یا علی یا علی یاعلی**۔ پھر اس کے بعد درودتاج جہاں تک اصل ہے وہاں تک پڑھا اور فرمایا کہ "میاں اس میں جس شخص نے جو اضافہ کیا ہے، بہت ہی موزوں اور مناسب ہے۔"

۱۱۹۔ وزیر محمد صاحب کا ایک اور واقعہ ہے جو انھوں نے بتایا تھا کہ:

کئی سال پہلے کی بات ہے جب حضرت تاج الاولیاءؒ دنیا میں تشریف رکھتے تھے، ایک بار میں بریلی شریف حاضر ہوا۔ حضرت آرام کرنے کے لیے حویلی میں تشریف لے جاچکے تھے۔ آپ کے صاحب زادے حضرت شاہ محی الدین احمد ننھے میاں صاحب خانقاہ شریف میں موجود تھے۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد انھوں نے فرمایا کہ ملا محمدی شاہ صاحب جو حضرت کے خلیفہ تھے۔ انھوں نے کئی حج کیے تھے۔ ایک بار جب وہ حج کرنے گئے ہوئے تھے تب کا واقعہ ہے کہ ایک عرب روضہ انور کے باہر ریاض الجنہ میں بیٹھے عبادت کررہے تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ وہاں زمین میں سے پانی کی ایک بوند باہر نکلی۔ انھوں نے پانی کو چوس لیا۔ پھر برابر بوندیں نکلنے لگیں۔ پہلے تو وہ چوستے رہے پھر کسی کو بتائے بغیر باہر گئے اور ایک چھوٹی بوتل بازار سے لے آئے۔ پانی کی بوندیں نکلتی رہیں اور وہ بوتل میں جمع کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بوتل یا شیشی بھر گئی۔ اسے بند کر کے انھوں نے جیب میں رکھ لیا اور بوندیں نکلتی رہیں اور وہ چوستے گئے۔ تب ہی اور لوگوں نے بھی انہیں ایسا کرتے دیکھا اور تھوڑی دیر میں وہاں لوگوں کی بھیڑ اکٹھی ہوگئی۔ اس رات ان عرب صاحب نے خواب میں رسول اللہ کی زیارت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اس شیشی کو ملا محمدی خراسانی کو

CamScanner

دے دو کہ وہ ہماری طرف سے اپنے پیرو کو دے دیں۔'' (وہ حوضِ کوثر کا پانی تھا۔)

اگلی صبح وہ عرب صاحب حاجیوں کی بھیڑ میں جا کر ملا محمدی خراسانی کی آواز لگاتے رہے۔ کئی دن گزر گئے کہ وہ ملا محمدی خراسانی صاحب کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے رہے۔ آخر جب ملا محمد صاحب خراسانی نے دیکھا کہ اس بھیڑ میں ان کے سوا اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے تو وہ عرب صاحب کے پاس آئے اور اپنا نام بتایا اور بتایا کہ میں ہی خراسان کا رہنے والا ہوں۔ عرب صاحب نے پوچھا کہ کیا آپ کے کوئی پیر ہیں۔ رسول اللہؐ نے یہ شیشی ان کو دینے کا حکم دیا ہے۔'' شیشی لے کر ملا محمد صاحب جب حج سے واپس ہوئے تو بریلی شریف حاضری دی اور وہ شیشی حضرت تاج الاولیا کو پیش کی۔ حضرت پر ایک کیفیت طاری رہی۔ پھر آپ نے اس شیشی میں سے ایک ایک بوند بریلی سے مراد آباد تک سارے مریدوں کو عطا کی۔

۱۲۰۔ جے چند بہادر جو فتح پور ہنسوہ کے رہنے والے تھے انھوں نے جولائی 1911ء میں کچھ واقعات بتائے جو انہیں پیش آئے تھے اور جن میں حضرت تاج الاولیاء کی کرامتوں کا ذکر ہے۔

(ا) جے چند بہادر نے بتایا کہ ایک بار میں اپنے والد صاحب کے ساتھ خانقاہ شریف میں حاضر ہوا عرس کا زمانہ تھا۔ ہمارے ساتھ میرے سوتیلے بھائی اقبال بہادر بھی تھے۔ وہ بھی حضرت کے مرید تھے۔ انہیں بہت دنوں سے دمہ (Asthema) کا مرض تھا۔ اتفاق سے بریلی شریف میں ان کو دمے کا دورہ پڑ گیا اور اتنا خراب دورہ تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے جا کر حضرت سے ان کا حال بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا ''ایک پیسے کی گاجریں منگوالو''۔ فوراً منگائی گئیں۔ آپ نے فرمایا ''انہیں کاٹ لو اور ایک ایک ٹکرا کھلاتے رہو''۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ گاجر تو

ٹھنڈی ہوتی ہے۔اس سے تو سانس اور بگڑ جائے گی۔''

آپ نے فرمایا'' دیکھا جائے گا۔''

میں نے جا کر انہیں گاجر کے ٹکڑے کھلانے شروع کیے۔صرف چار ٹکڑے کھائے تھے کہ ان کی حالت میں سدھار آ گیا۔اور وہ ٹھیک طرح سے سانس لینے لگے۔حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔حضرت نے فرمایا'' میاں کیسے ہو؟'' انھوں نے عرض کیا'' صرف چار ٹکڑے کھانے سے سانس ٹھیک ہو گئی۔''

آپ نے فرمایا'' اور ہیں؟''

میں نے عرض کیا'' ہیں''۔

آپ نے فرمایا'' وہ بھی کھلا دو''۔

وہیں بیٹھے بیٹھے انہوں نے وہ بھی کھالیں اور بالکل ٹھیک ہو گئے۔سب کچھ بد پرہیزی کی لیکن دورہ نہیں پڑا۔لوگ اس کرامت کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے۔

۱۲۱۔محمد مظہر میاں بخاری جو فتح پور کے رہنے والے تھے۔انھوں نے بھی اپنے ساتھ ہونے والے کئی واقعات بیان کیے جن سے حضرت تاج الاولیاء کے کشف (چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے) اور کرامات کا اندازہ ہوتا ہے۔

(ا) محمد مظہر صاحب بتاتے تھے کہ ایک بار سردی کے موسم میں میں بریلی شریف گیا ہوا تھا۔وہاں بازار گیا میں نے گرم کپڑے نہیں پہن رکھے تھے۔

سردی لگ رہی تھی ۔ واپسی میں سیدھا خانقاہ شریف آ گیا۔حضرت قبلہ تشریف رکھتے تھے۔اس وقت حضرت کی ظاہری آنکھیں جاتی رہی تھیں۔میں ایک کونے میں بیٹھا تھا کہ آپ نے میری طرف منہ کر کے فرمایا'' میاں سردی کیوں کھاتے ہو، کچھ اوڑھ لو۔'' میں فوراً اٹھ کر گیا اور جہاں ٹھہرا ہوا تھا وہاں سے رضائی لے

کرا دوڑھی، پھر خدمت میں حاضر ہوا۔

میاں محمد مظہر کا بیان کیا ہوا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے۔

ایک بار میں فتح پور سے کسراؤں نام کی بستی میں جا رہا تھا۔ یکے پر سوار تھا۔ سڑک بہت خراب تھی اور آدھا راستہ تو بالکل ہی ٹوٹا ہوا تھا۔ جب ہم کچے راستے پر پہنچے تو ہمارا یکہ ایک گڈھے میں گر گیا میں اور یکہ والا تو کود کر اتر گئے لیکن گھوڑا پھنس گیا۔ یکہ والا چلانے لگا کہ اگر گھوڑے کو باہر نہ نکالا گیا تو وہ مر جائے گا۔ یہ گھوڑا ابھی مانگے کا تھا۔ ہم دونوں نے مل کر بہت کوشش کی لیکن گھوڑا نہیں نکلا۔ میں نے بریلی شریف کی طرف منہ کر کے اپنے پیر کو یاد کیا اور عرض کیا کہ اگر دو آدمی کہیں سے آجاتے تو ہماری مشکل آسان ہو جاتی۔ دور دور جنگل تھا اور کسی آدمی کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ میں نے دعا کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ جنگل کی طرف سے ایک آدمی آرہا ہے۔ کندھے پر ڈنڈا رکھا ہے۔ قریب پہنچ کر بغیر کہے اس نے یکے والے کی مدد کی پہلے گھوڑا کھول کر الگ کیا اور باہر نکالا۔ پھر یکہ بھی باہر نکال دیا۔ میری جیب میں اس وقت کچھ چھوٹے سکے پڑے تھے۔ میں نے دینے چاہے لیکن اس نے نہیں لئے اور بغیر کچھ بولے جنگل میں غائب ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ اگر میرے پاس چونی ہوتی تو شاید وہ لے لیتا۔ خیر واپسی میں اگر وہ آدمی ملا تو اس کو دے دوں گا۔ لیکن واپسی میں وہ نہیں ملا۔ وہ تو حضرت کے کرم سے اللہ کا بھیجا ہوا کوئی بندہ تھا۔

نوٹ: (اس زمانے میں چونی، یعنی چار آنے بڑی رقم سمجھی جاتی تھی۔ 16 آنے کا ایک روپیہ ہوتا تھا اور ایک روپیہ اتنی بڑی رقم ہوتی تھی کہ چھوٹے موٹے سرکاری نوکروں کو سوا روپیہ مہینہ تنخواہ ملتی تھی۔)

۱۲۲۔ فیض محمد خاں صاحب جو حضرت تاج الاولیاءؒ کے سجادہ نشین حضرت

سراج السالکین محی الدین احمد عرف ننھے میاں صاحب کے خلیفہ تھے، اپنا ایک واقعہ بیان کرتے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ رات گھر پر میرے گردے میں سخت درد اٹھا۔ تکلیف اور بے چینی بہت زیادہ تھی۔ اسی حالت میں بڑی مشکل سے عشاء کی نماز ادا کی اور آنکھیں بند کر کے اپنے وظیفہ کو پڑھنے لگا۔ میں پوری طرح ہوش میں تھا اور پلنگ پر لیٹا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت تاج الاولیاءؒ سنہری لباس پہنے اور سنہری چادر اوڑھے تشریف لائے۔ حضرت ننھے میاں صاحب ان کے ساتھ تھے۔ میں نے گھبرا کر قدمبوسی کے لیے اٹھنے کی کوشش کی۔ آپ نے فرمایا ''نہ اٹھو''۔ پھر پوچھا کیا حال ہے۔؟'' میں نے عرض کیا'' درد کی شکایت تھی لیکن اب ٹھیک ہوں۔'' حضرت قبلہ نے ننھے میاں صاحب سے دھیرے سے کچھ کہا۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہاں کوئی نہیں تھا لیکن درد بالکل ختم ہو گیا تھا اور دل خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا۔ اگلے دن صبح فجر کی نماز کے بعد خانقاہ شریف حاضر ہوا اور قدمبوسی کی۔ وہ دن اور آج کا دن مجھے پھر کبھی گردے میں درد کی شکایت نہیں ہوئی۔

۱۲۳۔ فیض محمد صاحب اپنا دوسرا واقعہ بیان کرتے تھے جو حضرت تاج الاولیاءؒ کے وصال کے بعد پیش آیا۔ رمضان کے مہینے میں میں خانقاہ شریف میں حاضر تھا۔ اجمیر شریف اور دہلی شریف کے صاحب زادے بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات کو سحری کھانے کے بعد میں وضو کر کے وظیفہ پڑھنے بیٹھا کہ کیا دیکھتا ہوں حضرت قبلہ اندر کوٹھری میں تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے اشارے سے بلایا اور ایک شغل (وظیفہ) مجھے پڑھنے کو بتایا اور تاکید فرمائی (زور دیا) کہ اسے ناغہ نہ کروں۔

صبح میں نے یہ واقعہ حضرت ننھے میاں صاحب کو بتایا۔ میں کچھ بھول گیا تھا،

آپ نے اسے صحیح کہا اور تصدیق کی (Confirm) کہ حضرت تاج الاولیاءؒ نے ہی
نہیں یہ وظیفہ عطا کیا ہے۔

۱۲۴۔ محمد امیر حیدر خاں صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے اوپر
ایک سنگین مقدمہ کر دیا گیا۔ میں بہت مجبور اور پریشان تھا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا
کروں کوئی صورت سمجھ میں نہیں آئی اور پیشی کی تاریخ آ گئی۔ میں عدالت پہنچا اور دل
میں خیال آیا کہ چلو آج دیکھتے ہیں کہ میرے پیر کی توجہ میری طرف ہے کہ نہیں اگر توجہ
ہوئی تو کچھ نہ کچھ راحت ضرور ملے گی تو میں نے آنکھیں بند کر کے حضرت کی صورت کا
تصور کیا اور جج کے سامنے پہنچا۔ یہ مقدمہ سات مہینے سے چل رہا تھا۔ کئی کئی بار پیشی
ہو چکی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جج مجھے اس مقدمے سے بری کرنا نہیں چاہتا لیکن
اس دن میرے پیر کی ایسی توجہ ہوئی کہ جج نے فوراً ہی مقدمہ خارج کر دیا اور مجھے فوراً
ہی بری کر دیا۔

۱۲۵۔ امیر حیدر خاں صاحب کے ساتھ دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ان کے
چھوٹے بھائی محمد علی حیدر علی خان جو حضرت کے مرید تھے وہ بری صحبت میں پڑ گئے۔
شراب اور جوے کی لت لگ گئی۔ ان کی والدہ بہت پریشان تھیں انھوں نے اپنے والد
یعنی امین حیدر خاں کے نانا کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور سارا حال بتایا۔ آپ نے
فرمایا کہ میں تو انہیں منع نہیں کر سکتا کہ تو ایسا کام کرتا ہے۔ لیکن اللہ خود اپنا کرم کرے
گا۔ چنانچہ اسی رات کو علی حیدر خاں نے حضرت کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ
یہ بوتل کیسی ہے"؟ انہوں نے کہا کہ اس میں عرق ہے پھر آپ نے پوچھا کہ یہ دانے
کیسے ہیں؟" انھوں نے کہا کہ یہ چوسر کا پانسہ ہے (چوسر ایک کھیل ہوتا تھا جس سے جوا
کھیلا جاتا تھا) آپ نے فرمایا کہ ان دونوں چیزوں کو پھینک دو یہ رکھنے کے قابل نہیں

ہے"، صبح آنکھ کھلی تو اللہ کے فضل اور حضرت کی توجہ سے ایسا اثر ہوا کہ انھوں نے شراب اور جوے دونوں سے توبہ کر لی اور نماز کے ایسے پابند ہوئے کہ مرتے وقت بھی نماز نہیں چھوٹی۔

۱۲۶۔محمد امیر حیدر نے بتایا کہ میرے والد اور والدہ لکھنؤ میں کسی صاحب سے بیعت تھے اور ہمارے حضرت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کچھ دن بعد ایک دن والد نے مجھ سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تمہارے میاں صاحب سے زیادہ بہتر اس وقت کوئی اور پیر نہیں ہے۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے حضرت سے عرض کیا اور آپ نے فرمایا کہ لے آؤ۔ جب میں والد کے ساتھ حضرت کے پاس پہنچا تو والد نے حضرت سے کہا کہ میں تب آپ کا مرید ہوں گا جب مجھے ہر درخت کے پتے پر حضرت محمدؐ کا نام لکھا ہوا نظر آئے گا۔حضرت نے انہیں کچھ وظیفہ پڑھنے کو بتایا۔ کچھ ہی دن بعد والد نے مجھے بتایا کہ تمہارے پیر کی تعلیم کا یہ اثر ہوا ہے کہ مجھے ہر چیز پر حضرت محمدؐ کا نام ہی لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر وہ مرید ہوئے اور حضرت کے علاوہ کبھی کسی اور پیر کی طرف نہیں گئے۔

۱۲۷۔امیر حیدر صاحب اگلا واقعہ یہ بیان کرتے تھے کہ ان کے جاننے والے نواب نظام علی خاں پیروں اور فقیروں میں یقین نہیں رکھتے تھے اور انہیں برا کہتے تھے۔ایک دن حضرت سے ملنے کے لیے آئے تو پیروں اور فقیروں کا ذکر شروع ہوا ۔نظام علی خاں نے اپنی عادت کے مطابق فقیروں کے لیے کچھ بڑی باتیں کہیں اور کہا کہ مجھے ان کی باتوں پر بالکل یقین نہیں ہے۔ حضرت نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو گئے اور زمین پر گر پڑے۔کافی دیر بعد جب ہوش آیا تو فوراً ہی حضرت سے بیعت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت نے مرید کر لیا۔ نظام علی خاں ہمیشہ کہا کرتے

تھے کہ میں نے بہت سے پیر اور فقیر دیکھے، کچھ ایک سے میرے اچھے تعلقات بھی تھے لیکن میں نے شاہ نظام الدین حسینؒ صاحب سے بہتر دور دور کوئی فقیر نہیں دیکھا۔ انہیں وہی سمجھ سکتے ہیں جو دل کی آنکھ سے دیکھیں۔ جو دنیاوی نظر سے دیکھتے ہیں وہ ان کی قدر کیا جانیں۔

۱۲۸۔ امیر حیدر خاں صاحب بتاتے تھے کہ ان کے دادا کے پاس ایک آدمی نوکری کرتا تھا اس کا بدن گلنا شروع ہوگیا۔ تو میرے دادا نے اس کو نوکری سے نکال دیا وہ بہت پریشان رہا۔ اس وقت حضرت قبلہ نیاز بے نیاز حیات تھے اور حضرت تاج الاولیاءؒ بہت چھوٹے تھے۔ حضور قبلہ نے اس آدمی کو اپنے ہاں نوکر رکھ لیا اور اس کو یہ کام سونپا کہ وہ حضرت تاج الاولیاءؒ کو کھلایا کرے۔ اس کا یہ معمول تھا کہ وہ حضرت کو گود میں لے کر انہیں اپنے جسم سے لگاتا تھا اور گود میں لے کر کھلاتا رہتا تھا۔ اللہ کی شان ایسی ہوئی کہ اس کا جسم بالکل اچھا ہوگیا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میری بیماری تو نظام الدین حسینؒ کو کھلانے کی برکت سے ٹھیک ہوئی ہے۔

۱۲۹۔ امیر حیدر کہتے تھے کہ میرے بیٹے محمد نصیر احمد خاں کو پیٹ کی ایسی بیماری ہوئی کہ دست کسی طرح نہیں رکتے تھے۔ لڑکا بہت کمزور ہوگیا تھا۔ بریلی شہر کے سارے حکیم اور ڈاکٹروں کا علاج کر چکے تھے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ میں حضرت تاج الاولیاءؒ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو لے کر گیا اور اس کا حال بتایا آپ نے فرمایا کہ کسی حکیم کو دکھا کر علاج کرواؤ میں نے کہا کہ میرے تو حکیم اور ڈاکٹر سب آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ۔ چار پانچ دوائیں لکھوائی۔ یہ ساری دوائیں وہ تھیں جو حکیم دے چکے تھے اور ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن میں چپ چاپ اٹھ کر چلا آیا اور اگلے دن پھر وہی دوائیں دی۔ اسی دن سے ہی فائدہ شروع ہوگیا اور

تین دن کے اندر ہی بالکل ٹھیک ہو گیا۔

۱۳۰۔ عام طور پر لوگ پیروں اور فقیروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ نذر و نیاز کے پردے میں لوگوں سے پیسہ وصول کرتے ہیں، لیکن خانقاہ نیازیہ میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ امیر حیدر صاحب نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ حضرت کے پاس بالکل پیسہ نہیں تھا۔ قرض کی وجہ سے خانقاہ نیلام پر تھی اور حضرت کی صاحب زادی کی شادی ہونے والی تھی۔ ایسے میں مولوی شمس السلام صاحب دس ہزار روپے لے کر آئے اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ روپے کیسے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ نواب کلب علی صاحب نے بھیجے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نواب صاحب نے خانقاہ پر کبھی ایک پھول تو بھیجا نہیں اب کیا وجہ ہے کہ اتنا پیسہ بھیجا۔ میں اپنے مریدوں کے علاوہ کسی سے نذر نہیں لیتا اور اگر انھوں نے تحفے میں بھیجے ہیں تو مجھ پر حرام ہیں، کیونکہ یہ حق غریبوں اور ضرورتمندوں کا ہے۔ آپ ان روپوں کو واپس لے جائیے میں ان کو ہرگز نہیں لوں گا۔'' چنانچہ شمس السلام صاحب پیسے لے کر واپس چلے گئے۔ اس وقت خانقاہ میں جتنے لوگ موجود تھے انہیں بڑا افسوس ہوا کہ ایسے نازک وقت میں اور اتنی ضرورت کے وقت میں حضرت کو پیسہ لے لینا چاہیے تھا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ روپے پیسے کی حضرت کی نگاہ میں کوئی قیمت نہیں تھی۔

۱۳۱۔ حضرت کے ایک مرید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں خانقاہ میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ یہاں تین روز سے فاقہ ہے۔ مرد، عورتیں، بچے یہاں تک کہ گھوڑا اور کبوتر تک فاقے سے ہے۔ ان صاحب کو کبوتروں کا بہت شوق تھا وہ کچھ دانہ خرید کر لے گئے اور کبوتروں کو ڈالا لیکن کبوتروں نے دانے کی طرف منہ بھی نہیں کیا۔ تب انہیں احساس ہوا کہ جب مالک بھوکے ہوں تو جانور بھی کھانا پسند نہیں کرتے۔ یہ

CamScanner

صاحب باورچی خانے میں گئے اور باورچی کو پانچ روپے دے کر کہا کہ کھانے کا انتظام کرو۔ باورچی کہنے لگا کہ کیا غضب کرتے ہو یہاں اور جگہوں جیسا حال نہیں ہے۔ اگر حضرت کی منظوری کے بغیر لے لیا تو میں اور آپ دونوں نکال دیئے جاؤ گے۔ پہلے حضرت کو نذر کرو اور اگر آپنے قبول کر لی تو وہ خود ہی انتظام کروادیں گے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت کی خدمت میں باورچی کے ہاتھ نذر بھیجی۔ آپ کو جب معلوم ہو گیا کہ کسی مرید نے دی ہے تو آپ نے باورچی کو دے کر کہا کہ لے جاؤ اور کھانے کا انتظام کرو۔ کھانا تیار ہونے کے بعد خانقاہ میں جتنے لوگ تھے انہیں کھلایا گیا اور پھر حضرت نے اور ان کے بال بچوں نے کھایا۔ اس کے بعد انھوں نے جا کر دوبارہ کبوتروں کو دانہ ڈالا۔ کبوتر فوراً نیچے اتر کر آ گئے اور سارا دانہ کھا لیا۔

۱۳۲۔ ولایت احمد خاں جو شاہ آباد کے رئیس تھے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت تاج الاولیاءؒ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ میں بہت بیمار پڑا۔ تیز بخار اور کھانسی کی شکایت تھی بہت سی دوائیں کیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ دن بدن حالت خراب ہوتی جا رہی تھی اور کمزوری بھی بہت تھی، ایک دن دل میں خیال آیا کہ اگر یہی حال رہا تو ایک دن بستر سے اٹھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ مرنے سے پہلے کم از کم ایک بار اپنے پیر کے مزار پر فاتحہ پڑھ آؤں۔ اگلے دن صبح ہمت کر کے بریلی شریف پہنچا۔ حضور قبلہ اور تاج الاولیا کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ خانقاہ میں ہی عشاء کی نماز ادا کی۔ اچانک طبیعت بگڑنے لگی۔ ایسا لگا کہ شاید میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ بہت دیر تک روتا رہا پھر خانقاہ میں جہاں تاج الاولیاءؒ بیٹھا کرتے تھے اس کے پاس آ کر لیٹ گیا اور آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت تاج الاولیاءؒ میرے پاس بیٹھے ہیں اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرما رہے ہیں کہ مرنے سے کیوں ڈرتا ہے۔ بیماری ہی تو ہے۔ اسی وقت

CamScanner

آنکھ کھل گئی۔ تھوڑی دیر سینے میں تکلیف ہوئی کھانسی آنی شروع ہوگئی۔ کھانسی کے ساتھ اتنا بلغم نکلا کہ ڈھیر ہوگیا اور میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ جب اٹھا تو نہ بخار تھا اور نہ کھانسی تب سے لے کر بڑھاپے تک انہیں نہ بخار آیا اور نہ کھانسی ہوئی۔

۱۳۴۔ محمد علی خاں صاحب جو حضرت کے مرید تھے وہ بتایا کرتے تھے کہ ایک دن ننھے میاں صاحب جو تاج الاولیاءؒ کے صاحب زادے تھے۔ حضرت سے اجازت لے کر مچھلی کے شکار کے لیے گئے۔ کئی لوگ ان کے ساتھ تھے۔ جب شکار سے واپس آئے تو ہم لوگوں نے سوچا کہ آج رات کے کھانے میں مچھلیاں کھانے کو ملیں گی۔ لیکن انھوں نے تمام مچھلیاں لوگوں کو بانٹ دی۔ اور ہم لوگوں کو کچھ نہیں ملا۔ جس سے ہمیں بڑی مایوسی ہوئی لیکن ہم نے کسی سے آپ کا ذکر نہیں کیا۔ اگلے دن جب ننھے میاں صاحب نے پھر شکار پر جانے کی اجازت مانگی تو حضرت نے فرمایا کہ تمہارے شکار سے ہمیں اور خانقاہ والوں کو کیا فائدہ ان لوگوں کو تو مچھلی کھانے کو ملی نہیں۔ اس شام جب ننھے میاں شکار سے واپس آئے تو مچھلیاں حضرت کی خدمت میں حاضر کر دی۔ آپ نے باورچی فیض اللہ کو بلا کر سب مچھلیاں انہیں دی اور کہا کہ سب اچھی طرح سے پکانا۔ جب کھانا تیار ہوگیا تو حضرت نے خاص طور پر مجھ سے کہا کہ جاؤ مچھلی کا نمک چکھ کر آؤ۔ میں سمجھ گیا کہ اس دن جو میرے دل میں خیال آیا تھا وہ حضرت کو اپنی کرامت سے معلوم ہوگیا ہے۔ چنانچہ باورچی خانے سے مچھلی اور روٹی لے کر حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ پہلے آپ چکھیں۔ حضرت مسکرائے اور ایک نوالہ لیا اور مجھ سے کہا کہ جاؤ پیٹ بھر کر کھاؤ۔

۱۳۵۔ گوالیار کے رہنے والے پناہ علی صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار حضرت تاج الاولیاءؒ گوالیار تشریف لے گئے اور میرے مکان پر ٹھہرے۔ آپ نے

دعا دی کہ اللہ اس مکان کو آباد رکھے۔ کئی سال کے بعد گوالیار کے راجہ نے حکم دیا کہ جس محلے میں میرا مکان تھا اس کے سارے مکانوں کو گرا دیا جائے اور زمین خالی کروادی جائے مجھ سے بھی کہا گیا کہ میں اپنا مکان خالی کردوں کیونکہ اسے بھی توڑا جائے گا۔ مجھے حضرت کی دی ہوئی دعا یاد تھی۔ میں نے حضرت کی طرف دھیان کیا اور بریلی شریف خط لکھا۔ حضرت کی دعا کا اثر تھا کہ اللہ نے میرے ساتھ کرم کیا۔ راجہ صاحب کے جو بھائی یہ کام کروارہے تھے انھوں نے کہا کہ تمہارا مکان نہیں توڑا جائے گا۔ چنانچہ سب کے مکان توڑ دیئے گئے صرف میرا مکان باقی رہا۔ اس کے آس پاس نئے مکان بنے تو میرے مکان کی بھی مرمت ہوگئی۔ بلکہ میرے مکان کے زینے کے نیچے سرکاری خرچ سے ایک دوکان بھی بنوادی گئی۔ جس کا کرایہ ہر مہینے مجھے ملتا رہا اور میری مالی حالت بھی بہتر ہوگئی۔

۱۳۶۔ پناہ علی صاحب کے ساتھ دوسرا واقعہ یہ پیش آیا جو وہ بیان کرتے تھے کہ میری بیوی کی بہت خواہش تھی کہ بریلی شریف جائیں اور حضرت کی مرید ہوجائیں۔ جب انھوں نے مجھ سے بریلی لے جانے کے لیے کہا تو میں نے ان سے کہا کہ تمہیں بریلی شریف لے جانا بہت مشکل ہے۔ یہاں خلیفہ منشی صاحب ہیں تم ان سے بیعت ہوجاؤ۔ اس کے کچھ دن بعد انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ان کے گھر پر تشریف لائے انہیں بیعت کیا اور پڑھنے کے لیے کچھ وظیفے بتائے جب وہ سو کر اٹھی تو انھوں نے اپنا خواب بیان کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جنہیں خواب میں دیکھا ان کی شکل وصورت کیسی تھی تو انھوں نے ہو بہو حضرت کی شکل کا نقشہ بیان کیا اور جو وظیفہ بتایا تھا وہ خانقاہ میں تعلیم کیا جاتا ہے۔ میں نے اپنی بیوی کو مبارکباد دی کہ تم بڑی نصیب والی ہو کہ حضرت نے تمہاری خواہش کو دیکھتے ہوئے خواب میں آکر تمہیں

بیعت کرلیا۔

۱۳۷۔ حضرت کے صاحبزادے ننھے میاں صاحب نے یہ واقعہ خود بیان کیا کہ خدا بخش نام کے حضرت کے ایک مرید جو پیلی بھیت کے رہنے والے تھے وہ حج کے لیے گئے۔ حج کے بعد ان کا سامان چوری ہوگیا۔ وہ بہت زیادہ پریشان تھے نہ کھانے کو کچھ تھا نہ واپسی کا کرایہ تھا۔ بھوکے پیاسے پیدل ہی ایک طرف کو چل دیئے۔ رات کے بارہ بجے کے قریب ایک صاحب نے انہیں آواز دی اور فرمایا کہ یہاں تمہیں بہت تکلیف ہوگی تم ہمارے ساتھ چلو وہ پہچان گئے اور بولے کہ تم تو بریلی والے میاں صاحب ہو۔" انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا اور اپنے ساتھ لے کر چلے۔ تھوڑی دور چل کر انھوں نے کہا کہ تم اسی جگہ بیٹھ جاؤ میں ذرا کچھ کام سے جا رہا ہوں۔ ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد پیلی بھیت کا ایک آدمی وہاں آیا اور بولا کہ ماموں تم یہاں کیسے بیٹھے ہو انہیں بڑی حیرت ہوئی اور انھوں نے پوچھا کہ تو کب آیا وہ سمجھ رہے تھے کہ میں ابھی تک مدینے شریف کے جنگل میں ہی ہوں اس آدمی نے جواب دیا کہ میں تو ابھی گھر سے آرہا ہوں چلو تمہیں گھر پہنچا دوں۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ پیلی بھیت میں ہے۔ انہوں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ اور دو دن کے بعد بریلی شریف حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان کو دیکھتے ہی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ آپ کی زندگی میں خدا بخش نے اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔ لیکن آپ کے وصال کے بعد یہ واقعہ سب لوگوں کو بتایا۔

۱۳۸۔ ناظر شمس الدین کے بیٹے گل محمد بیان کرتے تھے کہ ایک بار میرے والد بیوی بچوں کے ساتھ پشاور جا رہے تھے۔ راستے میں ایبٹ آباد سے ایک اکہ کرائے پر لیا اور سب اس پر سوار ہوگئے۔ تھوڑی دور بعد پہاڑی راستہ شروع ہوگیا۔ جہاں

CamScanner

ایک طرف پہاڑ تھے اور دوسری طرف گہری کھائیاں تھیں۔ اچانک گھوڑا بھڑک گیا اور ایکہ سواریوں کے سمیت کھائی میں گرنے لگا۔ والد صاحب نے آنکھیں بند کر لی اور زور زور سے اپنے پیر کو پکارنے لگے۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک گہری کھائی میں کھڑے ہیں۔ جیسے کسی نے اٹھا کر کھڑا کر دیا ہو۔ پھر والدہ صاحبہ کو ڈھونڈتے ہوئے آئے تو وہ ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کو بھی کوئی چوٹ نہیں لگی تھی۔ ان کی گود میں میرا چھوٹا بھائی سو رہا تھا وہ بھی ایسے ہی سوتا رہا۔ پھر مجھے ڈھونڈا اور میرا حال پوچھا میں بھی بالکل ٹھیک تھا۔ پتہ چلا کہ ہم ایک گہری کھائی میں گرے تھے۔ ایکہ کے ٹکڑے ٹکرے ہوئے تھے۔ اور گھوڑا جھاڑیوں میں پھنس گیا تھا اس لیے وہ بھی بچ گیا تھا۔ یہ ایسی کرامت ہے کہ جہاں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ ورنہ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ گہری کھائی میں گرے اور چوٹ نہ لگے۔

۱۳۹۔ دوسرا واقعہ بھی کچھ اس طرح کا ہے۔ جب ناظر شمس الدین صاحب بریلی شریف سے اپنے گھر ہزارہ آ رہے تھے۔ راستے میں ایک ندی پڑی تھی جس میں پانی زیادہ گہرا نہیں ہوتا تھا اور عام طور پر لوگ پیدل یا تانگے اور ایکے سے ندی پار کر لیا کرتے تھے۔ لیکن وہ برسات کا زمانہ تھا جب والد کا تانگہ بیچ ندی میں پہنچا تو اچانک پانی کا زور ایسا بڑھا کہ جتنے بھی ایکے اور تانگے تھے سب پلٹ گئے۔ ہم لوگوں کے بھی بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ والد صاحب نے زور زور سے اپنے پیر کو یاد کیا اور کہا کہ حضرت ڈوبے جاتے ہیں مدد کیجئے۔ اچانک ایک آواز آئی کہ گھوڑا آگے بڑھاؤ۔'' اس آواز کو ایکہ والے نے بھی سنا۔ ایسا لگتا تھا کہ ندی میں سڑک بن گئی ہو اور ایکہ اس پر سے چلا جا رہا ہوں۔ کنارے کے قریب پانی گہرا تھا۔ ایکہ پھنس گیا اسی وقت کنارے سے چار پانچ آدمی دوڑے ہوئے آئے ایکہ کو دھکا دے کر کنارے پر

پہنچا دیا۔ پتا نہیں چلا کہ وہ لوگ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے۔ ایکہ والے نے والد صاحب سے پوچھا کہ تم نے کس کو یاد کیا تھا جنھوں نے بچالیا نہیں تو آج بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔

۱۴۰۔ محمد گل صاحب اپنے والد کا بیان کیا ہوا ایک اور واقعہ سناتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ خانقاہ میں حاضر تھے اور حضرت تاج الاولیاءؒ تشریف رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک بزرگ صورت صاحب خانقاہ میں آئے۔ شکل وصورت سے ہندوستانی نہیں لگتے تھے۔ انھوں نے حضرت تاج الاولیاءؒ کو سلام کیا اور ایک کاغذ تہہ کیا ہوا نکال کر آپ کو دیا۔ جب اسے کھولا گیا تو اس کے اندر سنہری لفظوں سے کچھ لکھا ہوا تھا۔ ان صاحب نے بتایا کہ میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں میں آنحضرت ﷺ کے روضے پر حاضر ہوا اور رو کر یہ دعا کی کہ میں بہت دن سے کسی کامل پیر کی تلاش میں ہوں جو مجھے سیدھا اور سچا راستہ دکھائے۔ بہت دن سے اس تلاش میں گھوم رہا ہوں پر کوئی ایسا پیر نہیں ملتا کہ میرے دل کو سکون ملے۔ اس دن رات ہو چکی تھی۔ اگلے دن صبح پھر روضے پر حاضر ہوا اور پھر وہی دعا کی۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب باہر آئے اور مجھے یہ کاغذ دیا۔ میں نے کھول کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا۔ تم ہندوستان جا کر شہر بریلی میں شاہ نظام الدین کے پاس جاؤ اور اپنا مطلب طیان کرو۔ میں فوراً ہی روانہ ہو گیا پہلے بمبئی پہنچا۔ پھر لوگوں سے پوچھا پاچھتا سفر کر کے بریلی آیا اور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں مجھے بیعت کر لیجئے۔ حضرت تاج الاولیاءؒ یہ سن کر مسکرائے۔ اس کاغذ کو اپنے سر اور آنکھوں سے لگایا اور اپنے صندوق میں بند کر دیا۔ پھر ان صاحب سے کہا کہ میں اس قابل تو نہیں ہوں لیکن وہاں سے حکم ملا ہے تو اسے پورا کروں گا۔ چنانچہ آپ نے ان صاحب کو بیعت کیا۔ کچھ دن تعلیم دی اور وہ واپس اپنے ملک چلے گئے۔

CamScanner

۱۴۱۔اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی ہے جو وہ بیان کرتے تھے کہ ایک دن صبح ایک بزرگ نورانی چہرے والے خانقاہ میں آ پہنچے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں ان لوگوں نے بتایا کہ ابھی حویلی سے باہر نہیں آئے ہیں۔تھوڑی دیر بعد حضرت باہر تشریف لائے، پہلے اپنے والد کے مزار پر فاتحہ پڑھی پھر ان صاحب کو دیکھا تو فوراً ہی حویلی میں واپس چلے گئے۔تھوڑی دیر بعد کپڑے بدل کر تشریف لائے۔ان سے ملے کچھ دیر باتیں کیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ فلاں مکان صاف کرو اور ان کو وہاں لے جا کر ٹھہرادو اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جتنے دن ٹھہرے میں برابر ان کے پاس ہی رہتا تھا۔ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور آپ کو دیکھتے کے ساتھ ہی حضرت کپڑے بدلنے کیوں گئے۔انھوں نے بتایا کہ میں دور سے آیا ہوں۔ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا دربار لگا ہوا ہے بہت سے ولی اور بزرگ بیٹھے ہیں اور حضرت بھی وہاں موجود ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان سے آہستہ آہستہ کچھ باتیں کررہے ہیں۔ جو صاحب میرے پاس بیٹھے تھے ان سے میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں انھوں نے کہا کہ ان کا نام شاہ نظام الدین حسین ہے اور یہ ہندوستان میں شہر بریلی میں رہتے ہیں۔اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔دل میں اتنا شوق پیدا ہوا کہ میں فوراً اپنے وطن سے روانہ ہوگیا۔اور ڈھونڈتا ہوا خانقاہ شریف پہنچا۔حضرت کو دیکھ کر میں پہچان گیا کہ یہ وہی صاحب ہیں مجھے دیکھ کر آپ نے کپڑے اس لیے بدلے کیونکہ میں نے خواب میں انہی کپڑوں میں دیکھا تھا۔اس لیے میرا شک دور کرنے کے لیے آپ وہی لباس پہن کر آئے۔

۱۴۲۔ناظر صاحب کے ہم وطن ایک صاحب آہستہ خان جو پشاور کے رہنے

والے تھے وہ بتاتے تھے کہ میری جوانی کے زمانے کی بات ہے۔ایک مرتبہ میں اپنے ہاتھ کواوپر اٹھا کر کئی گھنٹے تک کام کرتا رہا۔جب کام ختم ہوا تو ہاتھ میں سخت درد تھا۔اور ہاتھ سوکھنا شروع ہوگیا۔ ہاتھ بالکل بے کار ہو چکا تھا نہ کوئی طاقت تھی اور نہ ہاتھ ہلتا تھا۔میں حضرت کے پاس گیا اور اپنا حال بتایا۔آپ نے شہر کے کئی اچھے ڈاکٹروں کو بلایا۔علاج چلتا رہا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ایک دن حضرت مچھلی کے شکار کے لیے جارہے تھے مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم ہوا میں نے سوچا کہ میں وہاں جا کر کیا کروں گا۔لیکن حضرت کا حکم تھا تو ساتھ چلا آیا۔سرسہ پہنچ کر حضرت نے رات کو مجھے بلایا اور فرمایا کہ سامنے جو چراغ جل رہا ہے اسے اٹھالاؤ۔آپ نے اپنی انگلی اس کے تیل میں بھگو کر میرے ہاتھ پر لگایا۔اور فرمایا کہ جا کر سو رہو خبردار ہاتھ ہلانا مت۔صبح سو کر اٹھا تو ایسا لگا کہ ہاتھ پر چیونٹیاں سی چل رہی ہیں۔میں نے ہاتھ ہلا کر دیکھا تو میرا ہاتھ کام کررہا تھا۔ مجھے یقین نہیں آیا مٗیں نے لوٹا اٹھا کر دیکھا اور کئی بھاری چیزیں اٹھائی لیکن کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔میں نے دوڑ کر ساتھیوں کو بتایا کہ میرا ہاتھ ٹھیک ہوگیا کسی کو یقین نہیں آیا تو میں نے کہا کہ پنجہ لڑا کر دیکھ لو۔سب حیران رہ گئے۔اسی دن رات کو حضرت نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تمہارا ہاتھ کیسا ہے۔میں نے کہا کہ حضور آپ کو تو سب معلوم ہے آپ نے تو رات ہی کو اچھا کر دیا تھا۔آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اچھا چپ رہو کسی کو بتانا نہیں پھر نظر لگ گئی تو پھر ٹھیک نہیں ہوگا۔لیکن میں نے خوب سب لوگوں کو بتایا۔دو مہینے سے ڈاکٹر علاج کررہے تھے اور فائدہ نہیں ہوتا تھا حضرت کے ایک انگلی تیل لگانے سے ہاتھ ٹھیک ہوگیا۔

۱۴۳۔حضرت تاج الاولیاءؒ کے خلیفہ تھے محمد فضل کریم صاحب بتاتے تھے کہ ان کے پاس ایک عورت تھیں جن کا نام عصمت تھا۔انھوں نے فضل کریم صاحب کو

گودی میں کھلایا تھا وہ ان کی آیا تھیں۔ 1857ء کے زمانے میں ان کی ماں انہیں فضل کریم کی والدہ کو دے گئی تھیں عصمت کی پرورش بھی فضل کریم صاحب کے گھر میں ہوئی اور پھر انھوں نے فضل صاحب کو پالا۔ بچپن سے وہ گھر میں حضرت تاج الاولیاء کا نام سنتی رہتی تھی اور بغیر دیکھتے ہی اس سے بہت عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ ساری عمر ان کی اسی گھر میں گذری۔ بوڑھی ہو گئی تو لوگ ان سے کہتے تھے کہ کسی کی مرید ہو جاؤ لیکن وہ کہتی تھی کہ مرید ہوں گی تو میاں کے پیر سے ہی ہوں گی۔ (فضل کریم صاحب کو وہ میاں کہتی تھیں) بڑھاپا آ گیا لیکن بریلی شریف جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ حالت خراب ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ تو میاں سے ہی مرید ہو جا۔ ورنہ ایسے ہی مر جائے گی۔ جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا شیطان پیر ہوتا ہے۔ ایک رات حالت زیادہ خراب ہوئی۔ فضل کریم صاحب بھی آئے ہوئے تھے اور بہت سی عورتیں ان کے پاس بیٹھی تھیں۔ اچانک وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور ع چلانے لگی کہ پیر صاحب کو بریلی شریف سے لے کر آئے ہیں مجھے مرید کروانے کے لیے، میرے کپڑے بدلوا دو اور خوشبو لگا دو۔ فضل کریم صاحب کی بیوی نے عورتوں سے کہہ کر کپڑے بدلوائے اور خوشبو لگوائی۔ عورتیں انہیں چھیڑنے لگیں۔ کہاں بیٹھے ہیں پیر صاحب وہ بولی مونڈھے پر بیٹھے ہیں تم لوگ ہٹ جاؤ پھر اس نے ہاتھ بڑھایا کلمہ پڑھا اور وہ سارے آیتیں دوہرائیں جو مرید کرتے وقت پڑھائی جاتی ہیں۔ پھر جھک کر کسی کو سلام کیا اور لیٹ گئی۔ عورتوں نے سوچا کہ اب اس کی حالت سدھر گئی ہے تو وہ جا کر سو گئیں۔ صبح جا کر دیکھا تو ختم ہو چکی تھی۔ عصمت بالکل جاہل عورت تھیں، لیکن اس نے جو آیتیں پڑھی تھی وہ فضل کریم صاحب نے بیوی کو بتایا کہ وہ یہی آیتیں تھیں جو مرید کرتے وقت پڑھتے ہیں اور جو اس نے حلیہ بتایا تھا وہ حضرت تاج الاولیاء کا ہی تھا۔ اس کو بچپن سے

جو عقیدت رہی تھی اس کی وجہ سے آخر وقت میں حضرت نے اسے اس طرح بیعت کیا جس پر کسی کو یقین نہیں آئے گا۔

۱۴۵۔ مولوی قطب الدین صاحب کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے گاؤں میں ہیضہ (Cholera) پھیلا۔ میں بھی اس بیماری کی لپیٹ میں آ گیا۔ اتنا سخت بیمار تھا کہ لوگوں کو میری زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔ میری سانسوں کا بھی اعتبار نہیں تھا لوگ میری سانسیں گن رہے تھے۔ مجھے بالکل ہوش نہیں تھا۔ اسی حالت میں، میں نے حضرت تاج الاولیاءؒ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ فکر مت کرو تم اس بیماری سے نہیں مرو گے۔ مجھے تم سے بھی کچھ کام لینا باقی ہے۔ ایک دوا کا نام بتایا کہ اسے پیس کر پی جاؤ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اچانک مجھے تھوڑا سا ہوش آیا حالانکہ بولنے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ بڑی مشکل سے اس دوا کا نام گھر والوں کو بتایا کہ اسے پیس کر مجھے پلا دو۔ فوراً ہی وہ دوا منگلوائی گئی اور پیس کر کے میرے گلے میں ڈالا۔ کہاں تو پانی بھی نہیں اترتا تھا اور اب میں نے پوری دوا پی لی۔ دوا کا پیٹ میں پہنچنا تھا کہ الٹی اور دست بند ہو گئے۔ اور ہاتھ پاؤں میں گرمی آ گئی۔ دو تین دن وہ دوا پیتا رہا اور بالکل تندرست ہو گیا جبکہ ہمارے گاؤں میں اس بیماری سے بیسوں لوگ مر گئے۔

۱۴۶۔ مولوی شاہ محمد فضل کریم صاحب کا بیان ہے کہ غازی پور میں ایک مولانا محمد فصیح رہتے تھے۔ ان کے ہاں اکثر عالم لوگ آیا کرتے تے اور بیان ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بڑے عالم آئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے میں بھی محمد فصیح صاحب سے ملنے گیا۔ بات چیت کے دوران پتہ چلا کہ وہ عالم صاحب تصوف اور پیروں فقیروں کے بہت مخالف تھے۔ اور ہمارے پیروں کو بھی برا کہہ رہے تھے۔ گرما گرم بحث ہونے لگی۔ ان عالم صاحب نے ہمارے پیروں پر کچھ اعتراضات کیے اور مجھ سے کہا کہ

اگر ان باتوں کا جواب دے سکتے ہوتو دے کر بتاؤ۔ میں بالکل لا جواب ہوگیا کیونکہ میں اس بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ خاموش رہنے کا مطلب تھا کہ میں اپنے پیروں کی بے ادبی قبول کرلوں۔ سردی کا موسم تھا لیکن میں پسینے پسینے ہوگیا۔ سر جھکا کر بیٹھا اور حضرت تاج الاولیاءؒ کو یاد کر کے کہا کہ میری عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میری آنکھیں بند تھیں میں نے دیکھا کہ حضرت تاج الاولیاءؒ تشریف لائے اور سارے سوالوں کے جواب مجھے بتا دیئے۔ اور کہا کہ یہ سارے الزام غلط ہیں جوانہوں نے ہمارے پیروں پر لگائے ہیں۔ پھر آپ کی صورت میری آنکھوں سے ہٹ گئی۔ لیکن وہ جواب مجھے سب یاد تھے۔ میں نے سر اٹھایا آنکھیں کھولیں اللہ کا شکر ادا کیا اور عالم صاحب کو ان کے سوالوں کے سارے جواب دے دیئے۔ عالم صاحب بالکل چپ رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد کہا کہ میں تمہاری حالت دیکھ رہا تھا یقیناً اللہ نے تمہاری مدد کی کیونکہ ان سوالوں کے جواب بڑے بڑے عالموں کے پاس نہیں تھے۔ اس دن کے بعد سے انھوں نے تصوف اور پیروں پر اعتراض کرنا چھوڑ دیا۔ میں نے کسی کو بھی نہیں بتایا کہ میں نے کیا دیکھا تھا، بلکہ یہی کہا کہ اللہ کی طرف سے میری مدد ہوئی۔

۱۴۷۔ قطب الدین صاحب نے بہت سے واقعات بیان کیے ان میں سے کچھ واقعات لکھے جا رہے ہیں۔ وہ بتاتے تھے کہ میرے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ والد صاحب بریلی شریف گئے ہوئے تھے اور مجھے اکیلا چھوڑ گئے تھے ایک دن میں کچھ لڑکوں کے ساتھ گنگا ندی پر نہانے گیا۔ دوپہر کا وقت تھا اور ندی کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں ہوا اور میں نہانے کے لیے پانی میں اتر گیا۔ لڑکوں نے جب مجھے ڈوبتا دیکھا تو ڈر کے مارے سب بھاگ گئے اور میں ندی میں بہتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف چلا لیکن مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ اتفاق سے والد صاحب کے جاننے

والے رحمت خان صاحب گھاٹ پر نہار ہے تھے انھوں نے دیکھا کہ ایک لڑکا بہتا ہوا آرہا ہے۔ وہ تیرتے ہوئے گئے اور مجھے پکڑ کر کنارے تک لائے۔ جب پانی سے باہر نکالا تو انھوں نے مجھے پہچان لیا۔ میرے پیٹ میں پانی بھر گیا تھا۔ میں بہت دیر گھاٹ پر بے ہوش پڑا رہا۔ پھر خود ہی مجھے بڑی بڑی الٹیاں ہوئیں اور سارا پانی نکل گیا۔ رحمت خان صاحب مجھے گود میں اٹھا کر گھر لائے اور سارا قصہ سنایا۔ یہ غازی پور کی بات ہے۔ ادھر بریلی شریف میں اس وقت آرام کے لیے حضرت حویلی تشریف لے گئے تھے۔ اچانک باہر نکل آئے اور لوگوں سے کہا کہ مویوی فضل کریم کو بلا کر لاؤ جب والد صاحب آئے تو فرمایا کہ قطب الدین کو کس پر چھوڑ کر آئے ہو۔ اگر وہ ندی میں ڈوب جاتا اور بہہ کر کہیں دور چلا جاتا تو تم کیا کرتے! اس طرح بچے کو اکیلا چھوڑ کر مت جایا کرو۔ گنگا ندی تمہارے گھر کے قریب ہے اور اس کے ڈوب جانے کا بہت خطرہ ہے۔ حضرت کی بات سن کر والد صاحب بہت پریشان ہو گئے اور فوراً آدمی کے ہاتھ گھر خط بھجوایا۔ ان کے بڑے بھائی نے جواب میں سارا حال بیان کیا کہ ڈوب تو گیا تھا لیکن اللہ نے مدد کی اور بچ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جس وقت وہ ڈوب رہا تھا اسی وقت حضرت حویلی سے نکل کر باہر آئے تھے۔

۱۴۸۔ غازی پور کے ہی رہنے والے نصیر الدین بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد منیر الدین خان ریلوے پولیس میں سب انسپکٹر تھے۔ اور بریلی میں ہی پوسٹنگ تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے انہیں رشوت لینے کے جھوٹے مقدمے میں پھنسا دیا۔ شہر کے مجسٹریٹ اور ایس پی سب ان کے خلاف تھے۔ مقدمہ درج ہو چکا تھا اور رہائی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ نصیر الدین کہتے ہیں کہ ہر طرف سے ناامید ہو کر میں حضرت کے پاس پہنچا اور والد کی گرفتاری کا حال بتایا۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کے

CamScanner

ایک مجذوب کی بددعا کی وجہ سے یہ مصیبت آئی ہے تمہارے والد نے اسے بلاوجہ مارا اور گالیاں دیں۔اس نے بددعا دی یہ اسی کا اثر ہے جب تک اس سے معافی نہیں مانگو گے رہائی مشکل ہے۔ میں فوراً دوڑا والد کے پاس آیا۔اور جو حضرت نے فرمایا تھا وہ انہیں بتایا۔انھوں نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ ایک پاگل آدمی سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا لوگوں کو حقہ پلا رہا تھا۔ میں نے اسے مارا اور اسے اٹھالیا۔اس نے مجھے بددعا دی کہ جیسے تم نے میرا روزگار چھینا ہے خدا تمہارا بھی روزگار چھین لے گا۔ مجھے بالکل بھی خیال نہیں تھا کہ یہ مجذوب ہے نہیں تو میں یہ ہرگز نہیں کرتا۔ہم لوگوں نے اس فقیر کو ہر جگہ تلاش کیا لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں چلا اگلی پیشی میں صرف دو دن رہ گئے تھے میں پریشان ہوکر حضرت کے پاس آیا اور میں نے بتایا کہ ان کو ہم نے بہت ڈھونڈا پر وہ نہیں ملے۔اب آپ ہی ہماری مدد کریں۔ جب ہم نے بہت مجبور کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ ان سے کہنا کہ اپنے دل میں شرمندہ ہوں اور پھر کبھی ایسی حرکت نہ کریں۔فقیروں کی کبھی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے تم نہیں جانتے کہ کون کیا ہے۔ انہوں نے قسم کھائی توبہ کی کہ آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔اگلے دن مقدمے کی پیشی تھی سب کو امید تھی کہ منیرالدین کو قید ہو جائے گی لیکن حضرت کی دعاؤں کا اثر تھا کہ جج صاحب نے ان کی رہائی کا فیصلہ دیا اور جتنے دن وہ (Suspend) سسپینڈ رہے تھے اتنے دن کی تنخواہ بھی دلوادی۔

۱۴۹۔اکبرپور کے رئیس منشی روشن علی کے ساتھ بھی کچھ اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ان کا بیان تھا کہ روہتاس گڑھ پہاڑی علاقے میں بانس اور بلّی کا کاروبار تھا۔ وہیں ایک انگریز تیل کی تجارت کرتا تھا۔وہ ہمیشہ میرے کام میں رکاوٹ ڈالتا تھا ایک دن کچھ جھگڑا ہوگیا۔اور اس نے فوجداری کی عدالت میں مجھ پر مقدمہ کر دیا جو الزام

لگائے وہ سب جھوٹے تھے لیکن کیونکہ وہ انگریز تھا اور مجسٹریٹ اور جج وغیرہ بھی سب انگریز تھے اس لیے ان سب نے انگریز کا ساتھ دیا۔ میرے گواہ بھی ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ میرے وکیلوں کو بھی کوئی امید نہیں تھی کہ مجھے سزا سے بچا سکیں گے۔ ملا کی دوڑ مسجد تک، میں بریلی شریف آیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ بتایا۔ حضرت نے فرمایا کہ واقعی بہت مشکل وقت ہے۔ اللہ تمہارا حافظ اور ناصر ہے۔ اللہ تم پر فضل کرے گا۔ لیکن آئندہ اس انگریز سے جھگڑا مت کرنا۔ میں واپس آ گیا اور پیشی کے دن عدالت میں حاضر ہوا۔ نہ جانے کیا ہوا کہ وہ مجسٹریٹ جو مجھے سزا دینے پر تلا بیٹھا تھا اس نے میرا مقدمہ خارج کر دیا اور انگریز سے کہا کہ ایک ہندوستانی رئیس کو اس طرح پریشان کرنا اور دبانا نہیں چاہیے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور حضرت کے کہنے کے مطابق اس انگریز سے ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رکھا۔

۱۵۰۔ بہت سے واقعات ایسے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اپنے مریدوں کو کسی غلط راستے پر چلنے یا کوئی حرام کام کرنے سے کس طرح روکا۔ انہی میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے ایک مرید کو ایک خوبصورت عورت سے عشق ہو گیا۔ صرف اس کی ایک ہی جھلک دیکھی تھی کہ بالکل ہوش و حواس کھو بیٹھے اس کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگے۔ جگہ جگہ شہر کی گلیوں اور سڑکوں پر گھومتے رہتے کہ شہر میں کہیں اس کا دیدار ہو جائے۔ کسی جگہ چین نہیں تھا۔ شاید ان کے دل کا اثر اس عورت پر بھی پڑا۔ ایک دن وہ انہیں کہیں ملی اور ان سے کہا کہ آج رات کو فلاں وقت اور فلاں مکان میں جو خالی پڑا ہے مجھ سے ملنے آ جانا، لیکن یہ بات کسی سے نہ کہنا ورنہ میں بدنام ہو جاؤں گی۔ اور اپنے بھائی بند میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ یہ سن کر وہ صاحب اس قدر خوش ہوئے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اس مکان میں پہنچے تو

وہ بند پڑا تھا۔ اسے جھاڑ پونچھ کر صاف کیا اور ضرورت کا سامان لاکر رکھا۔ اور انتظار میں بیٹھ گئے۔ ساری رات بے قراری میں ٹہلتے رہے وہ عورت نہیں آئی۔ ناامید ہوکر صبح چلے آئے۔ کچھ دن بعد وہ راستے میں ملی اس سے پہلے یہ شکایت کرتے کہ وہ غصہ میں بولی کہ میں نے کہا تھا کہ کسی کو مت بتانا لیکن تم نے نہیں مانا۔ تمہاری وجہ سے مجھے اتنی ذلت اور شرمندگی سہنی پڑی۔ یہ حیران رہ گئے انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے کسی سے نہیں کہا تھا۔ اس نے کہا کہ میں وہاں اپنے وقت پر آئی تھی۔ دروازے پر جانے کے لیے قدم رکھا ہی تھا کہ ایک بزرگ صورت کے شخص وہاں نظر آئے انھوں نے مجھ سے کہا کہ اے بدکردار عورت تو یہاں حرام کرانے آئی ہے۔ خود بھی گنہگار ہوگی اور اس شخص کو بھی گناہ میں ڈال دے گی۔ واپس چلی جا ورنہ اپنے کیے کی سزا پائے گی۔ اس عورت کی بات سن کر وہ شخص گھبرائے اور انھوں نے پوچھا کہ وہ دیکھنے میں کیسے تھے۔ اس نے جو حلیہ بتایا وہ بالکل حضرت تاج الاولیاءؒ کا تھا۔ یہ بات سنتے ہی اتنی شرمندگی ہوئی کہ سر سے عشق کا بھوت بھی اتر گیا اور کبھی کسی عورت کو غلط نظر سے دیکھنے کا خیال بھی نہیں آیا۔

۱۵۱۔ سید حسین شاہ ایران کے رہنے والے تھے اور حضرت تاج الاولیاء کے خلیفہ تھے۔ انھوں نے کئی دفعہ پیدل، حج کیا۔ اس کے علاوہ مدینہ منورہ، نجف، کربلا اور بیت المقدس کی بھی پیدل زیارت کرنے گئے۔ ان کا زیادہ تر وقت سفر میں ہی گزرتا تھا وہ بتاتے تھے کہ کئی دفعہ میں راستہ بھول جاتا تھا یا کوئی بڑا خطرہ سامنے آجاتا تھا تو میں حضرت کی طرف توجہ کرکے دعا کی درخواست کرتا اور کوئی نہ کوئی غیبی مدد ہوجاتی۔ ایک مرتبہ میں روم اور شام کے ملکوں میں سفر کرتا ہوا اکیلا جارہا تھا کہ راستہ بھول گیا۔ چاروں طرف ریگستان تھا تین دن تک بغیر کھانے پانی کے گھومتا رہا، لیکن

CamScanner

کہیں راستہ نہیں ملتا تھا۔ کئی دفعہ گرم ہوا کہ ساتھ اتنی ریت اڑ کر آتی کہ میں اس کے نیچے دب جاتا۔ بڑی مشکل سے ریت ہٹا کر باہر نکلتا۔ پیاس کی وجہ سے گلے میں کانٹے پڑے تھے اور لگتا تھا کہ اب تو آخری وقت آ گیا ہے۔ میری موت ہی مجھے یہاں کھینچ کر لائی ہے۔ آنکھیں بند کر کے اللہ سے دعا کی اور حضرت کا خیال کر کے میں نے کہا کہ آپ کا غلام اس ریگستان میں بغیر کفن دفن کے ختم ہو جائے گا نہ نماز پڑھی جائے گی اور نہ قبر میسر ہو گی۔ اتنی دیر میں ریت کا ایک پہاڑ میرے اوپر آ کر گرا اور میں اس کے نیچے دبا حضرت کو یاد کرتا رہا جب دم نکلنے کو ہی تھا کہ لگا کہ کسی نے میرے اوپر سے ریت ہٹائی اور میرا ہاتھ پکڑ کر ریت سے باہر نکالا۔ میری آنکھوں میں مٹی بھری ہوئی تھی۔ جب مٹی صاف کر کے آنکھیں کھولی تو میں نے دیکھا کہ میں ایک مسلمان بستی میں کھڑا ہوا ہوں وہاں کے لوگوں نے میری بڑی آؤ بھگت کی اور اپنے گھر لے گئے۔ ٹھنڈا پانی اور گرم کھانے سے میری خاطر کی۔ میں کئی دن تک وہاں رکا اور ایک قافلے کے ساتھ واپس آ گیا۔ جب اس ہاتھ نے مجھے تھاما تھا تو میں نے سنا کہ حضرت مجھ سے کہہ رہے تھے کہ کتنی بار منع کیا ہے کہ بغیر قافلے کے سفر مت کیا کرو۔

۱۵۲۔ حضرت تاج الاولیاءؒ مچھلی کے شکار کے لیے ندی کے کنارے جایا کرتے تھے۔ شکار کا تو بہانہ تھا دراصل پانی کے پاس جا کر کچھ عبادتیں ہوتی ہیں جو ولی اللہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عام لوگ اسے حضرت کا شوق سمجھتے تھے اور کچھ لوگ اعتراض بھی کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت پہلا دیور مچھلی کے شکار کے لیے تشریف لے گئے۔ دریا کے کنارے ایک باغ تھا جہاں ایک ہندو فقیر رہتا تھا۔ اس نے آپ کو دیکھ کر منع کیا کہ یہاں شکار مت کھیلنا۔ آپ نے شکار کی چھڑ اٹھا کر الگ رکھ دی اور اپنے ملازم سے کہا کہ حقہ لے آؤ۔ حقہ پی کر واپس چلتے ہیں۔ وہ فقیر یہ سمجھا کہ میرے کہنے کا

ان پر کوئی اثر نہیں ہوا وہ اپنا چمٹا لے کر آیا اور کہا کہ یہاں شکار نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرا ارادہ خود شکار کا نہیں رہا میں تو حقے کا انتظار کر رہا ہوں اور اگر شکار کرتا تو مچھلی شکار ہو ہی جاتی۔ سادھو بولا کہ تم بڑے کھلاڑی ہو ایک مچھلی مار لو تو جانیں۔ حضرت نے بے خیالی میں چھڑ اٹھائی اور پانی میں ڈال دی لیکن وہ چھڑ فوراً ٹوٹ گئی۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں اس وقت بے خیال تھا۔ پھر آپ نے ایک ڈوری سے چھڑ کو باندھا اور پانی میں ڈال دیا وہ سادھو بھی سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ ماحول میں اتنا زیادہ ڈراؤنا پن پیدا ہو گیا تھا کہ کسی کو وہاں رکنے کی ہمت نہ ہوئی اور سب ادھر اُدھر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت نے ایک مچھلی نکالی اور پھر دوسری نکالی اور چھڑ کو اٹھا کر پھینکتے ہوئے اس سادھو سے کہا کہ میاں آپ نے بے وجہ ضد کی۔ کھیل تو ایسی چیز ہے کہ مچھلی شکار ہو ہی جاتی ہے۔ سادھو ہاتھ جوڑ کر بولا گرو میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے لیے تو کوئی منادی نہیں ہے۔ ساری دنیا تمہاری ہے۔ آؤ میری جھونپڑی پر چلو۔ وہ اپنی جھونپڑی پر آپ کو لے گیا۔ اس سادھو نے یوگ سے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ دکھایا۔ حضرت نے اس سے بڑھ کر جواب دیا۔ آخر میں بولا گرو اپنی دیا کی نظر مجھ پر ہمیشہ رکھنا۔ جب حضرت مکان پر پہنچے تو آدمی آٹا گھی اور شکر لے کر آیا اور کہا کہ ہمارے گرو نے آپ کے لیے دعوت بھیجی ہے۔ حضرت جب بھی اس طرح جاتے تو وہ حضرت کی دعوت کرتا۔

۱۵۳۔ حضرت کے مرید چاند خان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاءؒ جابر اتشریف لے جا رہے تھے۔ میں اور شیخ محی الدین حضرت کے ساتھ تھے۔ ٹرین کا سفر تھا۔ ایک اسٹیشن پر گاڑی رکی۔ تو حضرت نے اپنے نوکر نتھو سے کہا کہ ہمارے حقے کی چلم بھرلاؤ۔ نوکر نے کہا کہ حضور سیٹی بج چکی ہے گارڈ نے جھنڈی

دکھادی ہے اور ریل چلنے والی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا۔ تم اترو اور چلم بھرلاؤ۔ جب نوکر ریل سے اتر رہا تھا تو گارڈ نے کہا کہ گاڑی چل دے گی اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ اس چھڑی کے ایک سرے کو ماتھے سے لگا کر بیٹھ گئے۔ گاڑی چل کے ہی نہ دی۔ لوگ معلوم کرنے گئے تو معلوم ہوا کہ انجن میں کچھ خرابی ہوگئی ہے۔ جس وقت آپ کا نوکر حقے کی چلم تازہ کر کے لایا۔ آپ نے اپنی چھڑی پر سے سر اٹھایا اور ریل چل پڑی۔

۱۵۴۔ چاند خان کا بیان ہے کہ ایک آدمی جو حضرت کا مرید تھا۔ وہ اپنے وطن سے حضرت سے ملنے کے لیے بریلی شریف آرہا تھا۔ اس زمانے میں لوگ یا تو پیدل سفر کرتے تھے یا بیل گاڑی وگھوڑے پر کرتے تھے۔ اس آدمی کا گاؤں بریلی شریف کے قریب ہی تھا وہ پیدل ہی آرہا تھا۔ راستے میں گھنا جنگل پڑتا تھا۔ اچانک دیکھا کہ سڑک کے بیچوں بیچ شیر بیٹھا ہوا ہے۔ بہت پریشان ہوا۔ چاہے آگے بڑھتا یا پیچھے بھاگتا شیر حملہ کردیتا۔ اللہ سے دعائیں کی اور حضرت کو یاد کیا کہ میں تو آپ کی زیارت کے لیے آرہا تھا۔ مجھے بچائیے۔ یہاں بریلی شریف میں حضرت اس وقت نماز کے لیے وضو کررہے تھے آپ نے وضو کے لوٹے کو اٹھا کر زور سے دیوار پر مارا اور زور سے کہا ''ہٹ جا''۔ ادھر آپ کا یہ کہنا تھا شیر اٹھا اور جنگل میں چلا گیا۔ یہاں بریلی شریف میں جو لوگ اس وقت موجود تھے انہیں بڑی حیرانی تھی کہ حضور نے کیوں لوٹا اٹھا کر پھینک دیا۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہوا۔ آپ نے اس آدمی کا نام لے کر کہا کہ وہ میرے پاس آرہا تھا۔ راستے میں اسے شیر نے گھیر لیا تھا۔ اللہ نے اسے بچالیا دو تین دن کے بعد جب وہ بریلی شریف پہنچا تو لوگوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ راستے میں کیا واقعہ ہوا۔ اس نے بتایا کہ جنگل میں ایک شیر سامنے

CamScanner

آ گیا تھا اللہ نے میرے پیر کی طاقت سے بچایا۔

۱۵۵۔مولوی فضل کریم صاحب جو غازی پور کے رہنے والے تھے وہ حضرت تاج الاولیاءؒ کے بڑے خلیفاؤں میں سے تھے۔انھوں نے ایک دن محمد فائق صاحب سے اپنے مرید ہونے کا حال بتایا۔انہوں نے بتایا کہ مجھے جوانی میں یہ خواہش ہوئی کہ کسی سچے بزرگ اور ولی سے اللہ کا راستہ پوچھوں۔ میں اس تلاش میں نکلا۔ پہلے اپنے ہی خاندان میں نقش بندی سلسلے کے بزرگ تھے۔ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہت عبادت کی۔اور وہاں سے خلافت بھی مل گئی۔لیکن میرے اندر کی جو تلاش تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔نقشبندی سلسلے کے اور بزرگوں کے پاس بھی رہا۔وہاں بھی محنت کی عبادتیں کیں۔لیکن دل میں جو ایک بے قراری تھی اسے سکون نہیں آیا۔ میں سامان باندھ کر سفر پر روانہ ہو گیا۔شہروں شہروں گھومتا رہا۔ جہاں معلوم ہوتا کہ وہاں کوئی بزرگ ہیں ان کے پاس جاتا۔ کچھ دن تک رکتا۔لیکن دل کو سکون نہیں ملتا۔گھومتے گھومتے بریلی شریف آیا۔خانقاہ میں پہنچا اور حضرت سے ملنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ آپ شکار پر گئے ہوئے ہیں اسی وقت دل میں یہ خیال آیا کہ یہ کیسے فقیر ہیں جو سیرو شکار میں پھرا کرتے ہیں۔ پہلے تو جی چاہا کہ چلا جاؤں پھر سوچا کہ آ گیا ہوں تو مل ہی لوں۔حضرت شکار سے تشریف لائے تو دیکھنے میں پیروں وفقیر والی کوئی بات نظر نہیں آئی نہ لمبی ڈاڑھی تھی۔نہ فقیروں جیسا جھولا لباس تھا۔عمدہ لباس پہن رکھا تھا۔چھوٹی سی داڑھی تھی۔خانقاہ میں کبوتر بٹیر پلے ہوئے تھے۔میں نے سوچا کہ یہاں اللہ کا نام کون لے گا۔کچھ دن رہنے کے بعد میں نے اجازت مانگی۔آپ نے فرمایا کہ اگر آپ نے ارادہ کر ہی لیا ہے تو اللہ حافظ۔رات کو جا کر گاڑی بک کروا کر آ گیا تا کہ صبح ہی صبح نکل لوں۔رات کو میں نے حضرت نیاز بے نیازؒ کو خواب میں دیکھا۔تشریف لائے

اور میرے سرہانے بیٹھ گئے۔ اور پوچھا کہ کیسے آئے تھے اور کیسے چلے۔ میں نے کہا کہ اللہ کا نام سیکھنے آیا تھا لیکن یہاں تو ایسا کچھ نظر نہیں آیا۔ اب کسی اور جگہ جاتا ہوں۔ آپ نے حضرت تاج الاولیاءؒ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جو سیکھنا ہو ان سے سیکھو۔ سن لو کہ سارے جہاں میں پھرو گے لیکن اللہ کا نام تمہیں ان سے ہی ملے گا۔ آنکھ کھلی تو فجر کا وقت ہو رہا تھا۔ اسی وقت بیل گاڑی والا آ گیا۔ لیکن میں گیا نہیں۔ صبح خانقاہ میں پہنچا۔ حضرت تاج الاولیاءؒ حویلی سے تشریف لائے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ فضل کریم تم گئے نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بیعت کر لیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ''تم تو مولوی ہو۔ بہت سے بزرگوں کی خدمت میں رہ چکے ہو۔ مجھ سے مرید ہونے کو کیوں کہتے ہو۔ میں تو شکار کھیلتا ہوں۔ تیتر بٹیر پالتا ہوں۔ نہ فقیروں جیسی لمبی داڑھی رکھتا ہوں اور نہ ان جیسا لباس پہنتا ہوں۔'' جو میرے دل میں حضرت کے لیے خیالات آئے تھے حضرت نے سب بیان کر دیئے۔ میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہونے لگا۔ لیکن آپ برابر منع کرتے رہے کہ میں بیعت نہیں کروں گا۔ جتنا آپ منع کرتے اتنی ہی خواہش میری زیادہ بڑھتی۔ میں نے بہت زور دیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے کہنے سے تم اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ دو گے۔ میں نے کہا کہ سوچ کر کر بتاؤں گا۔ اگلے دن جا کر کہا کہ میں چھوڑ دوں گا۔ اسی طرح حضرت شرطیں رکھتے گئے اور میں سوچ سوچ کر حامی بھرتا رہا۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ مجھ سے کبھی اللہ کا نام مت پوچھنا۔ اگلے دن میں نے اس کے لیے بھی حامی بھر لی۔ یہ آزمائش اس وجہ سے تھی کہ مجھے پہلے ہی کئی خلافت نامے مل چکے تھے اور میں اپنے آپ کو بڑا عالم سمجھتا تھا۔ دوسرے حضرت کی طرف سے دل میں اتنے غلط خیال پیدا ہوئے تھے۔ آخر حضرت نے بیعت کر لیا۔ کافی دن تک خانقاہ میں رہا۔ ایک دن میں حضرت سے کہا کہ مجھے بھی کچھ

وظیفے بتائے۔ آپ نے غصے میں دیکھا اور کہا کہ "فضل کریم تم اپنا وعدہ بھول گئے۔ میں نے معافی مانگ لی۔ کئی مہینوں کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تمھیں گھر گئے ہوئے کئی مہینے ہو گئے۔

گھر ہو آؤ۔ اور سنا ہے کہ بنارس میں آج کل میلا لگا ہوا ہے۔ جی چاہے تو اسے بھی دیکھتے آنا۔" میں یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور حضرت سے رخصت ہو کر پہلے بنارس پہنچا اور ایک سرائے میں ٹھہرا۔ میلا دیکھنے کے لیے نکلا تو راستے میں ایک بے حد حسین لڑکی نظر آئی۔ میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ وہ تو نہ جانے کہاں غائب ہو گئی۔ لیکن میرا برا حال ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ سینے میں آگ سی لگی ہوئی ہے۔ کسی طرح چین نہیں آتا تھا جب دل غم سے بھر گیا تو خیال آیا کہ جنھوں نے یہ آگ لگائی ہے وہیں پہنچنا چاہیے۔ میں واپس بریلی شریف آ گیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت نے مجھ پر نظر ڈالی اور کہا کہ "اچھا رنگ آئے۔" اپنے پاس بٹھایا اور میری طرف توجہ کی۔ نہ اس لڑکی کا خیال رہا اور نہ ہی وہ بے قراری رہی۔ اور اللہ کی طرف ایسی توجہ پیدا ہوئی جو پہلے کبھی نہیں تھی۔ حضرت نے دل میں عشق پیدا کرنے کے لیے یہ ترکیب کی تھی۔ مولوی فضل کریم صاحب بہت بڑے بزرگ ہوئے حضرت نے خلافت دی اور بہت سے لوگوں کو ان سے فیض پہنچا۔

۱۵۶۔ حضرت کے ایک مرید بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک شہر کے ایک امیر آدمی جو رئیس کہلاتے تھے، حضرت سے ملنے کے لیے خانقاہ شریف میں آئے۔ دو ایک دن رہ کر وہاں کا حال دیکھا۔ حضرت کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ نہ کوئی اور ذریعہ نظر آتا ہے۔ پھر یہ بادشاہوں جیسی شان و شوکت کیسے چلتی ہے۔ انھوں نے جا کر حضرت سے پوچھا کہ ایسی حالت میں آپ کا کام کس طرح چلتا ہے۔ حضرت جواب دیا کہ

CamScanner

''جو اللہ کھلا دیتا ہے کھالیتا ہوں اور جو پہنا دیتا ہے پہن لیتا ہوں۔ میرے پیر کا کرم ہے مجھ پر'' ان رئیس کو خیال آیا کہ آپ کے پیر تو اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں پھر کس طرح کھلاتے اور پہناتے ہیں۔ اسی رات کو حضرت نے فرمایا کہ ہم شکار کے لیے جائیں گے۔ کچھ لوگوں کو کھانے پینے کے سامان کے ساتھ گاڑی میں روانہ کر دیا اور ان رئیس کو لے کر آپ گھوڑوں پر روانہ ہوئے۔ گھوڑے تیز چلنے والے تھے۔ گاڑی سے بہت آگے نکل گئے۔ آپ ایسی جگہ پہنچے جہاں دور دور کوئی بستی نہیں تھی۔ دوپہر ہو گئی تھی۔ آپ نے ایک درخت کے نیچے گھوڑے کی زین بچھائی اور بیٹھ گئے۔ وہ گاڑی جس میں کھانا تھا باقی لوگ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ رئیس صاحب کا بھوک اور پیاس سے بہت برا حال تھا۔ اتنے میں دو فقیر آئے۔ انھوں نے حضرت سے کچھ مانگا۔ آپ کے پاس اس وقت اور کچھ نہیں تھا۔ آپ نے ایک کو اپنے کپڑے دے دیئے اور دوسرے کو اپنی ٹوپی دے دی۔ رئیس حیران تھے کہ زیر جامہ میں ہیں۔ ذرا ہی دیر میں اس علاقے کے راجا کے نوکر ایک گاڑی میں حاضر ہوئے اور کہا کہ راجا صاحب نے آداب عرض کیا ہے انہیں آپ کے آنے کی خبر مل گئی تھی۔ انھوں نے آپ کے لیے کھانا اور کپڑے بھیجے ہیں۔ حضرت نے وہ کپڑے پہنے اور رئیس صاحب سے کہا کہ ''آپ بھوکے ہوں گے آپ کھانا کھائیے۔ آپ نے ان سے کہا۔ آپ تو سوچتے تھے کہ میرے پیر اس دنیا سے جا چکے ہیں، آپ نے دیکھا کہ وہ کس طرح کھلاتے اور پہناتے ہیں۔''

۱۵۷۔ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاءؒ کے پاس ایک ہندو آدمی آیا اس نے بتایا کہ وہ لوہے کو سونے میں بدل سکتا ہے۔ وہ کئی دن ٹھہرا وہ جب بھی آپ کی خدمت میں آ کر بیٹھتا تھا تو یہی باتیں بتاتا رہتا تھا اور آپ خاموش بیٹھے سنتے رہتے تھے۔

جب کئی بار اس نے اپنے فن کی بات کی تو ایک دن آپ نے اپنے صاحب زادے ننھے میاں سے کہا کہ یہ آدمی بار بار کیمیا کا ذکر کرتا ہے (راکھ سے سونا بنانے کا علم) تم خانقاہ کے چولہے کی سفید راکھ ایک چاول کی برابر ایک کاغذ میں باندھ لو اور جب ہم مانگیں تب لے آنا۔ اگلے دن پھر وہ آدمی آیا اور کیمیا کا ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم جب بھی آتے ہو کیمیا کا ذکر کرتے ہو ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ہمارا اللہ ضرورت کے مطابق چاندی کے سکے دے دیتا ہے۔ (اس زمانے میں سکے چاندی کے ہوتے تھے) ہمیں چولہا پھونکنے اور دھونکنی پھونکنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیمیا تو تھوڑی مٹی سے بھی بن سکتا ہے۔ اس آدمی کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تو آپ نے کہا کہ اچھا بازار سے تھوڑا سا پارہ (مرکری) خرید لاؤ وہ آدمی جا کر پارہ اور لوہے کا کنڈہ خرید لایا۔ اس لوہے کے کنڈے کا گول سا چھلا بنا کر اس کے بیچ میں پارہ ڈال دیا۔ حضرت نے ننھے میاں سے فرمایا کہ چاول بھر خاک لے آؤ۔ جب وہ خاک آ گئی تو آپ نے پارے کے اوپر خاک ڈالی اور اسے ڈھک کر نیچے آگ جلا دی گئی۔ تھوڑی دیر میں لوہے کے کنڈے جل کر راکھ ہو گئے تو حضرت نے حکم دیا کہ اسے کھول دو اور راکھ ہٹا کر دیکھو۔ راکھ ہٹائی گئی تو پارہ چاندی کی ڈلی میں بدل چکا تھا۔ وہ آدمی آزمانے کے لیے چاندی اٹھا کر بازار لے گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ کھری چاندی تھی۔ اس نے چاندی کو بیچ کر حضرت کی خدمت میں پیسے لا کر پیش کیے آپ نے فرمایا کہ کسی غریب کو دے دو۔

۱۵۸۔ برکت اللہ ایک انگریز کے ہاں ہاتھی چلانے پر نوکر تھے۔ اور حضرت کے مرید تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں انگریز ضلع کے جج کے ساتھ ملاوائل کے جنگل میں کالے تیتروں کا شکار کرنے گیا۔ جب گھنے جنگل میں پہنچے تو ایک شیر نظر آیا۔

انگریز کے کہنے پر اسے گھیر کر لایا گیا اور صاحب نے اس کے گولی ماردی۔لیکن وہ زخمی شیر جب اچھلا تو اس نے ہاتھی کے منہ پر پنجہ مارا جس پر انگریز سوار تھا۔شیر کا پنجہ اتنا زبردست تھا کہ ہتھنی کا منہ پھر گیا۔ پھر وہاں سے لوٹ کر اس نے میرے ہاتھی پر حملہ کیا۔ہاتھی کے دونوں کان پکڑ کر اس کے سر پر آ بیٹھا۔اوراس کے سر کو زخمی کر دیا۔اب شیر کے اور میرے بیچ میں کوئی فاصلہ نہیں تھا۔گھبراہٹ اور پریشانی میں میں نے حضرت کو یاد کیا۔یاد کرتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ میرے اور شیر کے بیچ میں مضبوط سی چیز رکاوٹ کے طور پر کھڑی ہوگئی ہے۔اتنی دیر میں ہتھنی نے شیر کو سونڈ سے پکڑ کر نیچے گرادیا۔اس کے گرتے ہی انگریز نے اس پر گولیاں چلائی اوراسے ماردیا۔لیکن میری جان جس کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی،صرف حضرت کی دعا سے بچی۔

۱۵۹۔داروغہ محمد جان کا بیان ہے کہ ایک بار فوج میں جہاں میرا تبادلہ ہوا وہاں اسی (۸۰) افغان اور ستر (۷۰) ہندوستانی میرے نیچے کام کر رہے تھے۔افغان فوجی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ ہندوستانی نوکروں کو گالیاں دیتے تھے اور طرح طرح سے پریشان کرتے تھے۔ ہندوستانی فوجیوں نے مجھ سے کئی بار شکایت کی۔ میں نے کئی بار افغانوں کو سمجھایا لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ان کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ایک دن مجھے غصہ آ گیا میں نے ہنٹر لے کر حضرت نیاز بے نیازؒ کو مدد کے لیے پکارا اور ان افغانوں کو ہنٹر سے مارنا شروع کیا۔اسی (۸۰) آدمی تھے۔ میں گھنٹہ بھر ہاتھ چلاتا رہا۔اور افغان مار کھاتے رہے اور بھاگتے رہے۔لیکن کسی کو ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی۔آخر ایک آدمی نے مجھے روکا اور سارے افغانوں نے مجھ سے معافی مانگی۔اور اس کے بعد کبھی بدتمیزی نہیں کی۔

یہ حضرت قبلہ کی دعا ہی تھی ورنہ اتنے سارے لمبے چوڑے افغانیوں کے

سامنے میری کیا حیثیت تھی۔ اگر ایک ہاتھ بھی مار دیتے تو میرا کام تمام ہو جاتا۔

۱۶۰۔ سید حسین شاہ بریلی شہر میں بہاری پور کے رہنے والے تھے۔ یعنی خانقاہ شریف کے پڑوسی تھے۔ وہ حضرت کے مرید تو نہیں تھے لیکن روزانہ خانقاہ کا ایک چکر ضرور لگا لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ کئی دن تک نہیں آئے تو حضرت نے پوچھا کہ کیا بات ہے کئی دن سے حسین شاہ نہیں آئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ پاگل ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پڑوسی ہیں چلو چل کر دیکھ آئیں۔ چنانچہ حضرت تشریف لے گئے۔ جا کر دیکھا تو لوگوں نے انہیں زنجیر سے باندھ رکھا تھا۔ حضرت نے اپنے صاحبزادے ننھے میاں سے فرمایا کہ کہو تو کھول دوں۔ ننھے میاں صاحب نے کہا کہ کیا ضرورت ہے یہ ہمارے سلسلے میں تو داخل ہیں نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ امت محمدی تو ہیں۔ آپ نے جتنے لوگ وہاں موجود تھے ان سے کہا کہ آپ لوگ باہر چلے جائیں۔ پھر آپ نے سید حسین شاہ سے کچھ بات کی، جسے سن کر وہ اچانک چپ ہو گئے۔ حضرت نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔ دس منٹ بعد سید حسین شاہ اپنے حواسوں میں آ گئے اور حضرت کے قدم پکڑ لیے۔ حضرت نے لوگوں کو آواز دے کر بلایا اور فرمایا کہ اب ان کو کھول دو اب ان کا پاگل پن جاتا رہا۔ سید صاحب بالکل ٹھیک ہو گئے۔ اور باقی عمر نعتیں کہتے تھے یا پھر خاموش رہتے تھے۔

آخر عمر میں حضرت تاج الاولیاءؒ کی ظاہری آنکھیں جاتی رہی تھیں یعنی آپ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ اپنی (باطنی) اندر کی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ سکتے تھے اور اس طرح دیکھ سکتے تھے کہ آنکھوں والے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایسی بہت سی کرامتیں مریدوں نے بیان کی ہیں کہ آپ سے ظاہری آنکھیں نہ ہونے کے زمانے میں سامنے آئی۔ دو تین واقعات یہاں لکھے جاتے ہیں:

(۱) بہت سال پہلے آپ اپنے کسی مرید کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ اس کے برسوں کے بعد جب آپ کی ظاہری آنکھیں جاتی رہی تھیں تو وہ دوبارہ اسی گھر میں جانے کا پروگرام ہوا۔ حضرت نے گھر میں قدم رکھتے ہی فرمایا کہ لگتا ہے کہ اس مکان کو دوبارہ بنایا گیا ہے اور اس میں بہت سی تبدیلیاں کر دی گئی ہیں۔ اور سچ میں ایسا ہی تھا، لیکن آپ نے آنکھیں نہ ہوتے ہوئے بھی قدم رکھتے ہی سب دیکھ لیا۔

(۲) اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ کسی زمانے میں آپ ایک تقریب میں میرٹھ تشریف لے گئے تھے۔ اسٹیشن سے مکان تک گھوڑا گاڑی میں جانا ہوا تھا۔ بہت برسوں کے بعد پھر میرٹھ جانے کا اتفاق ہوا اب آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھی۔ آپ کو لینے کے لیے وہی گھوڑا گاڑی اس مرتبہ بھی بھیجی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاڑی میں جو گھوڑوں کی جوڑی کام کر رہی تھی۔ اس کا ایک گھوڑا بدلا ہوا لگ رہا ہے ۔ ایک تو پرانا والا ہے اور دوسرا نیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ ان میں سے ایک گھوڑا مر گیا ہے اسی لیے دوسرا گھوڑا لگایا گیا ہے۔ آپ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اس فرق کو محسوس نہیں کر سکے۔

(۳) ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ریشمی کپڑوں کے تھان آئے ۔ میں نے حضرت کے سامنے پیش کر دیئے۔ آپ ان میں سے ہر تھان پر ہاتھ پھیرتے تھے اور اس کا رنگ بتاتے تھے کہ یہ کیسا ہے۔ اور ہو بہو وہی رنگ نکلتا تھا۔

(۴) خانقاہ میں رہنے والے مریدوں کا بیان تھا کہ کئی بار ایسا ہوا کہ کسی مسئلہ کے بارے میں تفصیل جاننے کی ضرورت پیش آتی تھی اور آپ حکم دیتے تھے کہ فلاں کتاب نکالو۔ جب کتاب آتی تو آپ جو بھی موجود ہوتا اس سے فرماتے کہ اس کتاب میں سے اس مسئلہ کو نکالو، جس کو حکم دیتے تھے وہ ڈھونڈتا ہی رہ جاتا تھا اور جب کچھ دیر

CamScanner

ہو جاتی تو آپ اس کے ہاتھ سے خود کتاب لے لیتے۔ کتاب بند کر کے کھولتے اور فرماتے پڑھو اور وہی ورق ہوتا جس میں وہ مسئلہ لکھا ہوتا۔

۱۶۱۔ حضرت تاج الاولیاءؒ کے مریدوں میں سے ایک صاحب کا بیان ہے کہ غدر 1857ء میں جب سپاہیوں نے انگریزوں کے خلاف لڑائی شروع کر دی تھی۔ حضرت دہلی میں کالے صاحب کے مکان پر تشریف رکھتے تھے۔ بہادر شاہ ظفر کو جب حضرت کے آنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے حضرت کو دعوت کے لیے بلاوا بھیجا۔ آپ نے انکار کر دیا کہ میں جن کا مہمان ہوں اس کے علاوہ کسی کی دعوت قبول نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے کالے صاحب کہلوایا کہ آپ حضرت سے کہہ کر ہماری دعوت قبول کروا دیجئے۔ کالے صاحب نے ان کو یقین دلایا کہ میں حضرت کو لے آؤں گا۔ پھر کالے صاحب نے کہا کہ آپ میرے مہمان ہیں اور جہاں میں کھانا کھاؤں گا وہی آپ کو بھی چلنا پڑے گا۔ حضرت راضی ہو گئے۔ بادشاہ نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ دستر خوان پر پچاسوں طرح کے کھانے تھے اور کھلانے والے بھی پورے ادب و آداب کے ساتھ خاطر کر رہے تھے۔ کھانے کے بعد بادشاہ نے کہا کہ میں اکیلے میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ اپنے لوگوں کو باہر بھیج دیجئے۔ میرے ساتھ جو ہیں ان سے کوئی پردہ نہیں ہے۔ جب دربار کے سب لوگ باہر چلے گئے تو بادشاہ نے حضرت سے کہا کہ یہ تاج آپ میرے سر پر رکھ دیجئے تاکہ میری بادشاہت بنی رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب آپ شاہی تاج کی ہوس نہ کیجئے اور اچھا تو یہ ہوگا کہ آپ انگریزوں سے سمجھوتہ کر لیجئے اور سکون سے بیٹھے رہئے۔ یہ کہہ کر حضرت واپس تشریف لے آئے۔ لیکن بادشاہ نے ان کی بات نہیں مانی اور سب جانتے ہیں کہ پھر کیا ہوا کہ بادشاہ کے سبھی بیٹے اور پوتوں کو ان کے سامنے قتل کر دیا گیا

اور انہیں قید کر کے رنگون بھیج دیا گیا۔

بریلی شریف واپس آنے کے کچھ دن بعد ایک دن انگریز جج کلکٹر اور پولیس کا اعلیٰ افسر اپنے نوکروں کے ساتھ خانقاہ شریف میں آئے۔ تمام خانقاہی گھبرا گئے۔ حضرت مسند پر بیٹھے تھے۔ یہ لوگ بھی سب بیٹھ گئے۔ اور حضرت سے سوال کرنے شروع کیے کہ غدر کے زمانے میں آپ کہاں تھے؟ بادشاہ نے آپ کی دعوت کی تھی اور بادشاہ نے آپ سے سر پر تاج رکھنے کے لیے کہا تھا۔ آپ ہر بات پر ہاں کہتے رہے۔ پھر انھوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے بادشاہ سے کہا تھا کہ انگریزوں سے سمجھوتا کرلو۔ آپ نے فرمایا ''ہاں''۔ سب بات ہو چکی تو انگریز جج نے کہا کہ ہماری ملکہ نے آپ کا شکریہ ادا کیا ہے اور آپ کے لیے نذر بھیجی ہے کہ آپ نے ان کا بھلا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ نہ میں نے آپ کی ملکہ کا بھلا چاہا اور نہ ہی میں کوئی نذر لوں گا۔ میں نے بادشاہ کے لیے جو کہا تھا وہ ان کے بھلے کے لیے کہا تھا۔

۱۶۲۔ مولوی محمد ظریف صاحب بہت بڑے عالم تھے افغانستان اور ایران کی طرف کے رہنے والے تھے۔ وہ ہندوستان گھومنے کے لیے آئے اور بریلی شریف بھی آئے۔ کیونکہ حضرت کے خلیفہ عبیداللہ صاحب ان کے شاگرد رہے تھے۔ وہ عبیداللہ صاحب کے پاس ہی ٹھہرے۔ خانقاہ کی شان شوکت دیکھ کر انہیں لگا کہ فقیروں کے پاس ایسی شان کیا کام۔ عبیداللہ صاحب کے بار بار کہنے کے باوجود بھی وہ حضرت سے نہیں ملے اور واپس چلے گئے۔ عبیداللہ صاحب نے حضرت کے سامنے ان کا دو بار ذکر کیا اور افسوس کیا کہ اتنے عالم آدمی اور خانقاہ سے کوئی فائدہ اٹھائے بنا چلے گئے۔ پہلے تو حضرت چپ رہے لیکن جب مولوی صاحب نے بار بار کہا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی ہندوستان میں تو ہے نا۔ مولوی صاحب نے کہا 'جی' ابھی رام پور میں ہیں۔

حضرت خاموش رہے۔ ادھر محمد ظریف صاحب رام پور میں ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔ نظر اٹھائی تو حضرت کی ایک بر چھائی ان کے نزدیک ہوتے ہوئے ان کے اندر سما گئی۔ محمد ظریف صاحب کی عجیب حالت ہوگئی جو سارے شک خانقاہ اور حضرت کے بارے میں تھے وہ دور ہوگئے۔ فوراً بریلی شریف واپس آئے۔ حضرت سے بیعت ہوئے۔ حضرت نے کچھ تعلیم دی اور وہیں کوٹھری میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ وہاں پر حضرت کی توجہ سے بہت اونچے مرتبے پر پہنچے۔ حضرت سے اس حد تک محبت کرتے تھے کہ جو تکلیف حضرت کو ہوتی وہ انہیں بھی محسوس ہونے لگتی۔

۱۶۳۔ غلام محی الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا شہر کے امیر آدمیوں میں سے تھے، جن کا تعلق شاہی خاندان سے بھی تھا یہ لوگ گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے اور حضرت قبلہ نیاز بے نیاز سے بیعت تھے۔ ایک مرتبہ وہ حضرت تاج الاولیاءؒ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضور میرے کوئی اولاد نہیں ہے میرے بعد خاندان کا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہوگی تمہارے اولاد ہو جائے گی۔ ایک سال بعد ان کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ لیکن وہ پیدائش کے وقت ہی مرا ہوا تھا۔ لوگوں نے چاہا کہ بچے کو کوڑے کے ڈھیر پر ڈلوا دیں۔ لیکن دادا صاحب نے منع کر دیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے لیکن مرا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، نہیں تمہارا وہم ہوگا۔ چلو مجھے دیکھاؤ، حضرت دادا صاحب کے ساتھ گھر آئے اور زنان خانے میں تشریف لے گئے۔ آپ نے پوچھا بچہ کہاں ہے۔ بچے کو ایک طرف زمین پر ڈال رکھا تھا۔ حضرت نے ایک تنکہ لے کر بچے کے جسم پر مارا۔ اور فرمایا کہ غلام جیلانی اٹھ جاؤ۔ فوراً ہی بچے کو سانس آئی اور وہ رونے لگا۔ وہ میرے والد تھے، جن کا نام غلام جیلانی رکھا گیا تھا۔ میں انہی کا لڑکا ہوں۔

CamScanner

۱۶۴۔منشی ممتاز احمد صاحب کا بیان ہے کہ میں کسی کامل بزرگ کا مرید ہونا چاہتا تھا۔میں نے اپنے کچھ دوستوں سے اس بات کا ذکر کیا۔اس زمانے میں محمد شیخ صاحب نام کے ایک بزرگ تھے۔میرے دو دوستوں نے کہا ہم تو ان سے بیعت ہوں گے۔قدرت اللہ خاں نے کہا کہ ہم تو ان کے مرید ہوں گے جو خواب میں اپنی صورت دکھادے۔میں نے کہا کہ میں تو خواجہ قطب والوں کا مرید ہو جاؤں اس کے بعد سب اپنی اپنی عبادتوں میں مصروف ہو گئے۔رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تاج الاولیاءؒ شاہ نظام الدین حسین صاحب ایک گھوڑے پر سوار تشریف لائے۔اتنا خوبصورت گھوڑا اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔حضرت کے ساتھ ایک خادم بھی تھے۔آپ کو دیکھ کر میں فوراً کھڑا ہو گیا۔آپ نے مجھے ایک ہرے رنگ کا تہہ بند دیا اور فرمایا کہ اس کو باندھ لے۔اور ایک انار دیا اور فرمایا کہ کھا لے۔میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔اس کے بعد حضرت گھوڑے پر سوار ہو کر خانقاہ شریف تشریف لے گئے اور میں بھی پیچھے ساتھ ساتھ پہنچا۔میں نے دیکھا کہ خانقاہ شریف میں ہزاروں طاق بنے ہوئے ہیں اور ہر طاق میں روپے سے بھری ایک تھیلی رکھی ہے۔آپ نے فرمایا اپنی تھیلی اٹھا لے۔میں نے تھیلی اٹھائی اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔میرے دل و دماغ پہ ایک عجیب سی خوشی طاری تھی۔میں صبح ہی نہا دھو کر خانقاہ شریف پہنچا۔حضرت ایک مونڈھے پر بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت نیاز بے نیاز کی قبر پر پھولوں کے گملے رکھے ہوئے تھے اور آپ کے پیچھے کوٹھری میں کبوتر بند تھے۔میں نے سلام کر کے عرض کیا کہ مجھے بیعت کر لیں۔آپ نے فرمایا کہ میاں دنیا میں اور بھی بہت سے فقیر ہیں محمد شیخ صاحب ہیں۔فضل الرحمٰن صاحب ہیں۔وہاں جاؤ میں اس قابل کب ہوں۔یہ دیکھو پھولوں کے گملے رکھتا ہوں۔کبوتر پالتا ہوں میرے

پاس کیوں آئے ہو۔ یہ وہ ساری باتیں تھی جو میں نے اور میرے دوستوں نے آپس میں کی تھیں۔اب حضرت میں میرا عقیدہ اور بھی پکا ہو گیا۔ میں نے اپنا خواب بیان کیا اور حضرت نے مجھے بیعت کر لیا۔ کچھ دن بعد میرے دوست قدرت اللہ خاں نے بھی حضور قبلہ کو خواب میں دیکھا آپ نے غصہ سے کہا کہ تو کرامت دیکھنا چاہتا ہے۔ اگلے روز وہ بھی حاضر ہو کر حضرت کے مرید ہو گئے۔

۱۶۵۔ممتاز احمد صاحب اپنا ایک اور واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں بہت بیمار ہوا۔ مجھے دماغ کا بخار ہو گیا جیسے سرسام کہتے ہیں۔ایک مشہور ڈاکٹر میرا علاج کر رہے تھے۔ میری حالت دیکھ کر وہ بھی ناامید ہو گئے۔انھوں نے کہا کہ حالت بہت خراب ہے نبض نے جواب دے دیا ہے۔شام تک ختم ہو جائیں گے۔ میری زندگی سے ناامید ہو کر میرے ایک دوست ڈولی میں ڈال کر مجھے حضرت تاج الاولیاءؒ کی خدمت میں لے گئے۔انھوں نے سوچا کہ ان کا مرید ہے وہیں موت آئے تو زیادہ اچھا ہے۔ میں بالکل بے ہوش تھا۔ میری ڈولی حضرت کے سامنے لے جا کر رکھ دی گئی۔ میرے دوست نے میرا سارا حال بتایا اور کہا کہ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے۔حضرت نے فرمایا کہ کیا میں حکیم ہوں جو علاج کرانے لائے ہو یا میں مسیحا ہوں کہ زندہ کر دوں گا۔کسی حکیم کے پاس لے جاؤ ان میں اب کچھ باقی نہیں رہا۔آپ کی بات سن کر میرے دوست ڈولی اٹھوا کر باہر لے آئے۔ابھی باہر نکلے ہی تھے کہ آپ کے خادم دوڑ کر آئے اور کہا کہ حضور نے ڈولی واپس بلوائی ہے۔ چنانچہ میری ڈولی واپس لائی گئی۔آپ نے ایک نظر ڈالی کہ مجھے ہوش آتا ہوا محسوس ہوا۔ پھر ایک نسخہ لکھ کر دیا کہ اس کو ابھی پلاؤ اور دونوں وقت مجھے اس کا حال بتاؤ اگر کھانا مانگے تو بکری کے گوشت میں لوکی پکا کر اس کا شوربا دینا۔ جو دوائیں آپ نے بتائی تھیں ان میں

سے ایک دوا کا نام مجھے آج تک یاد ہے۔اس کا نام خبازی تھا۔ان دواؤں کو مجھے پلایا گیا اور میری حالت بہتر ہونی شروع ہوگئی۔تیسرے دن میں کافی ٹھیک ہوگیا تھا میں نے کہلوایا کہ حضرت اگر اجازت دیں تو میں خربوزہ کھالوں۔آپ نے فرمایا کہ ابھی تو قبر کا منہ دیکھ کر آئے ہیں اور ابھی خربوزہ مانگ رہے ہیں۔نہیں خربوزہ ان کے لیے نقصان دہ ہے جب بالکل ٹھیک ہو جائیں تب کھانا۔ایک ہفتے میں میں بالکل ٹھیک گیا اور مٹھائی لے کر سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا۔لیکن بیماری کے اثر سے کانوں سے بالکل بہرا ہوگیا تھا۔حضرت نے کان میں ڈالنے کے بھی ایک دوا بتائی اور برابر استعمال کرنے کی تاکید کی۔تین دن میں میرے کان کھل گئے۔تھوڑی سی کمزوری باقی تھی کہ میں نے لاپرواہی میں دوائی چھوڑ دی۔جس کی وجہ سے میں اب تک تھوڑا اونچا سنتا ہوں۔

۱۶۶۔ایک مرتبہ حضرت جابرا تشریف لے جا رہے تھے۔راستے میں رات ہوگئی تو خیمے اور شامیانے لگا دیئے گئے۔ایک خیمے میں حضرت آرام فرما رہے تھے اور بڑے خیمے میں اور سب ساتھی سو رہے تھے۔رات کو بہت تیز ہوا چلنی شروع ہوئی اور ایسی آندھی آئی کہ خیمہ کے ڈنڈے اکھڑ گئے اور سبھی لوگ اس میں پھنس گئے۔اسرار احمد صاحب جو ہمارے ساتھ تھے۔ان کے سینے پر شامیانے کا ڈنڈا آ کر گرا۔وہ بے ہوش ہوگئے اور ان کے پیشاب میں خون آنے لگا۔ایسا لگتا تھا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔میں حضرت کے پاس حاضر ہوا اور اسرار احمد صاحب کا حال بتایا۔آپ نے فرمایا کہ وہ مرے گا نہیں۔تھوڑی دیر بعد حضرت نے انہیں بلایا اور ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اللہ کا فضل ہے کہ پسلی نہیں ٹوٹی۔پھر ہم لوگوں سے فرمایا کہ شام کو ان کو گھر پہنچا دو۔اسرار احمد کہنے لگے کہ حضور میں بالکل ٹھیک ہوں بالکل کوئی تکلیف نہیں

ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر بھی تم گھر چلے جاؤ۔ اسرار صاحب برسوں زندہ رہے ان کے سینے اور پسلیوں میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

۱۶۷۔ عزت یار خان صاحب جو جہان آباد کے رئیس تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت مچھلی کے شکار کے لیے جہان آباد سے تین میل دور ندی کے کنارے تشریف لائے۔ والد صاحب کو جب معلوم ہوا تو انھوں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا کہ ہمارے پاس اتنا بھی نہیں ہے کہ ہم حضرت کو اپنے گھر ٹھہرا سکیں یا دعوت کرسکیں۔ میں نے فوراً اپنی بیوی کا زیور گروی رکھ کر والد صاحب کو دیا۔ والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم جا کر حضرت کو لے کر آؤ میں دعوت کا انتظام کردیتا ہوں۔ اور جو آج کل ہماری حالت ہے وہ بھی ان کو بتا دینا۔ میں پہنچا تو حضرت ندی سے واپس تشریف لا چکے تھے اور پولیس چوکی کے پاس پل پر کھڑے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور کہا کہ سامنے جو باغ نظر آ رہے ہیں وہ جہان آباد ہیں یہیں پر میرا گھر ہے۔ آپ تشریف لے چلیں تو ہم لوگوں کی بڑی عزت ہوگی۔ حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے تین بار کہا تو آپ نے یہ فرمایا کہ ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ تم قرض لے کر ہماری دعوت کرو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر حضرت کو میرا قرض لینا پسند نہیں ہے تو آئندہ قرض لینے کی نوبت نہیں آئے گی۔ اگر حضرت میرے گھر پر تشریف لے چلیں گے تو اللہ میرے گھر پر برکت دے گا۔ حضرت مسکرائے اور جہان آباد میرے ٹوٹے پھوٹے گھر میں آ گئے۔ میرا ٹوٹا مکان دیکھ کر آپ نے افسوس کیا۔ کچھ دن میرے یہاں رکے اور جاتے وقت فرمایا کہ محرم کے دس دنوں میں خیرات کرنے کا بڑا ثواب ہے اور جن کے نام پر خیرات کرو گے وہ تمہاری مدد کریں گے۔ جب محرم کا مہینہ شروع ہوا تو میرے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہیں تھا۔ لیکن میں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر

شکر خریدی اور شربت بنا کر جتنے لوگوں کو پلا سکتا تھا پلایا۔ اس کے بعد جب میں بریلی شریف گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے اس سال اپنی حیثیت سے زیادہ شکر خرید کر شربت بنایا ہے۔ یہ بے کار نہیں جائے گا۔ اب شکر آپ کے گھر میں ہی پیدا ہوا کرے گی۔ آپ کھنڈ سار لگائیں گے۔ میں نے کہا کہ حضور کھنڈ سار کے لیے تو پیسا چاہیے۔ میرے پاس پیسہ کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ مددگار ہے۔ سب انتظام ہو جائے گا۔ گھر جا کر میں نے اپنے قصبے والوں سے ذکر کیا۔ انہوں نے میری ہمت بڑھائی اور کہا کہ آپ کھنڈ سار کیجئے ہم پیسہ بعد میں لیں گے اور مال آپ کو دے دیں گے۔ چنانچہ میں نے کھنڈ سار لگائی اور کئی ہزار روپے کا فائدہ ہوا۔ لوگوں کا قرضہ ادا کرنے کے بعد بھی میرے پاس بہت بچا۔

۱۶۸۔ عزت یار خاں کے باپ دادا کسی زمانے میں پورے جہان آباد کے رئیس تھے اور ساری زمینوں، ندی نالوں پر انہی کا قبضہ تھا۔ لیکن غدر کے زمانے میں انگریزوں نے سب کچھ چھین لیا۔ صرف ایک ٹوٹا پھوٹا مکان بچا اور فقیری کی نوبت آ گئی۔ اسی زمانے میں حضرت وہاں تشریف لے گئے تھے اور انہیں کھنڈ سار لگانے کا مشورہ دیا تھا، جس سے ان کی مالی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت تاج الاولیاءؒ مچھلی کے شکار کے لیے وہاں گئے وہ بیان کرتے تھے کہ اب ہماری حالت اتنی بہتر ہو گئی تھی میں نے ایک تالاب خرید کر کچھ مچھلیاں ڈلوا دی تھی اور اس کا کاروبار کرنے لگا تھا۔ حضرت اس تالاب پر مچھلی کا شکار کھیل رہے تھے اور میں پاس میں کھڑا ہوا تھا۔ حضرت مجھ سے معلوم کرتے جا رہے تھے کہ یہ تالاب کس کا ہے یہ جائیداد کس نے لی ہے یہ باغ کس کے ہیں۔ آس پاس کی زمین کس کی ہے۔ میں نے بتایا کہ یہ سب ہماری ہی زمینداری تھی لیکن 1857ء میں انگریزوں نے بغاوت کا

الزام لگا کر سب کچھ چھین لیا۔ یہ تالاب بھی اسی قصبے میں ہے۔ لیکن زمینداری کسی اور کی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارا مکان بھی کسی اور کی زمینداری میں ہے۔ حضرت کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ ہمیں اچھا نہیں لگتا کہ تم کسی اور کی زمینداری میں رہو۔ میں نے پوچھا کہ کیا یہاں سے کہیں اور چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ ساری زمین خرید لو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اس کے لیے تو بہت پیسہ چاہئے۔ دوسرے یہ کہ زمینداری انگریزوں نے اپنے وفادار شیخ بدرالدین کو دے دی تھی۔ ان کے بیٹے نے اس کو رہن رکھ دیا تھا۔ قرضہ ادا نہ کرنے پر نیلام ہوئی اور اب راجہ لالیتا پرساد کی ملکیت ہے۔ جو پیلی بھیت کے رئیس ہیں اور بہت امیر آدمی ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ زمین بیچیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہوسکتا ہے وہ راجا صاحب کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ اس زمینداری کو عزت یار خاں کو بیچ دیں۔ آپ پیلی بھیت جا کر ان سے بات کیجیے۔ حضرت واپس بریلی تشریف لے گئے۔ میں نے سوچا کہ میرے پاس پیسہ تو ہے نہیں، کیا منہ لے کر راجا صاحب کے پاس جاؤں۔ غرض تین مہینے گزر گئے۔ میں بریلی شریف گیا تو حضرت نے فرمایا کہ زمینداری خرید لی یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پیسہ تو ہے نہیں کیا منہ لے کر جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ فوراً تم پیلی بھیت جاؤ اور راجا صاحب سے بات کرو۔ روپیہ اور باقی کا انتظام کرنے والا اللہ ہے۔ آپ کے حکم کے مطابق میں پیلی بھیت واپس آیا، لیکن برابر دل میں یہی سوچتا رہا کہ بغیر پیسوں کے راجا صاحب کے پاس جا کر کیا کروں گا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی سواری لیے ہوئے آیا اور کہا کہ راجہ للیتا پرساد اور راجہ جگن ناتھ جی نے آپ کو بلایا ہے۔ میں راجا صاحب کے گھر پہنچا اور مجھے دیکھتے ہی بولے۔ آیئے خاں صاحب ہمارے دل میں بہت دن سے یہ خیال تھا

کہ جہان آباد کی زمینداری آپ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔آپ کے باپ دادا تو وہاں کے مالک رہے ہیں اور آپ تو وہاں کے پرانے رئیس ہیں۔آپ اسے خرید لیجئے۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ مجھے اسی قیمت پر دیں گے جس قیمت پر یہ نیلام ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں پھر میں نے پوچھا،آپ روپے بھی بعد میں ہی لیں گے۔انھوں نے کہاہاں،اب آپ بیعنامہ لکھ کراس پر دستخط کر دیجئے۔آپ کے پاس کچھ پیسہ ہے تو میں نے کہا کہ میرے پاس صرف دوسو روپے ہیں۔انھوں نے کہا کہ لائیے اسٹامپ اور رجسٹری کا خرچ نکل آئے گا۔اسی وقت سب کاغذات تیار ہوئے۔اور جہان آباد کی زمینداری میرے نام ہوگئی۔ میں فوراً بریلی شریف آیا اور حضرت کو خوشخبری سنائی اور کاغذات دکھائے۔کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ مجھے جہان آباد کی زمینداری مل گئی ہے۔جب یہ بات پھیلی تو بڑے بڑے سیٹھ اور ساہوکار میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ آپ دوگنی تگنی قیمت پر ہمیں دے دیں۔ میں نے کہا کہ یہ جہاں سے مجھے ملی ہے میں کسی قیمت پر کسی کو نہیں دے سکتا۔

۱۶۹۔عزت یار خاں تیسرا واقعہ یہ بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت تاج الاولیاءؒ جہان آباد تشریف لائے۔میرے پاس بیل گاڑی میں جو بیل تھے وہ بوڑھے ہو چکے تھے۔اتفاق سے اسی دن ایک آدمی بیلوں کی جوڑی بیچنے آیا۔105 روپے قیمت مقرر ہوئی۔پانچ روپے بیانے کے دیئے۔حضرت بریلی شریف جانے کے لیے تیار تھے میں نے کہا کہ آپ ایک نظر دیکھ لیں اور پسند فرمالیں۔آپ نے فرمایا کہ ہم نے بیل کبھی نہیں پالے اور نہ ہی ہمیں ان کی پہچان ہے۔خیر تم گاڑی میں جوت دو۔ ریلوے اسٹیشن تک جا کر دیکھتے ہیں۔ریلوے اسٹیشن پہنچ کر آپ نے فرمایا کہ یہ بیل مت خریدو۔کچھ دنوں میں ان کا پیٹ پھول جائے گا۔دیکھنے میں بیل بہت شاندار

تھے۔ لیکن میں نے آپ کے فرمانے کی وجہ سے پانچ روپے لے لئے اور بیل واپس کر دیئے۔ میرے ایک رشتہ دار زمیندار تھے انھوں نے فوراً وہ بیل خرید لئے۔ چھ مہینے میں ان بیلوں کا پیٹ پھول گیا اور وہ بے کار ہو گئے۔

۱۷۰۔ عزت یار خاں کا چوتھا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک مقدمے میں مجھ پر آٹھ سو روپیوں کی ڈگری ہوگئی۔ میں نے وکیلوں سے مشورہ کیا انھوں نے کہا کہ اس کیس میں اپیل سے کچھ نہیں ہوگا۔ اس لیے جتنی جلدی ہو روپوں کا انتظام کرو۔ جج نے فیصلے میں لکھا کہ اگر پندرہ دن کے اندر پیسہ جمع نہ ہوا تو انہیں جیل ہو جائے گی۔ آٹھ سو روپے بڑی رقم تھی اور میرے پاس پیسوں کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ میں فوراً عدالت کا نوٹس لے کر بریلی شریف پہنچا۔ اس وقت خانقاہ میں حضرت کے صاحبزادے ننھے میاں اکیلے تھے۔ حضرت نے پوچھا خیریت تو ہے۔ میں نے نوٹس ننھے میاں صاحب کو دکھایا۔ ننھے میاں نے حضرت سے کہا کہ عزت یار خاں صاحب کے اوپر آٹھ سو روپے کی ڈگری ہوگئی ہے۔ پیسے کا کوئی انتظام نہیں ہے نوٹس آیا ہے کہ انہیں جیل بھیج دیا جائے گا۔ حضرت کو یہ سب سن کر غصہ آیا۔ آپ نے حضور قبلہ کے مزار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر یہ چاہیں کہ ان کے غلام جیل چلے جائیں تو بھجوا دیں۔ پھر آپ نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ عزت یار خاں۔ عزت کے ساتھ رہیں یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ کیا۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا کہ مونڈھا لے کر میرے پاس بیٹھو اور تفصیل سے سارا مقدمہ سناؤ۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقدمے میں تو بہت جان ہے یہ مقدمہ تو ڈگری کے قابل ہی نہیں ہے تم اس کے لیے اپیل کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ وکیل کہتے ہیں کہ اپیل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ وکیل نے غور سے دیکھا نہیں ہوگا۔ آپ نے ننھے

میاں صاحب سے کہا کہ ان کو سوا سو روپے دے دو۔ اپیل کے لیے ایک خط لکھ کر دیا۔ اس وقت کے سب سے بڑے وکیل اصغر خاں صاحب کے پاس بھیجا۔ میں وکیل صاحب کے پاس پہنچا۔ اور حضرت کا لکھا ہوا اپیل کا کاغذ انہیں دیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کس نے لکھ کر دیا ہے۔ میں نے حضرت کا نام لیا۔ انھوں نے کہا کہ عزت یار خاں تمہیں معلوم ہے کہ عدالت میں جو اپیل ہوتی ہے وہ قانونی زبان میں ہوتی ہے۔ اور وہ صرف وکیل ہی لکھ سکتا ہے۔ وکیل صاحب نے اپیل پڑھی تو حیران رہ گئے کہ تو کسی ہائی کورٹ کے وکیل کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غرض اپیل کر دی گئی۔ لیکن کامیابی کی امید نہیں تھی۔ پیشی کی تاریخ مقرر ہونے کے بعد میں اجازت لے کر جہان آباد آ گیا۔ کیونکہ رام پور سے قلمی آم کے درخت آئے ہوئے تھے۔ وہ خراب ہو جاتے۔ حضرت نے ننھے میاں صاحب سے پوچھا کہ عزت یار خاں کہاں گئے۔ ننھے میاں صاحب نے بتایا کہ وہ جہان آباد چلے گئے اگر نہ جاتے تو ان کے درخت خراب ہو جاتے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں کامیابی کی امید نہیں ہے، اسی لیے چلے گئے۔ حضرت نے کہا کہ اچھا اپنا ایک آدمی کچہری بھیجو اور وہ وکیل کے ساتھ رہے اور جو فیصلہ ہو اس کی اطلاع دے۔ جب تک فیصلہ نہیں آتا ہم خانقاہ شریف سے اٹھ کر نہیں جائیں گے۔ ادھر کچہری میں مقدمہ پیش ہوا اور جج نے مقدمہ خارج کر دیا۔ یہ ایک ایسا مقدمہ تھا کہ نیچے سے اوپر تک کسی کو امید نہیں تھی کہ میں جیت جاؤں۔ یہ حضرت کی دعا کا ہی نتیجہ تھا۔ عزت یار خاں کہتے ہیں کہ اسی طرح دو مرتبہ میرے اوپر مقدمہ قائم کیا گیا۔ جہاں میرے جیتنے کی امید نہیں تھی، لیکن ہر مرتبہ میں حضرت سے دعا کرانے گیا اور ایسے ایسے مقدموں میں مجھے کامیابی ملی کہ خود وکیل بھی حیران رہ گئے۔

۱۷۱۔ حکیم امجد علی صاحب حسن پور ضلع مراد آباد کے بہت بڑے حکیم تھے۔ وہ

بیان کرتے تھے کہ مجھے شروع سے ہی عالموں اور مولویوں کے پاس بیٹھنے کا بہت شوق تھا۔ ان کے بیانات سن سن کر مجھے صوفیوں اور فقیروں کی طرف سے مجھے دل میں دوری پیدا ہوگئی تھی۔ میرے کئی دوستوں نے مجھ سے حضرت تاج الاولیاءؒ کے بارے میں ذکر کیا اور ان کی کرامتیں بیان کیں۔ لیکن میرے دل پر مولویوں نے ایسی سیاہی مل دی تھی کہ مجھے لگتا تھا کہ سب جھوٹ ہے۔ دس بارہ سال گزر گئے کہ ایک بار مجھے لالا گھمنڈی لال نے گڑھ مکتیشور بلایا جہاں ان کی بیوی بہت سخت بیمار تھیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت تاج الاولیاءؒ اپنے صاحبزادے اور کچھ ساتھیوں کے ساتھ وہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں میں میرے والد کے بھی کچھ دوست موجود تھے۔ ان لوگوں نے مجھے مجبور کیا کہ حضرت تاج الاولیاءؒ سے ملاقات کرلیں۔ میں ان کے کہنے پر بہت بددلی سے حاضر ہوا۔ سلام کے بعد بیٹھا تھا کہ آپ گاڑی میں سوار ہوکر لالا جی کے گھر گئے۔ تھوڑی دیر میں واپس تشریف لائے۔ لوگوں سے میرا نام لے کر پوچھا کہ وہ ہیں یا چلے گئے۔ پھر مجھ سے کہا کہ میاں میں تم سے ایک سفارش کرتا ہوں کہ قاضی عبداللہ کی بیوی کے جگر پر سوجن تھی انہیں غلط دوا دے دی گئی جس کی وجہ سے ان کی حالت بگڑ گئی ہے۔ ان کے لیے ایک صحیح نسخہ لکھ دیجئے۔ میں نے کہا میں ان صاحبہ کو دیکھ چکا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ ان کی حالت اس قدر خراب ہے کہ کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔ مجھے حضرت نے اس مرض کا نام بھی بتادیا جو ان صاحبہ کو ہورہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ حضرت کی سفارش نہیں ہے بلکہ یہ میرے لیے ایک چیلنج ہے۔ جیسے آپ فرمارہے ہوں تو ہمیں سمجھتا کیا ہے۔ آپ نے جو بیماری بتائی اور جو نسخہ بتایا وہ کسی بڑے حکیم کا کام ہی ہوسکتا تھا۔ فوراً ہی میرے دل میں حضرت کے لیے عقیدت پیدا ہوگئی اور میں مرید ہوکر سلسلے میں داخل ہوگیا۔

۱۷۲۔ حکیم امجد علی صاحب کا دوسرا واقعہ یہ ہے جو وہ بیان کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میں بہت پریشان تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میرا ایک دشمن ہے جو ہر وقت میرے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ اور ہر طرح سے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ ابھی تک تو میں بچتا رہا ہوں۔ لیکن ہر وقت پریشان رہتا ہوں کہ اس کی کوئی چال اگر کامیاب ہوگئی تو میرا کیا ہوگا۔ آپ مجھے کوئی وظیفہ بتادیں تاکہ میرا دشمن مجھے نقصان نہ پہنچا سکے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ اب کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے پھر کہا کہ مجھے پڑھنے کے لیے کوئی دعا بتادیں ۔حضرت کے صاحبزادے ننھے میاں بھی وہاں موجود تھے۔ انھوں نے مجھے اشارے سے منع کیا اور باہر نکل کر کہا کہ جب حضرت نے کہہ دیا تو تم وظیفے کے پیچھے کیوں پڑے ہو۔ حضرت کی دعا کا ایسا اثر ہوا کہ وہ شخص مجھے نقصان نہیں پہنچا سکا۔

۱۷۳۔ نواب عبدالرشید خاں جو ڈپٹی کلکٹر تھے۔ بتایا کرتے تھے کہ گاؤں سے میرے پاس ایک کارندا لایا گیا وہ بہت زیادہ بیمار تھا۔ پہلے اسے پیلیا ہوا پھر فالج ہوگیا۔ وہ حضرت کا مرید تھا۔ ایک رات اس کی حالت بہت خراب ہوگئی لگتا تھا کہ اس کا وقت قریب ہے، لیکن جان اٹکی ہوئی تھی بہت سخت تکلیف تھی لیکن جان نہیں نکلتی تھی۔ میرے والد نے حضرت کے پاس آدمی بھیجا اور اس کی حالت بتاتے ہوئے کہلوایا کہ آپ نے جو دعائیں اور وظیفے بتائے تھے وہ سب بھول گیا تھا۔ آپ تشریف لے آئیں تاکہ اس کی تکلیف دور ہوجائے۔ آپ تشریف لائے آپ نے اسے دیکھا اور فرمایا کہ اس کے اوپر شیطان نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ورنہ میں نے جو عمل بتایا ہے وہ بے ہوشی کی حالت میں بھی سینے میں رہتا ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں اگر وہ عمل جاری ہوگیا تو اس کی مشکل آسان ہوجائے گی۔ میرے والد نے کہا کہ حضور پتہ کیسے چلے گا

CamScanner

کہ عمل جاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس کی سانسوں پر نظر رکھو، پھر آپ اس کے قریب بیٹھ گئے اور آپ نے اسے دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں اس کی سانسوں کا انداز بدل گیا اور اس کے سینے سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ اب شیطان سے کوئی خطرہ نہیں ہے اس کی مشکل آسان ہو گئی ہے۔ یا تو وہ اتنی تکالیف میں مبتلا تھا یا وہ پرسکون ہو گیا۔ اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

۱۷۴۔ داروغہ جان محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک رات اچانک مجھے شدت سے بخار آیا۔ اور میں بالکل بے ہوش ہو گیا۔ دو دن میں ہی یہ حالت ہو گئی کہ کمزوری کی وجہ سے کروٹ بھی نہیں لے سکتا تھا۔ ہوش اور بے ہوشی کے بیچ میں جھول رہا تھا۔ اس زمانے میں کئی دشمن میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ میری بیوی کو خیال ہوا کہ کسی نے جادو کروا دیا ہے۔ اسی پریشانی میں میری بیوی نے اپنے پیر حضور قبلہ کو یاد کیا اور انہیں کے خیال میں اس کی آنکھ لگ گئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف لائے۔ اور آپ نے فرمایا کہ فکر مت کرو۔ پھر آپ نے قرآن شریف کی کچھ آیتیں پڑھ کر چاروں کونوں میں پھونکی اور واپس تشریف لے گئے۔ خواب دیکھ کر وہ جاگی اس نے دیکھا کہ مجھے ہوش آچکا تھا۔ مجھے پیاس محسوس ہوئی اور میں نے ٹھنڈا شربت مانگا۔ میں نے اپنے شیخ کا نام لیا اور پورا گلاس پی گیا۔ کہاں تو میں اپنے ہوش میں ہی نہیں تھا اور کہاں شربت پی کر میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور دو تین دن میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔ یہ ایسی کرامات ہے کہ جس میں نہ میں بریلی شریف جا سکتا تھا اور نہ ہی حضرت سے دعا کی درخواست کر سکتا تھا۔ میری بیوی نے آپ کو یاد کیا آپ خواب میں تشریف لائے اور میں بھلا چنگا ہو گیا۔

۱۷۵۔ شیخ معین الدین صاحب کے نوکر چاند خاں بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ شیخ

صاحب کے کسی دشمن نے ان پر جادو کروا دیا تھا۔ رات کو سوتے میں حضرت تاج الاولیاءؒ کو انھوں نے خواب میں دیکھا۔ آپ تشریف لائے اور انھوں نے کہا کہ اے معین اٹھو اور یہ دعا پڑھو۔ ان کی آنکھ کھلی تو انھوں نے دیکھا کہ ایک ہانڈی ٹھیک ان کے سینے پر ہوا میں لٹک رہی ہے۔ جو دعا حضرت نے بتائی تھی وہ انہیں یاد تھی انھوں نے بار بار پڑھنا شروع کیا۔ وہ ہانڈی ان کے اوپر سے کھسکنی شروع ہوئی اور وہ غائب ہوگئی۔ صبح جاگے تو طبیعت بالکل ٹھیک تھی، لیکن حضرت نے جو دعا بتائی تھی وہ بھول گئے۔ انہیں ایسی بے چینی ہوئی کہ فوراً سامان بندھوایا اور بریلی شریف پہنچ گئے۔ جب حضرت کے پاس پہنچے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ کہو معین الدین کیا ہوا تھا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ حضرت آپ تو خود ہی جانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی انھوں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اور کہا کہ جو دعا آپ نے بتائی تھی وہ بھول گیا ہوں۔ اب کوئی ایسا واقعہ پیش آئے گا تو میں کیا کروں گا۔ آپ مجھے دعا بتا دیجئے۔ آپ نے انہیں دعا بتائی اور کہا کہ یہ دعا پڑھتے رہنا تم پر کبھی جادو اثر نہیں کرے گا۔ اس دعا کا ایسا اثر تھا کہ اس کے بعد دشمن کی چال کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

۱۷۶۔ حضرت تاج الاولیاءؒ کے خلیفہ حسین شاہ صاحب تھے جنہیں بزرگوں کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ ان کی ساری عمر دنیا کے ملکوں میں گھومتے ہوئے گزری تھی۔ بہت سے پیغمبروں کے مزار پر بھی وہ جا چکے تھے۔ اور پیروں اور فقیروں کے مزار پر بھی حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ عرب یا افریقہ کے کسی ملک میں تھے۔ لوگوں نے بتایا کہ جنگل میں ایک پیغمبر کی قبر ہے۔ جنگل میں نکل گئے اور گھومتے گھومتے انہیں ایک قبر نظر آئی۔ وہاں جا کر انہوں نے فاتحہ پڑھی اور اوسی کے پائنتی بیٹھ کر اپنے وظیفے پڑھنے لگے۔ اسی میں رات ہوگئی۔ اندھیرے میں واپسی کا سوال

نہیں تھا۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ انھوں نے اپنے دل میں حضرت کو یاد کیا کہ میں نے تو آپ کا ہاتھ پکڑا ہے۔ صاحب قبر سے کہہ کر میرے لیے کچھ انتظام کروا دیں۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ جنگل میں سے ایک صاحب آئے۔ ایک پیالہ میں سالن اور کچھ روٹیاں میرے پاس رکھ کر چلے گئے۔ میں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور وہیں سو گیا۔ اس مزار کے پاس مجھے ایسا سکون ملا کہ میرا دل چاہا کہ یہاں کچھ دن رک جاؤں۔ میں دو یا تین دن تک رکا رہا۔ دونوں وقت جنگل سے ایک آدمی آتا تھا اور میرے پاس کھانا رکھ کر چلا جاتا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس مزار پر سیکڑوں لوگ آتے تھے فاتحہ پڑھتے تھے ٹھہرتے بھی تھے۔ لیکن کسی کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

۱۸۷۔ جاورہ ایک مشہور شہر ہے۔ جہاں ہندو اور مسلمانوں کی آبادی تقریباً برابر تھی۔ جاورہ پر مسلمان نواب کی حکومت تھی۔ جنھیں اس کا خیال رہتا تھا کہ ان کی ہندو رعایا بھی خوش رہے۔ ایک مرتبہ رام نوی اور محرم ساتھ ساتھ پڑے۔ اس موقع پر ہندو اور مسلمانوں کے بیچ جھگڑا ہو گیا۔ ہندو رام نوی کا جلوس نکالنا چاہتے تھے جبکہ وہاں سے ہمیشہ تعزیوں کا جلوس نکلا کرتا تھا۔ جاورہ کے نواب نے ہندوؤں کا ساتھ دیا۔ رام نومی کے جلوس کی اجازت دے دی۔ اور تعزیے بند کروا دیئے۔ جاورہ شہر سے دو میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جسے ٹیکری کہتے ہیں۔ اسی رات لوگوں نے دیکھا کہ ٹیکری اور اس کے آس پاس کے جنگل میں تیز روشنی ہو رہی ہے۔ اور تعزیے نکل رہے ہیں۔ قریب میں جو گاؤں تھا وہاں کے لوگوں نے وہ روشنی اور تعزیے دیکھے۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ شہر میں مسلمانوں کو تعزیے نکالنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس لیے مسلمان ٹیکری پر آ کر تعزیے نکال رہے ہیں۔ لوگ تماشہ دیکھنے پہنچے۔ صبح کے قریب انھوں دیکھا کہ وہ تعزیے زمین میں اٹھے اور آسمان میں جا کر

غائب ہو گئے۔ اس عجیب منظر کو دیکھ کر چاروں طرف کے لوگ ٹیکری پر چڑھ آئے۔ یہ سوچ کر کے یہاں پر مسلمان ہوں گے۔ لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ لوگ ابھی اسی پر حیران تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ ٹیکری کے نیچے کئی جگہ سے پانی ابل رہا ہے۔ اور آسمان سے شکر برس رہی ہے جو گھاس اور پتوں پر بھی جمی ہوئی ہے۔ اس پانی کے قریب ایک شیر بیٹھا ہے اور بہت سی گائیں بھینسیں جمع ہیں۔ جب اس واقعہ کی خبر شہر میں پہنچی تو ٹیکری کے نیچے لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ کئی مرتبہ لوگوں کو وہاں گھوڑے پر سوار لوگ نظر آتے اور غائب ہو جاتے۔ کبھی روشنیاں ہوتی اور تھوڑی دیر بعد ختم ہو جائیں۔ اس واقعہ کی خبر دور تک پھیل گئی۔ جاورہ کے قریب مہد پور گاؤں کا لوہار جو گھوڑے کے پاؤں میں نعل باندھتا تھا۔ اس نے جب یہ واقعہ سنا تو وہ بھی یہ دیکھنے آیا۔ ٹیکری کے پاس پہنچ کر اس نے کہا کہ یہ تو وہی جگہ ہے جہاں کچھ دن پہلے میں گھوڑوں کے نعل باندھنے آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ کچھ دن پہلے ایک گھڑسوار میرے مکان پر آئے اور مجھ سے کہا کہ کچھ گھوڑوں کے نعل باندھنے ہیں تم ابھی ساتھ چلو۔ مجھے خیال ہوا کہ اندھیری رات میں میں نعل کیسے باندھوں گا۔ تو انھوں نے کہا کہ وہاں روشنی کا اچھا انتظام ہے اور تمہیں مزدوری بھی اچھی ملے گی۔ تمہارے پاس جتنے بھی نعل ہیں لے کر میرے ساتھ چلو۔ میں ان کے پیچھے ان کے گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ گھوڑا اتنا تیز دوڑ رہا تھا کہ میں نے ڈر کے مارے میں اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ذرا ہی دیر میں ہم ٹیکری پر پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ میں نے سب کے نعل باندھ دیئے۔ پھر مجھے ایک جگہ لایا گیا جہاں ان کے سردار کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ اور سردار کا گھوڑا جو بہت شاندار تھا وہاں بندھا ہوا تھا۔ میں نے اس کا بھی نعل بدل دیا۔ پھر وہ صاحب مجھے شامیانے کے قریب لے گئے۔ اور باہر کھڑے

CamScanner

ہو کر کہا کہ حضور سب گھوڑوں کے نعل بندھ گئے ہیں۔ اندر سے آواز آئی کہ کتنی مزدوری دی گئی۔ انھوں نے کہا کہ ہر گھوڑے کے دو روپے، آواز آئی کہ چار روپے دو۔ جو مجھے فوراً ہی دے دیئے گئے۔ پھر آواز آئی کہ کچھ اشرفیاں بھی دے دو۔ مجھے دو اشرفیاں دی گئیں۔ آواز آئی کہ اس سے پوچھو کہ یہ خوش ہے۔ میں نے کہا کہ ایسی مزدوری نہ میں نے سنی اور نہ مجھے ملی۔ پھر حکم ہوا کہ اس کو اس کے گھر چھوڑ آؤ۔ جس طرح تیز رفتار گھوڑے پر مجھے لایا گیا تھا ان صاحب نے مجھے واپس پہنچا دیا۔ صبح ہو رہی تھی۔ بستی کے کچھ لوگ مجھے ملے تو انھوں نے پوچھا کہ اتنی رات کہاں گئے تھے۔ میں نے سارا واقعہ بیان کیا تو کسی کو یقین نہیں آیا۔ میں نے سارے پیسے دکھائے تو لالچ میں آ کر خود بھی دیکھنے گئے۔ لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ جب لوہار نے یہ سارا قصہ سنایا تو لوگوں نے کہا کہ یہ ہم کیسے مان لیں کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔ اس نے بتایا کہ سردار کے گھوڑے کا ایک نعل جو آدھا ٹوٹ گیا تھا۔ اسے میں نے ٹیکری کے پاس گڈھے میں ڈال دیا تھا۔ لوگ اس کے ساتھ ٹیکری کے پاس کے گڈھے میں پہنچے۔ تو ایک گڈھے میں آدھا نال پڑا ہوا مل گیا۔ اب تو لوگوں میں ہل چل مچ گئی۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ یہ ٹکڑا وہی لے لے جب جھگڑا بڑھا تو کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر معاملہ ٹھنڈا کروادیا کہ ابھی اسے رکھ لو صبح فیصلہ کریں گے۔ بعد میں اس ٹکڑے کو رکھ دیا گیا اور اسے لوگوں کو دور سے زیارت کروائی جانے لگی۔ اس جگہ ایک کربلا بنائی گئی۔ ایک رات وہاں پھر گھوڑوں کی فوج دیکھی گئی اور اگلے دن صبح لوگوں نے دیکھا کہ وہاں ایک علم گڑھا ہوا تھا جس پر ہرے رنگ کی ساٹن کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ محرم کا مہینہ تھا لوگوں نے سوچا کہ دس تاریخ کو اس کا غلاف اتار کر لوگوں کو زیارت کرائی جائے گی۔ بعد میں تقریباً بیس پچیس لوگوں کو خواب میں کہا گیا کہ اس علم کا غلاف سوائے بریلی

کے نظام الدین حسین کے کوئی اور نہیں اتارے گا۔ تین دن تک لگا تار یہ بشارت ہوتی رہی تو لوگوں نے پھر تلاش شروع ہوئی کہ وہ کون صاحب ہیں۔ تلاش کے زمانے میں حضرت کے خلیفہ نصیراللہ شاہ کے ایک مرید مولوی ارشد علی ٹیکری پر زیارت کے لیے گئے اور انھوں نے یہ ذکر سنا تو انھوں نے کہا کہ یہ تو میرے پیر کے پیر ہیں اور یہ بریلی میں رہتے ہیں۔ مولوی ارشد علی کو لوگوں نے فوراً بریلی بھیجا۔ انھوں نے حضرت تاج الاولیاءؒ کو ساری بات بتائی۔ آپ کچھ لوگوں کے ساتھ فوراً اس سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ اس وقت آپ کے صندوق میں صرف سولہ روپے تھے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اتنے لوگوں کا کرایہ سولہ روپے میں کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جنھوں نے بلایا ہے وہ کرائے کا بھی انتظام کر دیں گے۔ غرض حضرت چالیس لوگوں کے ساتھ ٹیکری پہنچے۔ اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ہر وقت باوضو رہیں۔ آپ ٹیکری کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن اچانک آندھی سی آئی۔ جب ریت ہٹی تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک صاحب گھوڑے پر سوار فوجی لباس پہنے ہوئے ٹیکری پر کھڑے ہیں۔ حضرت بھی وہیں کھڑے ہوئے تھے۔ لوگوں میں شور مچ گیا کہ ٹیکری پر زیارت ہو رہی ہے۔ لوگ بے قابو ہو گئے۔ بڑی مشکل سے ان کو روکا گیا۔ حضرت کچھ قدم آگے بڑھے لیکن لوگ بے قابو ہوتے جا رہے تھے وہ صاحب گھوڑے کو پھیر کر غائب ہو گئے۔ لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ حضرت نے اپنے صاحبزادے ننھے میاں سے فرمایا کہ ہوشیار رہنا آج رات شاید پھر زیارت ہو۔ چنانچہ اسی رات ٹیکری پر کچھ سوار نظر آئے اور پوری ٹیکری روشنی میں نہا گئی جو گھوڑے پر سوار ٹیکری پر کھڑے ہوئے تھے ان کے جسم سے یہ روشنی پھوٹ رہی تھی۔ یہ سب گھڑسوار دو حصوں میں بٹ کر ٹیکری پر کھڑے ہو گئے لوگوں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک سفید روشنی نیچے اتری۔

ایسی روشنی جو پہلے کبھی کسی نے نہیں دیکھی تھی۔ سب گھڑ سوار سلام میں جھک گئے۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ روشنی سواروں کے ساتھ حضرت کے خیمے کی طرف بڑھی اور خیمے کے قریب پہنچنے کو تھی کہ لوگ پھر بے قابو ہو گئے۔ حضرت نے اپنے لوگوں سے کہا کہ کوئی اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھے۔ لیکن کون سنتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فوج واپس لوٹ گئی اور ٹیکری پر جا کر غائب ہو گئی۔ دوسرے دن صبح حضرت نے وہاں ایک میلاد کی محفل کروائی۔ اور اس جگہ کا نام حسین ٹیکری رکھا۔ شام کو حضرت علم کے قریب پہنچے۔ وہاں جو انچارج تھے انہوں نے علم جھکایا اور حضرت نے غلاف اتار دیا۔ اس وقت وہاں چار پانچ ہزار لوگ جمع تھے ۔ سب کا برا حال تھا رو رہے تھے اور چیخ رہے تھے۔ حضرت پر بھی رقت طاری تھی۔ آپ نے وہ غلاف اپنے سر پر رکھ لیا تھا۔ اس وقت ایک مجذوب آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے حضرت امام حسینؑ کی خدمت انجام دی۔ اب لائیے یہ غلاف مجھے دے دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھے۔ جس خدمت کے لیے مجھے بریلی سے بلایا گیا وہ غلاف آپ کو دے دوں۔ یہ دھوکہ کسی اور کو دیجئے گا ۔ رات کو حضرت اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہیں اپنے ڈیرے پر رکے رہے۔ اگلے دن دو پہر دو بجے پھر شور ہوا کہ زیارت ہوئی ہے۔ سب نے دیکھا کہ گھوڑوں کی فوج دریا کے کنارے کنارے جا کر غائب ہو گئی۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب سامان باندھو امام کی سواری چلی گئی۔ آپ اپنے سب ساتھیوں کے ساتھ بریلی شریف واپس آ گئے۔ واپس آ کر صندوقچہ کھولا تو سولہ روپے ویسے ہی رکھے تھے جب کہ پورے سفر میں بارہ سو روپے سے زیادہ خرچ ہوئے تھے۔ (وہ ریشمی غلاف آج بھی خانقاہ نیازیہ میں موجود ہے۔ ہر سال محرم کی دس تاریخ کو اس کی زیارت کروائی جاتی ہے۔)

CamScanner

۱۸۸۔ سید محبوب علی صاحب جو بریلی چھاؤنی کے رہنے والے تھے ان کا بیان ہے کہ میرے ماں باپ بیوی اور سب بچے حضرت تاج الاولیاءؒ کے مرید تھے۔ میرے والد کا بھی یہ ایک معمول تھا کہ جب کوئی لڑکا نوکری کے لیے باہر جانے کا ارادہ کرتا تو وہ کہتے تھے کہ میاں پہلے حضرت کے مرید ہو پھر جانا۔ اسی طرح جب میں نوکری کے لیے باہر جانے لگا تو میرے والد نے مجھے حضرت کا مرید کروادیا، لیکن ایک مرید کو حضرت سے جو محبت ہوتی ہے وہ میرے دل میں پیدا نہ ہوسکی۔ میں نے کئی جگہ نوکری کی۔ لیکن بعد میں پولیس میں نوکری پکی ہوگئی۔ یہ محکمہ ایسا تھا کہ جس میں ہمیشہ خطرہ بنا رہتا تھا۔ تو والد نے حضرت سے درخواست کر کے مجھے ایک دعا پڑھنے کی اجازت دلوادی تھی۔ جس کی وجہ سے میرا کوئی افسر اور میرا کوئی دشمن کبھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاسکا۔ جو بھی مشکل ہوتی اسی کی برکت سے آسان ہوجاتی۔ جب نوکری سے گھر آتا تو والد زبردستی کر کے حضرت کو سلام کرنے کے لیے بھیجتے۔ میرے دل میں حضرت کے لیے بہت عزت تھی ہر مشکل میں انھی سے دعا کے لیے کہتا، لیکن ایسی عقیدت نہیں تھی کہ خود دل کھنچا چلا جاتا۔ اسی لیے میں حضرت کے پاس حاضری میں بھی آنا کانی کرتا تھا۔ میری یہ حالت دیکھ کر والد بہت ناراض ہوتے تھے۔ ایک دن والد نے مجھے خوب مارا اور مجھے حضرت کے پاس لے گئے۔ میں نے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ جتنی محبت مجھے اپنے والد سے ہے اتنی آپ سے نہیں ہے۔ آپ نے کچھ نہیں کہا۔

ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوچکی ہے۔ ساری دنیا اپنے اپنے گناہوں کی گھڑی اپنے اپنے سروں پر رکھے ہوئے ہمارے یہاں کے قبرستان کی طرف جارہی ہے۔ میں بھی اسی طرح پریشان اور ڈرا ہوا اپنے گناہوں کا

بوجھ لئے جارہا ہوں۔ قبرستان میں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ قبرستان کے بیچوں بیچ میں قبریں نہیں ہیں وہاں دو صفیں بڑی بڑی نمازیوں کی تیار ہیں۔ اور ہمارے حضور تاج الاولیاءؒ چمکیلا لباس پہنے سر پر تاج رکھے نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہیں۔ آپ کا چہرہ ایسا روشن اور چمکدار ہے کہ نظر نہیں ٹھہرتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے آپ کو کسی کا انتظار ہو۔ میرے پہنچنے کے بعد نماز پڑھائی گئی اور نماز پڑھ کر دل میں جو گھبراہٹ اور پریشانی تھی وہ ختم ہوگئی۔ اور دل میں اتنا اطمینان اور خوشی پیدا ہوئی کہ میں بیان نہیں کرسکتا اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں حضرت کے لیے عزت کے ساتھ عقیدہ اور محبت بھی پیدا ہوگئی۔ اسی زمانے میں میرے والد کا انتقال ہوگیا جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور والد کے انتقال کی وجہ سے رونے لگا تو آپ نے مجھے تسلی دی اور فرمایا کہ بیٹا گھبراؤ نہیں ہم تو موجود ہیں۔ اس کے بعد ایک دم دل میں جو شک وشبہ تھا وہ دور ہوا اور دل میں ایسی عقیدت پیدا ہوئی کہ حضرت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آپ نے ہر موقع پر میری مدد فرمائی۔

1897ء میں جب نوکری میں تھا تو ایک انسپکٹر مجھ سے ناراض ہوگیا اور اس کی ناراضگی کی وجہ سے ضلع مجسٹریٹ، سپرنٹنڈنٹ پولیس علاقے کے حاکم اور وہاں کے ایک حاکم جو مجسٹریٹ بھی تھے مجھ سے ناراض ہوگئے اور مجھ سے دشمنی کرنے لگے۔ میرے اوپر ایک جھوٹا مقدمہ بنا دیا گیا۔ لیکن مجھے اپنے پیر سے ایسی عقیدت تھی اور امید تھی کہ وہ میری مدد فرمائیں گے کہ میں ذرا بھی نہیں ڈرا نہ کسی کی جھوٹی خوشامد کی اور نہ معافی مانگی۔ ان لوگوں نے یہ پلان بنایا کہ مجھے قید کردیا جائے اور مجھے نوکری سے سسپنڈ کردیا جائے۔ جب میرا سارا حال انسپکٹر جنرل پولیس کے پاس بھیجا گیا تو وہ بھی ان کی باتوں میں آ گیا۔ میں نے سارے حالات حضرت کی خدمت میں لکھ کر

بھیجے۔ مجھ پر دو مقدمے چل رہے تھے۔ ایک مقدمے کے سلسلے میں بریلی آنا ہوا۔ میں نے حاضر ہو کر زبانی حضرت سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے خاموشی سے سب کچھ سنا اور کچھ کہا نہیں میں نے وظیفہ پڑھنے کی اجازت مانگی تو انھوں نے کہا کہ کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے پوچھا بسم اللہ شریف پڑھتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں پڑھتے رہو۔ پھر سورہ مزمل کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا جو پڑھنا ہے اپنی حفاظت کے لیے پڑھو۔ اور اپنے دشمن کے معاملے کو اللہ کے اوپر چھوڑ دو۔ جو اللہ چاہے گا وہی کرے گا۔ میں واپس آ گیا۔

مقدمے میں سب میرے خلاف تھے۔ کوئی صلاح دینے والا بھی نہیں تھا۔ اس جھگڑے سے پہلے میری ترقی کی جو سفارش بھیجی گئی تھی وہ بھی واپس منگوالی گئی۔ میں سسپنڈ ہو چکا تھا اور ایک دن کوتوالی میں ہی اپنے گھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دریا ہے جس کے ایک کنارے پر جہاں میں کھڑا ہوں وہاں پر بہت سا کوڑا جمع ہے۔ اور دریا پار کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ دریا کے پار جو کنارہ تھا وہ صاف ستھرا تھا۔ میں پریشان تھا کہ کس طرح ادھر پہنچوں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت تشریف لائے اور میرا داہنا کندھا زور سے پکڑ کر اس کوڑے اور گندے پانی سے نکال کر مجھے صاف ریت پر رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ اٹھ جاؤ بیٹا تمہارا اعمال نامہ آ گیا۔ میری آنکھ کھلی میرے کندھے میں درد تھا جہاں حضرت نے بہت زور سے پکڑا تھا اسی وقت ایک چپراسی آیا اور اس نے کہا کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب آپ کو بلا رہے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کہا کہ تمہاری رپورٹ آ گئی ہے اور تمہارا بجائے پرموشن کے ڈیموشن کر دیا گیا ہے۔ مجھے افسوس تو ہوا لیکن میرے دل کو پورا اطمینان تھا۔ میں نے بہت بہادری سے سپرنٹنڈنٹ سے بات

کی اور کہا کہ آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں نے چھٹی کی درخواست دی لیکن کلکٹر نے نامنظور کر دی۔ اور یہ حکم ہوا کہ تمہیں جس نچلی پوسٹ پر بھیجا گیا ہے۔ وہاں جا کر فوراً چارج لو۔

اس کے ایک دو دن کے بعد ہی میرے سارے افسران شام کو اپنے مکان پر بیٹھے تھے اور ان میں ایک فقیر صاحب بھی تھے۔ میرا کچھ ذکر آیا تو ان فقیر صاحب نے کہا کہ انسپکٹر صاحب آپ کو معلوم نہیں کہ محبوب علی کے معاملات ایک بہت بڑے زبردست ہاتھ میں ہیں۔ اگر ان کو قید کیا تو آپ بھی قید ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں نے انسپکٹر جنرل کے پاس چھٹی کی درخواست بھیجی اور وہ منظور ہو گئی اور ایک دوسرے انسپکٹر کو میری انکوائری کے لیے مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد میں بریلی شریف حاضر ہوا اور حضرت سے اجازت لے کر اجمیر شریف گیا۔ میں خواجہ غریب نواز کے مزار پر فاتحہ بڑھ رہا تھا کہ ایک فقیر نے آواز لگائی کہ خواجہ نے تیری نیا پار لگا دی۔ میں نے شکرانے کی نماز پڑھی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں اتنا رویا کہ مجھے سامنے کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا ہو اور جو خوشبو مجھے محسوس ہوئی وہ حضرت تاج الاولیاءؒ کی خوشبو تھی۔ مجھے ایسا لگا کہ آپ کا ہاتھ میری بیٹھ پر ہے اور آپ مجھے تسلی دے رہے ہیں۔ میرے دل کو سکون ہو گیا۔ میں ارادہ کر کے آیا تھا کہ اجمیر شریف کئی دن رکوں گا۔ لیکن اگلے دن جب میں فاتحہ پڑھنا شروع ہوا تو میرے کان میں آواز آئی کہ بیٹا جاؤ۔ میں فوراً ہی وہاں سے چل دیا اور بریلی واپس آ کر حضرت کو سب حالات بتائے۔ یہ جو دوسرا جج آیا تھا اس نے نئے سرے سے تحقیقات کروائی اور دوسرے سپرنٹنڈنٹ کو تحقیق کے لیے بھیجا تو ساری حقیقت سامنے آ گئی کہ یہ مقدمہ جھوٹا بنایا ہوا تھا اور وجہ بھی سامنے آ گئی کہ

لوگوں نے کس دشمنی کی وجہ سے مقدمہ بنایا تھا۔ مجھے بالکل بے قصور ثابت کر دیا گیا۔ جب آخری پیشی ہوئی تو میں بریلی شریف میں تھا مجھے پتہ چلا کہ جن انسپکٹر اور کلکٹر نے میرے خلاف چال چلی تھی ان کو بھی بلایا گیا اور ساری بات صاف ہوگئی۔ مجھے بحال کر دیا گیا اور ترقی بھی ہوگئی لیکن مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ جب یہ پیشی ہو رہی تھی تو حضرت نے مجھے بلا کر کہا کہ میاں جاؤ اور مقدمے کی خبر لو۔ میں کچھ دیر رکا تو پھر کہا کہ میاں ضرور جاؤ۔ میں اسی روز آگرہ چلا گیا جہاں میری پوسٹنگ تھی وہاں ایک افسر نے جو میرے دوست تھے فیصلے کی نقل مجھے دکھائی اور بتایا کہ تم یہ مقدمہ جیت گئے ہو اور بحال کر دیے گئے ہو۔ گھر جاؤ تمہارے گھر آرڈر کا خط بھیج دیا گیا ہے۔ گھر پہنچا تو خط پہنچ چکا تھا۔ میں نے فوراً حضرت کو اطلاع دی۔ کیونکہ اس مقدمے سے نکلنا اور ترقی ملنا بظاہر ناممکن تھا، کیونکہ میرے حاکم ہی میرے خلاف تھے اور انھوں نے میرے لیے ایسا مقدمہ بنایا تھا کہ جس سے میں نکل ہی نہیں سکتا تھا۔

۱۸۹۔ حضرت کے ایک مرید بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شکار کو تشریف لے گئے تھے۔ اتفاق سے اسی جنگل میں اس علاقے کے انگریزی کلکٹر بھی شکار کے لیے آئے ہوئے تھے۔ حضرت کے ساتھ کئی ہاتھی اور گھوڑے تھے اور بہت سے نوکر اور مریدین بھی ساتھ تھے۔ یہ سب دیکھ کر انگریز کلکٹر نے کسی سے یہ پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ میاں صاحب ہیں اللہ کا نام بتاتے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ ان کے پاس زمین جائداد ہے جواب ملا کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ حضرت کی خدمت میں آیا اور مزاج پوچھا پھر کہا کہ یہ شان وشوکت کس طرح کرتے ہیں آپ کا کام کیسے چلتا ہے۔ ابھی آپ نے جواب بھی نہیں دیا کہ اسی وقت ایک بہت بڑے رئیس آئے جو آپ کے مرید تھے۔ انھوں نے پانچ اشرفیاں نذر کی۔ حضرت نے

انگریز سے کہا کہ ہمارا کام تو ایسے چلتا ہے کہ ہمیں اللہ دے دیتا ہے۔

۱۹۰۔عزت یار خاں بیان کرتے تھے کہ میرے والد ایک سچے اور پکے مسلمان تھے اور حضرت کے مرید تھے۔انھوں نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں خانقاہ میں حاضر تھا اور کھانا حضرت تاج الاولیاءؒ کے ساتھ کھایا کرتا تھا۔ایک شام کو رات کے نو بجے کے قریب حضرت نے مجھے بلایا۔میں فوراً ہی حاضر ہوا۔دسترخوان بچھایا گیا کھانے میں، میں اور حضرت دونوں ہی تھے۔دسترخوان پر ایک ہانڈی میں موم بتی جل رہی تھی ابھی کھانا ہو ہی رہا تھا کہ موم بتی جل گئی اور اس کی روشنی بہت ہلکی رہ گئی۔جو خادم کھانا لا رہے تھے وہ اس وقت باورچی خانے میں کوئی چیز لینے گئے ہوئے تھے۔اندھیرا ہونے کو ہی تھا کہ حضرت نے سر نیچے کیا کہ ایک کھٹ کی سی آواز آئی اور ایک دم موم بتی کی روشنی تیز جلنے لگی۔میں چونک پڑا۔کھانا ختم ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ ہانڈی میں موم بتی تھی ہی نہیں۔

۱۹۱۔عزت یار خاں ہی کا ایک اور بھی بیان ہے کہ میرے ساتھ اکثر ایسے حالات ہوتے رہتے تھے کہ میرے دشمن میرے اوپر جھوٹے مقدمے دائر کرتے رہتے تھے۔اور ہر دفعہ حضرت کی دعا سے کامیاب ہو جاتا تھا۔میرا ایک اور مقدمہ بریلی کی عدالت میں جج کے سامنے پیش ہونے والا تھا۔اس میں میرے جیتنے کی کوئی امید نہیں تھی۔مولوی بشیرالدین جو بریلی کے سرکاری وکیل تھے اور میرے دشمن کے وکیل دونوں نے جب مقدمے کی تفصیل پڑھی تو انھوں نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ ہم تمہارے پیر صاحب کو جب جانے کہ جب وہ تمہیں اس مقدمے میں جیتا دیں۔مقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو جج نے بھی میرے خلاف فیصلہ دیا۔میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں مقدمہ ہار گیا۔آپ نے فرمایا کہ اس فیصلے

کی نقل لے کر آؤ۔ میں نے کہا کہ حضور جب فیصلہ ہو گیا تو نقل لانے سے کیا فائدہ۔ حضرت نے فرمایا کہ تم لاؤ تو۔ جب میں نقل لے کر آیا تو فیصلہ میرے حق میں ہوا تھا اور میرا دشمن ہار گیا تھا۔ میں بہت خوش ہوا اور اس وکیل کے پاس گیا جنھوں نے میرے پیر کا مذاق اڑایا تھا۔ اور کہا کہ یہ دیکھو میرے پیر کی کرامت ۔ وکیل صاحب بہت شرمندہ ہوئے اور بولے کہ یہ جج ہی دیوانہ ہے زبانی کچھ کہتا ہے اور لکھ کر کچھ دیتا ہے اسے کیا معلوم کہ یہ میرے حضرت کا کرم ہے۔

۱۹۲۔ محمد تزین الہ خاں جو شاہجہانپور کے رہنے والے تے ۔ انہیں کالرا ہوا۔ اور حالت بگڑنے لگی۔ لکھنؤ کے مشہور حکیم ان کا علاج کر رہے تھے۔ لیکن فائدے کے بجائے حالت بار بار بگڑ جاتی تھی۔ یعنی ایک دفعہ کالرا ہوا اور دوا سے کچھ فائدہ ہوا پھر دوبارہ ہوا پھر علاج ہوا پھر ہوا تو اس طرح پانچ بار انہیں کالرا ہوا تو حکیموں نے انہیں جواب دے دیا۔ ان کے نوکر انوار حسین کو خاں صاحب کی بیوی نے بریلی شریف بھیجا اور حضرت سے کہلوایا کہ اس دنیا میں میرا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے۔ اپنے پٹھان کو تو میں آپ سے ہی لوں گی۔ یہ سن کر حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ نے ان کے ملازم جو سید تھے ان سے کہا کہ اے سید جا کر کہہ دے کہ پٹھان مرے گا نہیں۔ سب علاج بند کر دو۔ پانی دم کر کے دیا کہ یہ پلا دو اور کچھ چھوٹی موٹی دوائیں بتائیں۔ کچھ ہی دنوں میں تزین اللہ خاں بالکل ٹھیک ہو گئے۔ انھوں نے اپنے حکیم عزیز اللہ خاں سے اپنا حال کہلوایا تو حکیم صاحب نے کہا کہ یہ حکمت نہیں یہ زبردستی ہے۔ ورنہ کسی حکیم کے باپ کی کوئی مجال نہیں ہے کہ ان کو ٹھیک کر سکے۔

۱۹۳۔ حکیم عبدالعزیز صاحب کا بیان ہے کہ میرے پندرہ سال کے لڑکے کی طبیعت خراب ہوئی اسے مرگی کے دورے پڑنے لگے۔ بہت علاج کیا لیکن کوئی فائدہ

CamScanner

نہیں ہوا۔ آخر میں حضرت کی خدمت میں بیٹے کو لے کر آئے اور سارا حال بتایا۔ آپ نے پوچھا کہ کچھ علاج کیا۔ میں نے کہا کہ جو علاج کر سکتا تھا کیا۔ میں خود حکیم ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ علاج رہ گیا ہے جو آپ نے نہیں کیا۔ اللہ مالک ہے وہی شفاء دینے والا ہے۔ اب پھر سوچ سمجھ کر علاج کیجئے۔ میں سلام کر کے واپس چلا آیا۔ اس کے بعد کسی علاج کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ لڑکا بالکل ٹھیک ہوگیا اور پھر کبھی کسی معالج کی ضرورت نہیں پڑی۔

۱۹۴۔ حضرت تاج الاولیاءؒ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ ایک آدمی قسطنطنیہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی خاطر مدارات کی کچھ پیسے دیئے اور وہ چلے گئے۔ چھ مہینے بعد وہ اس حالت میں آئے کہ وہ پاگل ہو چکے تھے۔ شہر کی سڑکوں پر گالیاں بکتے ہوئے پھرتے تھے۔ حضرت کے ایک مرید احمد یار خاں آپ کی خدمت میں آئے اور ان کا سارا حال بتایا اور بتایا کہ آج تو وہ آپ کو بھی برا بھلا کہہ رہا تھا۔ مجھے بہت غصہ آیا لیکن پاگل سمجھ کر چھوڑ دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کسی ترکیب سے اسے یہاں لے آؤ۔ احمد یار خان اس کو پکڑ کر لائے اور حضرت کے سامنے اس کو پکڑ کر بٹھا دیا۔ حضرت نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ وہ اٹھا اور آپ کے پاؤں پر گر پڑا تھوڑی دیر پاؤں پکڑے بیٹھا رہا اور بالکل اچھا ہوگیا۔ تھوڑی دیر میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ میں ایک مقام پر پھنس گیا تھا۔ مجھے وہاں سے نکالنا آپ کا ہی کام تھا۔

۱۹۵۔ شیر محمد صاحب جو پشاور کے رہنے والے تھے۔ بہت سخت دل آدمی تھے۔ کسی بات کا ان کے دل پر اثر نہیں ہوتا تھا۔ کسی کامل پیر کی تلاش میں بریلی آئے۔ اور حضرت کے مرید ہوگئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگلے دن رات کو آپ نے کچھ وظیفہ

پڑھنے کو بتایا اور تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتے رہے۔اس کے بعد میرا یہ حال ہوا کہ سخت دلی بالکل جاتی رہی۔ ذرا ذرا سی بات پر دل پگھل جاتا اور آنسو نکل آتے۔قرآن شریف پڑھتا تو آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ وظیفہ پڑھتا تو رونے لگتا۔ پھر واپس اپنے وطن آ گئے۔حضرت نے جو جو نصیحتیں کی تھیں جب بھی ان کے خلاف کام کیا تو یا تو کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا یا کسی مقدمے میں پھنس گیا۔اور جب تک خط لکھ کر قصور معاف نہیں کرالیا اس مصیبت سے چھٹکارا نہیں ملا۔

۱۹۶۔شیر محمد صاحب بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنے گاؤں کے بڑے زمیندار تھے۔اور بہت جائداد تھی۔اس لالچ میں ان کا ایک بھتیجا ان کی کاٹ کرنے کی کوشش میں لگ گیا وہ جلال آباد کے افسر کے پاس گیا اور وہاں کے انگریز حاکم سے کہا کہ شیر محمد آپ کا نوکر تھا اور اب پنشن پا چکا ہے۔وہ آپ سے غداری کر رہا ہے اور آپ کی خبریں اخبار روالوں کو پہنچا رہا ہے۔اس کا مقصد یہ تھا کہ مجھے سزا ہو جائے اور میرا کابل آنا جانا بند ہو جائے تا کہ وہ میری جائداد اور زمینداری پر قبضہ کرے۔انگریز حاکم نے جواب دیا کہ ہم تمہارے جھگڑے میں کچھ نہیں کر سکتے تم اپنے اپنے ملک واپس جاؤ۔میرا بھتیجا میری جان لینے کی ٹھانے ہوئے تھا۔جب انگریز حاکم نے منع کر دیا اور ہم لوگ اپنے ملک جانے لگے تو میں اور میرا بھتیجا اور چالیس لوگوں کے ساتھ ایک بڑی کشتی میں سوار ہو کر اپنے ملک جانے کے لیے روانہ ہوئے مجھے پورا یقین تھا کہ یہ موقع پا کر مجھے نقصان پہنچائے گا کیونکہ میں اکیلا تھا اور میرے بھتیجے کے ساتھ کافی لوگ تھے۔میں نے رات کو حضرت کو یاد کیا اور درخواست کی کہ دعا کریں کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے۔اگلے دن کشتی جب بیچ دریا میں پہنچی تو پانی میں بھنور پڑ گیا۔کشتی اس بھنور کے بیچ میں پھنسی اور الٹ گئی۔ میں نے کشتی کا کنارہ پکڑ رکھا تھا۔

دھیرے دھیرے کشتی بھنور سے باہر نکل آئی۔ میں بچ گیا لیکن میرا بھتیجہ اور اس کے سارے ساتھی ڈوب گئے۔ پشاور پہنچ کر سب سے پہلے میں نے حضرت کو خط لکھا کہ آپ کی دعا سے مجھے دشمنوں سے نجات مل گئی اور میں بچ گیا۔

۱۹۷۔ جب حضرت نیاز بے نیاز کا انتقال ہوا تو حضرت تاج الاولیاؒ کی عمر 17 سال تھی اور آپ کے چھوٹے بھائی شاہ نصیر حسین چھ سال کے تھے۔ حضرت حالانکہ خود بھی کم عمر کے تھے۔ لیکن آپ نے بالکل اولاد کی طرح چھوٹے بھائی کو پالا اور انہیں تعلیم دی۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہوگئی تو آپ نے انہیں خلافت دی اور انہیں بدایوں بھیج دیا۔ بدایوں میں ان کی اتنی شہریت ہوئی کہ دور دور سے لوگ ان کے پاس جاتے تھے۔ حضرت تاج الاولیاءؒ بریلی میں ہی رہتے تھے۔ ایک دن صبح آپ حویلی سے خانقاہ آئے تو بہت پریشان اور غمزدہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس کہ آج ہمارا بازو ٹوٹ گیا۔ ٹھیک اسی وقت بدایوں میں آپ کے بھائی شاہ نصیر الدین کا انتقال ہوگیا۔ بہت سے لوگ آپ کے پاس تعزیت کے لیے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے فقیری میں ان کی تعلیم پوری کر دی تھی وہ بڑے بڑے پیر فقیر انہیں مانتے تھے۔ کچھ سال سے لوگوں نے یہ اڑا دیا تھا کہ دونوں بھائیوں کے بیچ میں کوئی جھگڑا ہے حالانکہ اصل میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

۱۹۸۔ حضرت کے صاحبزادے ننھے میاں صاحب فرماتے تھے کہ حضرت تاج الاولیاءؒ نے خود مجھے تعلیم دی اور مجھے شمس العین شریف پڑھائی (شمس العین شریف حضرت نیاز بے نیاز کی لکھی ہوئی تصوف کی وہ کتاب ہے جسے تمام سجادہ نشینوں کو پڑھایا جاتا ہے اور جس کو پڑھنے کے بعد تصوف کے میدان میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا) مجھے آپ نے چار مرتبہ یہ کتاب پڑھائی۔ پہلی مرتبہ جب پڑھائی تو

CamScanner

سارے خلیفہ موجود تھے۔ دوسری مرتبہ پڑھائی تو کچھ خاص خاص لوگ تھے۔ تیسری مرتبہ پڑھائی تو ایک آدھ ہی لوگ شریک تھے اور چوتھی مرتبہ میں کوئی دوسرا نہیں تھا رات میں تہجد کے وقت مجھے اکیلے میں پڑھائی۔ اور اللہ تک پہنچنے کا راستہ اور سارے بھید بتائے۔ ننھے میاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت نے مجھے پوری شمس العین پڑھادی لیکن کچھ حصہ چھوڑ دیا۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ حصہ کیوں نہیں پڑھایا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آپ کے پڑھنے کا نہیں ہے۔ ایک رات میں خواب میں دیکھا کہ حضرت نیاز بے نیاز اور حضرت تاج الاولیا دونوں بیٹھے ہیں اور حضرت نے اپنے والد سے کہا کہ میں نے ننھے کو ساری شمس العین پڑھادی ہے۔ اور عمل بھی کروادیا ہے۔ لیکن جو حصہ آپ نے مجھے نہیں پڑھایا تھا وہ ان کو بھی نہیں پڑھا سکا۔ حضور قبلہ نے فرمایا کہ آؤ میاں ہم تمہیں پڑھادیں۔ آپ نے مجھے وہ پورا حصہ پڑھایا اور سمجھایا پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اگلی صبح جب میں حضرت کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کیوں میاں اب تو سب سمجھ میں آگیا۔

۱۹۹۔ مولوی محمد فائق صاحب نے لکھا ہے کہ یہ جو واقعہ میں بتا رہا ہوں یہ میرے سامنے کا ہے۔ اجمیر شریف کے ایک صاحبزادے جن کا نیاز یہ سلسلے سے کوئی تعلق نہیں تھا انھوں نے یہ بتایا کہ غریب نواز کی درگاہ پر ہزاروں لاکھوں لوگ آتے رہتے ہیں جن میں پیر فقیر بھی ہوتے ہیں مجذوب بھی ہوتے ہیں اللہ والے بھی ہوتے ہیں لیکن جو واقعہ میں بتا رہا ہوں وہ صرف تین لوگوں کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ واقعہ یہ ہے کہ خواجہ صاحب کی طرف سے کسی کی دعوت دیا جانا یا دعوت پر بلانا۔ بہت پہلے یہ دعوت حضرت نیاز بے نیاز کے پیر مولانا فخر الدین کے لیے کی گئی تھی۔ دوسری مرتبہ حضرت تاج الاولیاءؒ کی دعوت کا حکم ہوا اور تیسری مرتبہ حضرت تاج الاولیاءؒ کی وفات

CamScanner

کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محی الدین احمد عرف ننھے میاں صاحب کے لیے دعوت کا حکم دیا گیا۔ یہ دعوت اس طرح ہوتی ہے کہ خواجہ صاحب اپنے خاص خادم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی دعوت کرو۔ دعوت کے لیے جو کی روٹی اور گوگھرو کا ساگ پکا کر مزار کے پاس رکھ دیا جاتا تھا اور دعوت کے وقت انہی خادم کو یہ حکم ہوتا تھا کہ ہماری طرف سے فلاں صاحب کو یہ پیش کرو، اس طرح حضرت تاج الاولیاءؒ اور ان کے بیٹے دونوں کی یہ دعوت خواجہ صاحب کی طرف سے ہوئی۔ جب دسترخوان بچھا اور طرح طرح کے کھانے چنے گئے تو حضرت تاج الاولیاءؒ نے کھانے پر نظر ڈال کر فرمایا کہ دعوت کا خاص کھانا تو ہے ہی نہیں۔ تب حجرے میں سے خادم نے دو جو کی روٹی اور ساگ لاکر دیا۔ آپ نے ایک روٹی کے ٹکڑے کرکے وہاں موجود سب لوگوں کو دیا۔ اور ایک روٹی میں سے کچھ نوالے کھائے اور باقی واپس بریلی لے جانے کے لیے رکھوا دیئے۔ آج تک سوائے ان تین لوگوں کے کسی کے لیے خواجہ صاحب کا حکم نہیں ہوا ہے۔ اسے پنچایتی دعوت کہتے ہیں۔ عام طور پر بڑے بڑے لوگ آتے ہیں یا تو درگاہ کے لنگر سے کھاتے ہیں یا اپنے کھانے کا انتظام خود کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت تاج الاولیاءؒ اور ان کے صاحبزادے کا مقام نہ صرف خواجہ صاحب کی نظر میں خاص تھا بلکہ پیچھے بیان کیے گئے کئی واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں نے خواب میں آپ کو حضرت علیؓ، حضرت امام حسینؓ اور رسول اللہؐ کے دربار میں دیکھا۔ اس زمانے میں جتنے بھی مجذوب اور درویش تھے وہ حضرت تاج الاولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حکم لے کر جاتے تھے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔

۲۰۰۔ وفات شریف سے کافی پہلے سے آپ نے اس طرح کی باتیں کہنی شروع کردی تھی جس میں یہ اشارہ ہوتا تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کا وقت آ گیا

CamScanner

ہے۔ فائق صاحب کا کہنا ہے کہ آٹھ دس برس تک حضرت تاج الاولیاءؒ نے مجھے تعلیم دی لیکن ایک دن آپ نے ننھے میاں سے فرمایا کہ اب ان کو تم تعلیم دو، جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اب حضرت اپنے مریدوں کو ننھے میاں صاحب کے سپرد کر رہے ہیں۔ اسی طرح جب میں بریلی سے دور ہوتا اور مجھے کوئی پریشانی ہوتی تو میں اپنے پیر کی طرف توجہ کرتا اور اسی رات آپ خواب میں تشریف لاتے اور اسی رات میری پریشانی دور ہو جاتی۔ لیکن آخری زمانے میں جب بھی آپ تشریف لاتے تو آپ اکیلے نہیں آتے تھے ساتھ میں ننھے میاں صاحب ہوتے تھے۔ اس سے مجھے یہ شک ہوتا تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے دن قریب آ گئے ہیں۔

۲۰۱۔ میر فراست علی صاحب کہتے تھے کہ سیج رام نام کا ایک کپڑے والا کپڑے لے کر آتا تھا اور خانقاہ کی خواتین کے لیے اسی سے کپڑے لئے جاتے تھے۔ ایک دن وہ آیا تو آپ اسے لے کر ڈیوڑھی میں آئے اور بی بی صاحبہ کے پاس سب کپڑے بھجوا کر کہا کہ جتنا تمہارا دل چاہے کپڑے لو اور بنالو۔ ایسے کپڑے تو بہت ملیں گے لیکن تم ایسے کپڑے پہننا پسند نہ کرو گی۔ بی بی صاحبہ نے کہا کہ میرے پاس بہت کپڑے ہیں مجھے نہیں چاہئے۔ اس واقعہ کے کچھ دن بعد ہی آپ نے اس دنیا سے پردہ کر لیا۔

۲۰۲۔ میر فراست ہی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت مچھلی کے شکار کے لیے سرسا تشریف لے گئے۔ ایک مچھلی کا شکار کیا اور فرمایا کہ اٹھا لو اب ہم کھیل چکے۔ آپ کے ایک ملازم نے کہا کہ ابھی تو بہت دیر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب ہم نے اپنا شکار ختم کر لیا۔ وہاں سے آ کر آپ بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

۲۰۳۔ حضرت ننھے میاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت نیاز بے نیاز کے مزار کے پاس پورب میں کچھ زمین خالی پڑی تھی جہاں ایک چبوترہ بنا دیا گیا تھا۔ کبھی کبھی

حضرت تاج الاولیاءؒ ایک کھٹولہ بچھا کر بیٹھا کرتے تھے۔ایک روز ننھے میاں صاحب نے خواب میں دیکھا کہ اس چبوترے سے کچھ نور روشنی کی شکل میں زمین سے آسمان کی طرف جارہا ہے اور کچھ نور آسمان سے زمین کی طرف آرہا ہے۔اور اس زمین کے اوپر وہ دونوں نور مل کر ایک مینار کی شکل میں اکٹھا ہو گئے۔جب آنکھ کھلی تو ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس خواب کا کیا مطلب ہے۔انھوں نے حضرت تاج الاولیاءؒ سے جا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ، اللہ کا فضل ہے کہ یہ جگہ ہمارے دفن کے لیے طے کی گئی ہے۔چنانچہ انتقال کے بعد آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

۲۰۴۔دوست محمد صاحب جوالہ آباد کے رہنے والے تھے ۔ان کا کہنا ہے کہ رمضان کی پہلی تاریخ تھی میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔اچانک میرے کان میں آواز آئی کہ تیرے شیخ کا انتقال ہو گیا ہے۔میں نے چاروں طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔بعد میں حضرت تاج الاولیاءؒ کے انتقال کی خبر انہیں ملی کہ آپ کے انتقال کا وہی وقت تھا جب ان کے کان میں آواز آئی تھی۔

۲۰۵۔مولوی غلام اشرف صاحب جو حضرت کے خلیفہ تھے۔وہ بریلی شریف آئے ہوئے تھے۔ایک رات انھوں نے خواب میں دیکھا کہ سورج مغرب (پچھم) میں ڈوب رہا ہے اور پورب سے چاند نکلا جو بہت ہی چمکدار ہے اور بیچ آسمان کی طرف پہنچ گیا ہے۔اس کے دو ایک دن بعد ہی حضرت تاج الدین اولیاءؒ کا انتقال ہو گیا اور ننھے میاں صاحب مسند پر بیٹھے خواب کی تعبیر یہی تھی ،سورج کا ڈوبنا کہ حضرت تاج الاولیاءؒ کا اس دنیا سے پردہ کرنا اور ننھے میاں صاحب کی روشنی سے لوگوں کا فائدہ اٹھانا۔

۲۰۶۔ننھے میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ

اب ہمارے رخصت کا زمانہ چھ مہینے سے زیادہ نہیں ہے۔ چنانچہ جیسے آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا ٹھیک چھ مہینے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

۲۰۷۔ لالا جے چند بہادر کو حضرت سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ بتاتے تھے کہ ایک دن دوپہر کو میری یہ حالت ہوئی کہ رونے کو جی چاہنے لگا۔ بہت کوشش کی لیکن ضبط نہیں کر سکا تو کواڑ بند کر کے رونا شروع کر دیا۔ گھر والے بھی پریشان ہو گئے میری بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا بات ہے۔ اگلے دن صبح حضرت کے انتقال کی خبر پہنچی۔ پچھلے دن وہی وقت تھا جب میرا دل رونے کو چاہ رہا تھا۔

۲۰۸۔ حضرت ننھے میاں صاحب فرماتے تھے کہ انتقال سے ایک دن پہلے آپ نے بولنا بند کر دیا تھا۔ عورتوں نے کہا کہ زبان بند ہو گئی ہے۔ مجھے یہ بات بہت بری لگی۔ میں نے حضرت سے طبیعت پوچھی آپ نے فرمایا کہ شکر ہے۔ پھر میں نے کہا کہ آپ بولتے کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دھیان دوسری طرف ہے بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ننھے میاں صاحب نے یہ بھی بتایا کہ انتقال سے ایک دن پہلے یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ بار بار اپنے دونوں ہاتھ مصافحہ کرنے کے لیے اٹھاتے اور ایک ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کرتے۔ جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کون لوگ ہیں جن سے آپ مصافحہ کرتے ہیں اور بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارے سلسلے کے تمام پیر ہیں وہ تشریف لاتے ہیں تو میں مصافحہ کرتا ہوں اور بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوں۔

۲۰۹۔ مولوی فائق صاحب جو اس کتاب کے لکھنے والے ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ کچھ دن سے حضرت کو بخار تھا۔ دل تیز تیز دھڑکنے لگتا تھا اور جسم میں کپکپاہٹ ہونے لگتی تھی۔ رمضان کی پہلی تاریخ تھی اور جمعرات کا دن تھا۔ دوپہر دو بج کر دس

منٹ کو میں حضرت کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اور آپ کا سر اپنے ہاتھ سے ٹکا رکھا تھا۔ آپ نے زور سے کلمہ طیبہ پڑھا اور ہوُ کی آواز کی اور ہوُ کو اتنا کھینچا کہ سانس ٹوٹ گئی اور روح اپنے مرکز پر پہنچ گئی۔ اس کے بعد میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا اور ایسا لگتا تھا کہ سورج ڈوب گیا ہو۔ خانقاہ میں ہر طرف ایک کہرام مچ گیا۔ تمام لوگ دہاڑے مار مار کر رو رہے تھے۔

۲۱۰۔ حضرت کو ننھے میاں صاحب نے خود غسل دیا۔ غسل دینے سے پہلے آپ نے پوچھا کہ کہیں آب زمزم ہو تو لے کر آؤ۔ تلاش کیا تو دو گھڑے آب زمزم کے ملے جو حضرت تاج الاولیاءؒ نے شاید اسی مقصد سے رکھے تھے۔ آپکو اسی آب زمزم سے غسل دیا گیا۔ غسل دینے میں آپ کے پانچ چھ بڑے بڑے خلیفہ موجود تھے۔ کفن پہنانے کے بعد عطر لگایا گیا تو آپ کے ماتھے پر ایک سلوٹ پڑ گئی جیسے کوئی چیز ناگوار گزری ہو۔ اس وقت کسی کی سمجھ میں نہیں آیا بعد میں معلوم ہوا جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

۲۱۱۔ انتقال سے کئی سال پہلے حضرت تاج الاولیاءؒ نے شہر میں اپنے دفن ہونے کی اجازت ضلع مجسٹریٹ سے لے لی تھی۔ اور وہ اجازت نامہ خانقاہ میں رکھا ہوا تھا۔ اسی کے مطابق جنازے کی نماز کے بعد آپ کو اپنے والد اور پیر حضرت نیاز بے نیاز کے قریب چبوترے پر دفن کر دیا گیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں ننھے میاں صاحب نے نور کا مینار نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ کی قبر بالکل آپ کے والد کے برابر کی اونچائی پر بنائی گئی تھی۔ لیکن قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ قبر تھوڑی سی نیچے ہو گئی۔ لوگوں کو لگا کہ شاید مٹی کم پڑی ہے۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ اصل میں یہ بھی آپ کی ایک کرامت ہی تھی کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی قبر آپ کے والد کے برابر ہو کیونکہ اس سے بے ادبی ظاہر ہوتی تھی۔

CamScanner

۲۱۲۔ جب حضرت نیاز بے نیاز کا انتقال ہوا تھا تو اگلے دن شام کو بہت تیز بارش ہوئی تھی، جس کی وجہ سے آپ کی قبر بیٹھ گئی تھی اور اندر بھی کچھ پانی چلا گیا تھا، جس کا حضرت کو بہت افسوس تھا۔ اللہ کی شان کہ حضرت تاج الاولیاءؒ کے دفن ہونے کے بعد بھی بارش ہونی شروع ہوئی کیونکہ قبر کچی تھی اور ڈر تھا کہ اندر کہیں پانی نہ چلا جائے۔ کیونکہ بارش صبح سے شام تک لگاتار ہوتی تھی تو حضرت ننھے میاں صاحب اور خانقاہ کے کچھ لگ صبح سے شام تک شامیانہ لے کر کھڑے رہتے تھے۔ مہینہ بھر تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک دن ننھے میاں صاحب نے مزار پر رو کر عرض کیا کہ حضرت ہم جانتے ہیں کہ آپ اپنے شیخ کی سنت ادا کر رہے ہیں لیکن اس کی وجہ سے ہم لوگ سخت تکلیف میں ہیں خدا کے واسطے اب رحم کیجئے۔ اگلے دن آسمان کھل گیا اور بارش رک گئی۔ قبر میں کیونکہ پانی جا چکا تھا اس لیے یہ طے کیا گیا کہ قبر کو کھول کر دوبارہ سے بنائی جائے، لیکن اس کام میں کافی دیر ہوئی۔ تین سال کے بعد آپ کی قبر کھولی گئی۔ اور تابوت پر سے مٹی ہٹائی گئی۔ تابوت کھولا گیا تو ننھے میاں صاحب نے کہا کہ کہیں سے گلاب کا عطر مل جائے تو میں اس پر لگا دوں۔ مکان میں تلاش کیا گیا تو عطر دان میں تین شیشیاں عطر کی نکلیں، جن میں سے ایک مدینہ منورہ کے آستانے سے آئی تھی اور دوسری نجف اشرف میں حضرت علی کے مزار سے آئی ہوئی تھی اور تیسری کربلا میں حضرت امام حسین کے مزار سے آئی ہوئی تھی۔ ان پر لکھا تھا کہ یہ خاص ہمارے لیے ہے۔ تب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ دفن کے وقت جب خراب عطر لگایا گیا تھا تو آپ کے ماتھے پر سلوٹ کیوں پڑ گئی تھی۔ چنانچہ وہ تینوں شیشیاں آپ کے تابوت کے اندر خالی کر دی گئی اور مزار کو پکا کر دیا گیا۔

رمضان کی تین تاریخ کو صبح کے وقت حضرت کی سوئم کی فاتحہ ہوئی۔ پورے شہر

کے لوگ جمع تھے اور باہر سے بھی آئے ہوئے تھے، چوبیں سیر (کالو) چنوں پر کلمہ پڑھا گیا اور چودہ قرآن شریف پڑھے گئے۔ بہت سے لوگ جو کسی مجبوری کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے شہروں میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا اور لنگر تقسیم کرایا۔ چنانچہ نچھراؤں، لکھنؤ، اجمیر شریف، بمبئی سب جگہ دس دس پندرہ پندرہ قرآن شریف ختم کیے گئے۔ ایک من کے قریب چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھا گیا۔ تین رمضان حضرت بی بی فاطمہؓ کے بھی انتقال کی تاریخ ہے۔ عید کی آٹھویں تاریخ کو چہلم کی فاتحہ ہوئی اور شہر کے تمام لوگوں نے اس قرآن خوانی میں حصہ لیا۔ محتاجوں اور غریبوں میں کھانا تقسیم کیا گیا۔ 1322 ہجری مطابق 1904ء کا سال تھا جب تاج الاولیاءؒ نے دنیا سے پردہ کیا۔ چہلم کے دن ہی قرآن خوانی کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت محی الدین احمد عرف ننھے میاں صاحب کو حضرت کی گدی پر بٹھایا گیا اور دستار بندی ہوئی۔ حالانکہ حضرت تاج الاولیاءؒ اپنی زندگی میں ہی آپ کو سجادہ نشین بنا چکے تھے۔ لیکن ننھے میاں صاحب حضرت کی زندگی میں کبھی ان کی مسند پر نہیں بیٹھے تھے۔ لیکن دستار بندی کے بعد حضرت کے سبھی خلیفاؤں نے زور دے کر کہا کہ اب آپ گدی پر ہی بیٹھیں۔

حضرت کے جو پرانے کپڑے تھے کچھ نئے اور کچھ پہنے ہوئے وہ سب مریدوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ لیکن سر کی ٹوپی، دستار، جائے نماز، تسبیح اور جو ایک گاؤن آپ پہنا کرتے تھے وہ کسی کو نہیں دیا گیا اور تبرک کے طور پر رکھ لیا گیا۔

# حضرت تاج الاولیاءؒ کا مرتبہ

دنیاوی حیثیت سے حضرت تاج الاولیاءؒ شان وشوکت کی زندگی گزارتے تھے۔ اور دیکھنے والوں کو یہ غلط فہمی ہو جاتی تھی کہ جو فقیر اس شان سے رہتے ہوں سیر و شکار کا شوق رکھتے ہوں۔ کبوتر اور بٹیریں پالتے ہوں وہ بھلا اونچے درجے کے بزرگ کیسے ہو سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ سب ایک پردہ تھا۔ آپ کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ وہ پیروں اور فقیروں کا سا حلیہ بنا کر یا ان کے جیسا طریقہ اختیار کر کے لوگوں پر اپنا رعب ڈالیں اور اپنے اصل مرتبے کو ظاہر کریں۔ لیکن پھر بھی چھپانے کے باوجود آپ سے جو کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ وہ بڑے بڑے دشمنوں اور مخالفوں کو بھی قائل کر دیتی تھی اور وہ آپ کے قدموں میں کھنچے چلے آتے تھے۔ اس کے علاوہ ان گنت واقعات ایسے ہیں کہ جب لوگوں نے آپ کو خواب میں رسول اللہؐ کے دربار میں دیکھا۔ حضرت علیؓ کے ساتھ تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور حضرت امام حسینؓ نے ٹیکری سے بشارت دے کر خاص طور پر آپ کو بلوایا تاکہ آپ علم کھولیں اور گھوڑے کا ٹوٹا ہوا نال لے جائیں۔ کئی واقعات اس کتاب میں بھی ایسے لکھے ہوئے ہیں۔ جب ننھے میاں

صاحب نے آپ نے سوال پوچھا اس وقت آپ خاموش ہو گئے اور اگلے دن حضرت امام حسینؓ سے پوچھ کر جواب دیا۔ ایک صاحب نے آپ کو حضرت علیؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور آپ کا نام بھی معلوم ہوا تھا جب وہ آپ سے ملنے کے لیے خانقاہ شریف آئے تو آپ فوراً حویلی میں گئے اور وہی لباس پہن کر آئے جس لباس میں انھوں نے حضرت علی کے ساتھ دیکھا تھا، تاکہ کوئی شک نہ رہے۔ حضرت علیؓ کو تمام صوفیوں کا امام کہا جاتا ہے اور حضرت علیؓ کے دربار میں حضرت تاج الاولیاءؒ کا جو مرتبہ تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے مجذوب آ کے حضرت سے مولا کے احکامات لیتے تھے۔

## حضرت شاہ نظام الدین حسینیؒ کو ''تاج الاولیاءؒ'' کا خطاب عطا ہونے کا واقعہ:

مولوی محمد فائق صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت سراج السالکین محی الدین احمد صاحب نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت کو ''تاج الاولیا'' کا خطاب عطا ہوا تو آپ کسی طرح اسے قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔ آپ نے معافی چاہی تو عالم مثال (خواب میں) رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''دو سو سال سے یہ خطاب تمہارے لیے امانت ہے۔ تمہیں قبول کرنا ہوگا۔'' حضرت نے عرض کیا کہ ''میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا۔ مجھے معاف کیا جائے۔ پھر حضرت کے سر میں درد شروع ہو گیا۔ سخت تکلیف ہوتی تھی۔ روزانہ دوبارہ خواب میں حضرت نیاز بے نیازؒ کی زیارت ہوتی اور حضرت سے معافی چاہتے۔ آپ کے صاحب زادے حضرت محی الدین احمد صاحب نے بار بار اس درد اور تکلیف کی وجہ جاننی چاہی، لیکن حضرت خاموش رہے۔ ایک دن مجذوب صاحب نے یہ بات سب کو بتا دی تو حضرت محی الدین احمد صاحبؒ

نے حضرت سے جا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے کہ آپ کو خطاب عطا ہو رہا ہے اور آپ انکار کر رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ''کیا کروں بہتیرا عرض کرتا ہوں لیکن کوئی سنتا ہی نہیں۔'' سر کے درد کے علاج کے بہانے دہلی تشریف لے گئے اور آستانوں پر عرض کیا سفارش کرنے کی درخواست کی لیکن کسی نے نہیں سنا۔ حضرت قطب صاحب نے خواب میں آ کر فرمایا کہ جب تک ہمارے یہاں رہو گے، درد نہیں ہوگا، لیکن یہ خطاب تو تمہیں قبول کرنا ہی ہوگا''۔ حضرت بریلی شریف آ گئے۔ یہاں آپ کو خواب میں حضرت نیاز بے نیازؒ، حضرت علیؓ اور رسول اللہﷺ کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ میاں تمہاری عاجزی اور انکساری (خود کو کچھ نہ سمجھنا) حد کو پہنچ گئی ہے جو ولیوں کی خصوصیت ہے ہم نے بھی سفارش کی لیکن اللہ کا حکم ہے اور اسے ماننا ہی ہوگا۔'' حضرت ہاتھ باندھے خاموش رہے۔ خواب سے جاگنے کے بعد سر درد کو تو خمیرہ گاؤزبان سادہ سے فائدہ ہو گیا اور حضرت نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہﷺ کی مرضی کے آگے سر جھکا دیا۔ لیکن اپنے صاحب زادے حضرت محی الدین احمد صاحب سے فرمایا کہ میری زندگی میں اس بات کی شہرت نہ کی جائے۔'' صاحب زادے صاحب نے عرض کیا کہ حضور شجرے میں تو یہ خطاب لکھا ہی جائے گا۔ آپ کہیں تو خاندان والوں کو ور نیازیہ سلسلے کے غلاموں کو اطلاع کر دی جائے۔'' حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا ''ابھی ٹھہرو۔ اللہ کا حکم ہے تو خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔ تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

بعد میں پنجاب سے ایک مجذوب صاحب نے حضرت کو خطاب پانے کی مبارکباد لکھی۔ ایک اور درویش نے حضرت محی الدین احمد صاحبؒ کو بتایا کہ تمہارے پیر نظام الدین حسینؒ کی اتنی مقبولیت اور اتنا نام مجھے پسند نہیں تھا تو میں رسول اللہﷺ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں صاحب وہ تاج الاولیاء ہیں۔ یہ خطاب دو سو سال

سے خاص انھیں کے لیے امانت ہے جواب دیا جا رہا ہے۔'' درویش صاحب نے کہا کہ رسول اللہ نے خواب میں جب یہ ارشاد فرمایا تو میں نے توبہ کی۔ اب میں ان کا دوست ہوں۔ میری طرف سے آپ کو اور سارے مریدوں کو مبارکباد پہنچا دیں۔'' اس کے علاوہ بھی بہت سے ولیوں اور بزرگوں نے مبارکباد دی۔ اس کے بعد شجرے میں حضرت کے نام سے پہلے خطاب تاج الاولیاء کا لکھا جانے لگا۔

حضرت تاج الاولیاءؒ کا مرتبہ میدان طریقت اور صوفیائے کائنات میں کس قدر بلند اور اعلیٰ تھا (ہے) اس کا اندازہ ''کرامات نظامیہ'' کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک واقع ہوتا ہے۔ لیکن آپ کے مزاج میں اس قدر عاجزی اور انکساری تھی (جو چشتیہ سلسلے کے اشیاخ کی خصوصیت رہی ہے) کہ آپ کو اپنے مقام اور مرتبے کی شہرت گوارا نہیں تھی۔ اسی لیے آپ نے روایتی درویشوں جیسا حلیہ نہیں بنایا۔ شاہانہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ شکار، کبوتر، بٹیر اور شکرے پالنا وغیرہ ایسے شوق ظاہر فرماتے تھے کہ بعض لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ لیکن ہیرے موتی کی چمک سات پردوں میں بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا کے بہت سے ممالک سے لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ آپ کے خلفاء اور مریدین، مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے تھے اور الحمدللہ آج بھی نیاز یہ سلسلہ دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔) تلاش حق میں سرگرداں نہ جانے کتنے لوگوں کو غیب سے اشارہ ہوا کہ ان کی تلاش کا مقصود ہندوستان کے شہر بریلی میں خانقاہ نیازیہ میں حضرت نظام الدین حسینؒ کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ کسی کو مدینہ منورہ میں روضہ اقدس سے رہنمائی ہوئی اور کسی کو عالم مثالی (خواب) میں ہدایت ہوئی۔ جس نے سچی عقیدت سے اس در پر ہاتھ پھیلایا اللہ کے کرم سے وہ مایوس نہیں گیا۔

CamScanner

# سراج السالکین حضرت محی الدین احمد عرف ننھے میاں صاحب کے حالات اور کرامات

## پیدائش:

حضرت تاج الاولیاءؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ محی الدین احمد صاحبؒ جو ننھے میاں کہلاتے تھے۔ وہ صفر کی انیس تاریخ 1276 ہجری مطابق 1858ء صبح فجر کے وقت بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت تاج الاولیاءؒ کے خلیفہ حسین شاہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک رات میں تہجد کے بعد حضرت نیاز بے نیاز کے مزار کے پاس چبوترے پر وظیفہ پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حویلی کی طرف سے سورج نکل آیا ہے۔ اتنی روشنی تھی کہ میں چونک پڑا کہ کیا صبح کی نماز قضا ہوگئی حالانکہ اس وقت کافی اندھیرا ہونا چاہئے تھا۔ اسی وقت حضرت نیاز بے نیاز کے مزار شریف سے آواز آئی کہ محی الدین احمد پیدا ہوا ہے۔ اور اسی وقت حویلی سے ایک خادمہ آئی اور اس نے بتایا کہ صاحبزادے پیدا ہوئے ہیں۔ پیدائش کے بعد نہلا کر ماں کی گود میں دینے کے بجائے آپ کو خانقاہ میں لایا گیا اور حضرت تاج الاولیاءؒ نے گود میں لیا اور وہی نام رکھا

CamScanner

جو مزار سے آواز آئی تھی۔ حضرت نیاز بے نیاز کے بھائی کا نام بھی محی الدین احمد تھا۔ آپ کی دادی کو یہ نام پسند نہیں تھا لیکن حضرت نے کہا کہ نام تو یہی رہے گا۔

جب آپ نے بولنا شروع کیا تو سب سے پہلے کلمہ توحید پڑھایا گیا۔ جیسے جیسے زبان کھلتی گئی آپ کو سارے کلمے یاد کروائے گئے اور تصوف کی تعلیم شروع ہوگئی۔ اللہ کون ہے کہاں ہے؟ محمد کون ہیں؟ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے اس میں اللہ ہی کا جلوہ ہے۔ سب سے پہلے نور محمدیؐ پیدا کیا گیا۔ اور یہ دنیا انہی کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہ ساری باتیں حضرت تاج الاولیاءؒ نے خود تعلیم فرمائیں۔ اور اس طرح سمجھائیں کہ دو سال کی عمر میں ہی یہ سب کچھ یاد ہوگئیں۔ بہت ہی چھوٹے تھے تو ایک دن حضرت تاج الاولیاءؒ نے پوچھا کہ میاں یہ تمام عالم کیا ہے۔ اور آپ نے کہا کہ یہ سب محمدؐ ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا میں بھی محمدؐ ہوں۔ پھر حضرت نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ ادھر دیکھو۔ جب دیکھا تو بے ہوش ہوگئے۔ حضرت نے بہت دیر تک اپنی گود میں رکھا۔ اس طرح ننھے میاں کی دینی تعلیم اس وقت شروع ہوگئی جب آپ کی دودھ پینے کی عمر تھی۔

جب آپ چار سال چار مہینے اور چار دن کے ہوگئے تو آپ کی بسم اللہ ہوئی اور خاندان کے قاعدے کے مطابق حضرت نے بسم اللہ سے پہلے بچے کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پھر ان کو بسم اللہ اور اقراء کی پانچ آیتیں پڑھوائی۔ اس کے بعد مٹھائی بانٹی گئی۔

قرآن شریف آپ نے مولوی عبیداللہ صاحب سے پڑھا۔ پرائمری تعلیم مولوی علی احمد صاحب سے حاصل کی اور باقی علم حدیث اور فقہ وغیرہ و مولوی احمد یار خاں اور مولوی ہدایت صاحب سے پڑھا۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام ظاہری علم حاصل کر لیے تھے۔ پھر حضرت تاج الاولیاءؒ نے آپ کو بیعت کیا اور وہ تعلیم شروع ہوئی جو

صوفیوں کو دی جاتی ہے۔ بہت سے وظیفے اور ذکر کرنے کو بتائے گئے۔ حضرت تاج الاولیاءؒ جب اپنے مریدوں کو تعلیم دیتے تھے تب بھی آپ کو بلا لیتے تھے۔ تصوف میں جو بھی کتابیں ضروری ہیں وہ سب آپ کو پڑھائی گئیں۔ آخر میں حضرت نیاز بے نیازؒ کی لکھی ہوئی تصوف کی کتاب شمس العین شریف خود حضرت تاج الاولیاءؒ نے چار مرتبہ پڑھائی۔ پہلی دفعہ سب مریدوں کے سامنے دوسری مرتبہ خاص مریدوں کے سامنے، تیسری مرتبہ بہت خاص خلیفاؤں کے سامنے اور چوتھی مرتبہ تہجد کے وقت اکیلے میں۔ اس وقت آپ کو وہ ساری باتیں بتائی گئی جو سجادہ نشین کو بتائی جاتی ہیں۔

حضرت تاج الاولیاءؒ کے بڑے بڑے خلیفہ اکثر عصر کی نماز کے بعد آپ کو لے کر بیٹھتے اور مغرب تک توجہ دیا کرتے تھے۔ لیکن سب سے زیادہ اثر حضرت تاج الاولیاءؒ کی توجہ سے ہوتا تھا۔ جو دماغ پر اتنا زور ڈالتی تھیں کہ اکثر آپ سو جاتے تھے۔ اس طرح سولہ سترہ سال کی عمر میں ہی آپ کی ظاہری اور باطنی دونوں تعلیم مکمل ہو چکی تھیں۔ ایک دن حضرت تاج الاولیاءؒ نے اپنے خلیفہ قاری نظر محمد صاحب کو حکم دیا کہ تم ننھے میاں کا امتحان لے کر دیکھو کہ یہ کسی قابل ہوئے کہ نہیں۔ نظر محمد صاحب نے بچنا چاہا لیکن حضرت نے کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں۔ مجبور ہو کر قاری صاحب اور مولوی ظہور الحق صاحب دونوں نے ننھے میاں صاحب کا امتحان لیا۔ ہر طرح جانچ پڑتال کی اور حضرت تاج الاولیاءؒ سے جا کر عرض کیا کہ حضور جو آپ ہیں وہی یہ بھی ہیں کچھ فرق نہیں ہے۔ ہر طرح کے امتحان اور جانچ کے بعد سات جمادی الثانی 1302 ہجری مطابق 25 مارچ 1885ء جمعرات کے دن صبح دس بجے حضرت نے سبھی اپنے مریدوں اور خلیفاؤں کو جمع کیا اور سب کے سامنے ننھے میاں صاحب کو اپنی مسند پر بیٹھایا اور اپنا جانشین بنایا اپنے سر سے ٹوپی اور دستار اتار کر آپ کے سر پر رکھی اور

CamScanner

سامنے کھڑے ہوکر آپ کو دو روپے نذر کیے اور فرمایا کہ یہ دو روپے وہ ہیں جو حضرت نیاز بے نیازؒ نے مسند پر بیٹھا کر مجھے نذر کیے تھے اور یہی دو روپے حضرت قبلہ کو ان کے پیر حضرت فخر الدین دہلویؒ نے خود دیے تھے جو جو برتاؤ حضور قبلہ نیاز بے نیازؒ نے میرے ساتھ کیا تھا وہی میں نے تمہارے ساتھ کیا۔ اس کے بعد حضرت تاج الاولیاءؒ نے فرمایا کہ آج سے جتنے میرے مرید اور خلیفہ ہیں وہ ان کو اپنا پیر بھائی نہ سمجھیں بلکہ جو میرے مرید ہیں وہ اپنے آپ کو ان کا مرید سمجھیں اور جو میرے خلیفہ ہیں وہ اپنے آپ کو ان کا خلیفہ سمجھیں، یہی سجادہ نشینی کا طریقہ ہے۔

۲۱۳۔ خلافت ملنے اور سجادہ نشینی کی رسم ہونے کے کئی سال بعد تک حضرت تاج الاولیاءؒ ننھے میاں صاحب کو خانقاہ شریف میں پوری پوری رات تعلیم اور توجہ دیتے تھے اور کم عمری کے زمانے سے ہی جب حضرت کو کسی کو خلیفہ بنانا ہوتا تو اسے تعلیم کے لیے ننھے میاں کے سپرد کر دیا جاتا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم عمری کے زمانے سے ہی آپ کی تعلیم اتنی مکمل ہو چکی تھی کہ آپ بڑے بڑے مریدوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ حضرت کی زندگی میں ننھے میاں صاحب نے خلافت اور اجازت مل جانے کے بعد بھی ادب کی وجہ سے ایک آدھ کو چھوڑ کر کسی کو بیعت نہیں کیا۔ حضرت تاج الاولیاءؒ کے دنیا سے پردہ کر لینے کے بعد آپ نے بیعت کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور کچھ ہی برسوں میں ہزاروں لوگ آپ سے بیعت ہو چکے تھے۔ خاص طور پر گوالیار اور الہ آباد میں جب آپ تشریف لے جاتے تو ہر مرتبہ سیکڑوں لوگ مرید ہو جاتے۔ آٹھ دس سال تعلیم لینے کے بعد آپ صرف کچھ لوگوں کو ہی خلافت دیتے تھے۔

۲۱۴۔ حضرت تاج الاولیاءؒ کا قاعدہ تھا کہ آپ عام طور پر کسی کے گھر نہیں جاتے تھے۔ جب کوئی بہت زیادہ اصرار سے بلاتا صرف تبھی جاتے۔ کیونکہ جب آپ

باہر تشریف لے جاتے تو آپ کے ساتھ کافی لوگ ہوتے تھے۔ آپ کو یہ پسند نہیں ہوتا تھا کہ جس نے بلایا ہے اس کے اوپر اتنے لوگوں کا بوجھ ڈالیں۔ یہی طریقہ حضرت شاہ محی الدین احمدؒ صاحب کا بھی تھا جنھیں سراج السالکین کا لقب عطا ہوا تھا۔ الہ آباد میں حضرت تاج الاولیاءؒ کے خلیفہ ملا محمدی شاہ صاحب رہتے تھے۔ جب ملا صاحب کا انتقال ہوگیا تو وہاں کے لوگوں نے حضرت تاج الاولیاءؒ کو بلایا لیکن پھر حضرت کا بھی وصال ہوگیا تو لوگوں نے ننھے میاں صاحب کو بہت شدت سے بلایا جب لوگوں کی دعوت حد سے بڑھ گئی تو آپ نے وہاں جانا منظور فرمایا۔ جب آپ کے آنے کی خبر ہوئی تو سیکڑوں لوگ اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ اور ہر ایک کے ہونٹوں پر یہ غزل تھی:

اب کوئی دم میں نوید میگسار آنے کو ہے
جھومتا مغرب سے ابر نو بہار آنے کو ہے

جس کے کہلاتے ہیں ہم وہ باوقار آنے کو ہے
اب بریلی سے ہمارا تاج دار آنے کو ہے

کاروانِ چشت وقادریہ کا اعلیٰ حکمراں
اور نیازی مملکت کا شہریار آنے کو ہے

نامرادوں کی مراد امیدواروں کی امید
دردمندوں کی دوا دل کا قرار آنے کو ہے

اپنے متوالوں کا والی اپنے مستوں کا ولی
اپنے رندوں کے لیے ابر بہار آنے کو ہے

منتظر اہل الہ آباد جس کے تھے نواب
وہ سراپا رحمت پروردگار آنے کو ہے

غرض اسٹیشن پر بڑی بھیڑ جمع تھی لوگ آپ کے لیے چار گھوڑوں کی گاڑی لے کر آئے تھے اور راستے بھر لوگ پھول اور پھولوں کے گجرے نچھاور کر رہے تھے۔ اس طرح آپ کو محمدی شاہ صاحب کی خانقاہ میں لایا گیا۔ آپ سے ملنے کے لیے لوگوں کی اس قدر بھیڑ ہوتی تھی کہ لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ آپ وہیں خانقاہ میں ٹھہرے رہے۔ ہر روز بیسیوں لوگ آپ کے مرید ہوتے تھے۔

دو ایک روز کے بعد معین الدین نام کے ایک صاحب آپ سے ملنے آئے ان کا نیازیہ سلسلے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ انھوں نے حضرت سے شکایت کی کہ ملا محمدی شاہ صاحب کے مرید گلاب شاہ بہت کہنے سننے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ان سے جب کہو تو وہ کہتے ہیں کہ فقیروں کو نماز سے کیا کام وہ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں ہمیں کوئی مطلب نہیں ہے۔ لیکن دوسرے لوگ ان کی دیکھا دیکھی نماز میں کاہلی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقیر اور اللہ والے نماز نہیں پڑھتے تو ہم کیوں پڑھیں، حالانکہ ہمارے ہاں نماز کی اتنی پابندی تھی کہ نماز نہ پڑھنے پر ہمارے کہنے سے کلکٹر تک نے جو غیر مذہب کا تھا، یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ جو نماز نہیں پڑھے گا اس پر پندرہ روپے کا جرمانہ اور ایک مہینے کی قید ہوگی۔ اس کے بعد سے سب لوگ نماز پڑھنے لگے لیکن گلاب شاہ مسجد کے قریب رہتے ہیں پھر بھی نماز پڑھنے نہیں جاتے ہیں۔

معین الدین صاحب نے نہ جانے کس وجہ سے حضرت سے یہ شکایت کی لیکن مخالفین کو یہ کہنے کو بات ہوگئی کہ نیازیہ خاندان میں لوگ نماز کو فرض نہیں جانتے۔ اس طرح نیازیہ سلسلے پر یہ بہت بڑا الزام لگا دیا۔ حضرت نے جب ان کی بات سنی تو فرمایا کہ میاں نماز وہ چیز ہے کہ جو صرف انسانوں پر ہی نہیں ہر مخلوق پر فرض ہے۔ جانور اپنے اپنے طریقے پر عبادت کرتے ہیں اور محمدؐ کی امت پر جو نماز فرض کی گئی ہے

CamScanner

وہ ہر ایک پر فرض ہے۔ اور اسلام کے جو پانچ رکن ہیں ان میں پہلا نمبر توحید ہے دوسرا نماز تیسرا روزہ چوتھا زکوٰۃ اور پانچواں حج۔ لیکن ان پانچوں میں قرآن اور حدیث میں سب سے زیادہ نماز کی تاکید آئی ہے۔ رسول اللہؐ نے کبھی نماز قضاء نہیں کی۔ خلفاء راشدین نے کبھی نماز نہیں چھوڑی۔ صحابیوں نے نماز نہیں چھوڑی۔ جتنے اللہ والے اور فقیر گزرے ہیں سب نماز کے پابند رہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ دوسری حدیث ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ معراج میں جب رسولؐ اللہ کو اللہ کے سامنے جانے کا موقع ملا اس وقت نماز فرض ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ کفر کے قریب ہوگیا۔ حدیث میں بھی آیا ہے کہ مومن اور کافر میں نماز ہی فرق کرتی ہے۔ یعنی جس نے نماز پڑھی معلوم ہوا کہ یہ شخص مسلمان ہے اور جس نے نماز نہیں پڑھی تو پتہ نہیں چلتا کہ یہ مومن ہے یا کافر ہے۔ یہ سب بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت نیاز بے نیاز آخری عمر میں ہر وقت اللہ کی یاد میں گم رہتے تھے۔ لیکن مریدوں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ جب نماز کا وقت ہوا کرے تو ہمیں بتا دیا کریں۔ کئی بار نماز کی حالت میں بھی آپ اللہ کی یاد میں اتنا ڈوب جاتے کہ بجائے دو کے ایک سجدہ کر لیتے۔ نماز ختم کرنے کے بعد جب مریدین بتاتے تو آپ دوبارہ نماز پڑھتے اور جب نماز پوری ہو جاتی اور مرید بتاتے کہ نماز ختم ہوگئی تو اللہ کا شکر ادا کرتے کہ الحمد اللہ میری نماز ختم ہوگئی۔ غرض نماز کے بارے میں رسولؐ خلیفہ اور صحابیوں کے علاوہ ہمارے سبھی پیروں کا یہی طریقہ رہا کہ انھوں نے کبھی نماز قضا نہیں کی۔ خود گلاب شاہ کے دادا پیر نماز کے پابند تھے اگر گلاب شاہ یہ کہتے ہیں کہ ہم فقیر ہیں ہمیں روزے نماز سے واسطہ نہیں ہے تو یہ شیطانی خیال ہے اور وہ گمراہ ہیں۔ صرف اپنے پیروں کو ہی بدنام نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنی فقیری

کے نام پر بھی دھبہ لگا رہے ہیں۔ خیر جس وقت کا اب شاہ آئیں گے ان کو سمجھایا جائے گا لیکن آپ سب یہ سن لیں کہ جب تک آدمی کے حواس کام کر رہے ہیں اور وہ ہوش میں ہے تو شریعت کے کسی حکم کو نہیں چھوڑ سکتا، البتہ اگر اس کے حواس ہی ختم ہو گئے ہیں تو اور بات ہے۔

کچھ لوگوں نے حضرت تاج الاولیاءؒ پر یہ الزام لگا دیا تھا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی کبھی نماز قضا نہیں ہوئی لیکن آپ کو نماز میں اس قدر اللہ کی طرف توجہ ہو جاتی تھی کہ آپ لوگوں کے بیچ میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور نماز کے وقت حویلی میں تشریف لے جاتے تھے۔ مثلاً کئی مرتبہ آپ کے سجدے اور رکوع اتنے لمبے ہو جاتے تھے اور آپ یادِ الٰہی میں اتنا کھو جاتے تھے کہ جماعت میں ایسی نماز پڑھنا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے آپ عام طور پر لوگوں کے سامنے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اس بات سے دشمنوں کو یہ موقع مل گیا کہ حضرت نہ تو خود نماز پڑھتے ہیں اور مریدوں کو بھی نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ دشمنوں کو تو موقع چاہیے ہوتا تھا کہ آپ کے بارے میں لوگوں کو غلط اطلاع دیں انہیں یہ پریشانی تھی کہ ہزاروں لوگ آپ ہی کی طرف کیوں آتے ہیں۔ مولوی فائق صاحب کہتے تھے کہ ایک صاحب نے مجھ سے بھی ایسا ہی کہا ہے کہ ہم نے ایسا سنا ہے تو میں نے کہا کہ اگر حضرت نے نماز پڑھنے کو منع کیا ہوتا تو سب سے پہلے میں ہی چھوڑ دیتا۔ اب حضرت کے لیے جو لوگ نماز نہ پڑھنے کی بات کرتے ہیں اس کا حال یہ ہے کہ آپ نے ایک کتاب ننھے میاں صاحب کی تعلیم کے لیے لکھی ہے، حالانکہ اس کتاب کو لوگوں کو دکھانے کا حکم نہیں ہے، لیکن کیونکہ لوگ حضرت پر الزام لگا رہے ہیں اس لیے مجھے بتانا پڑ رہا ہے کہ اس میں پورے دو صفحوں میں حضرت نے نماز پڑھنے کی تاکید کی ہے اور نہ پڑھنے پر وارننگ دی

ہے۔ میں نے وہ کتاب خاں صاحب کو دکھائی اور کہا کہ اگر حضرت اپنے گھر والوں یا مریدوں کو نماز پڑھنے کو منع کرتے تو اپنے صاحبزادے کو اتنی سختی سے نماز پڑھنے کی تاکید کیوں کرتے۔ میری بات سن کر خاں صاحب خاموش ہو گئے۔ لیکن میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں تو کبھی کبھار ہی آتا ہوں اور میرے سامنے حضرت نے نماز نہیں پڑھی۔ اگر خان صاحب نے پوچھ لیا کہ تم نے نماز پڑھتے دیکھا ہے تو میں کیا جواب دوں گا۔ لیکن اللہ کا کرم ایسا ہوا کہ خان صاحب نے ایسا کوئی سوال نہیں کیا۔ اس کے دو ایک مہینے کے بعد میں بریلی شریف حاضر ہوا تو پہلے ہی دن حضرت تاج الاولیاءؒ نے مغرب کے وقت حویلی جانے کے بجائے خانقاہ شریف میں ہی پانی منگوا کر وضو کیا اور سب کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی۔ مجھے فوراً یاد آگیا کہ میں نے دو مہینے پہلے یہ سوچا تھا کہ انھوں نے کبھی میرے سامنے نماز نہیں پڑھی اگر انھوں نے مجھ سے پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا تو حضرت نے میری الجھن دور کرنے کے لیے نہ صرف پہلے دن بلکہ دوسرے دن بھی خانقاہ میں باجماعت نماز پڑھی۔ حضرت کی کرامت تھی کہ دو مہینے پہلے جو میرے دل میں شک آیا تھا وہ آپ کو پتہ چل گیا اور وہ شک آپ نے دور کر دیا اور مجھے یہ موقع بھی دیا کہ اگر کوئی مجھ سے بحث بھی کرے گا تو میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اسی طرح پٹنہ کے رئیس منومیاں بھی کافی عرصے سے خانقاہ شریف میں رہے انھوں نے بھی عید بقرعید کے سوا آپ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ ان کا یہ شک جب ننھے میاں صاحب کو معلوم ہوا۔ ایک دن جب حضرت مچھلی کے شکار کے لیے جا رہے تھے تو آپ نے منومیاں کو بھی ساتھ لے لیا۔ جنگل میں خیمے گاڑھے گئے تھے۔ ننھے میاں صاحب نے منومیاں سے کہا کہ آپ حضرت کے خیمے کے پاس رہیں اور جھری

میں سے جھانک کر دیکھتے رہیں کہ حضرت کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ منومیاں جب بھی جھانک کر دیکھتے آپ کو نماز پڑھتا ہوا پاتے۔ یہ حالت دیکھ کر کہنے لگے کہ باپ رے حضرت تو بہت نماز پڑھتے ہیں۔ دل میں بہت شرمندہ ہوئے کہ انھوں نے آپ کے بارے میں ایسا سوچا۔

ولی اللہ جو بھی کچھ کرتے ہیں وہ شریعت کے مطابق کرتے ہیں، لیکن کئی دفعہ وہ ظاہر نہیں کرتے۔ اس لیے بزرگوں کے خلاف کبھی بھی برا عقیدہ دل میں نہیں لانا چاہیے۔

حضرت تاج الاولیاءؒ کے جانشین یعنی حضرت سراج السالکین شاہؒ محی الدین احمد جو ننھے میاں صاحب کہلاتے تھے، ان سے بھی کرامتیں ہوتی رہتی تھی۔ لیکن ان کا یہ شدت سے حکم تھا کہ ان کو ظاہر نہ کیا جائے، ایک مرتبہ میں نے ننھے میاں صاحب سے کہا کہ میں حضرت تاج الاولیاءؒ کی کرامتوں کے بارے میں کتاب لکھ رہا ہوں۔ کچھ واقعات لکھ کر بھی دکھائے اور ایک آدھ بات حضرت ننھے میان صاحب کے بارے میں بھی لکھی۔ آپ نے قلم لے کر اپنے ہاتھ سے اسے کاٹ دیا۔

حضرت ننھے میاں صاحب سے جو کرامتیں ہوئی اس کو وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن میں نے جو آپ کے سامنے جو دعویٰ کیا ہے اس کا ثبوت ضرور دوں گا چاہے آپ ناراض ہی کیوں نہ ہو۔ خاص طور پر جب لوگوں نے آپ کے خلیفاؤں کی کرامتیں لکھ کر چھپوا دیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو سجادہ نشین ہیں اور ہمارے پیر کی جگہ ہیں ان کے بارے میں کچھ نہ لکھوں۔ حضرت تاج الاولیاءؒ خود ہی عارف (اللہ کو پہنچاننے والے) نہیں تھے بلکہ عارف بنانے والے بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے صاحبزادے کو بھی عارف نہ بنایا ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

(ا) یعقوب علی خان جو بریلی کے رہنے والے تھے ان کا کہنا تھا کہ میری گھر

والی پلیگ کی بیماری میں مبتلا تھی اور بہت زیادہ بیمار تھی۔ اس کے دو گلٹیاں ناف کے نیچے ٹانگوں پر اور دو کانوں کے پیچھے نکل آتی تھیں۔ بخار بہت تیز تھا، بالکل ہوش نہیں تھا نہ کسی کو پہچانتی تھی۔ گلے سے کچھ نہیں اتر تھا۔ بریلی کے بڑے بڑے حکیم مسیح اللہ خاں حکیم جمشید علی، حکیم احسان علی اور حکیم ابوالحسن سب کا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ بیماری بڑھتی ہی گئی۔ حکیموں نے جواب دے دیا میں ننھے میاں صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت تاج الاولیاءؒ حیات تھے۔ آپ حضرت سے اجازت لے کر میرے گھر آئے اور میری بیوی کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو بہت ٹھیک ہے تم کیوں گھبراتے ہو۔ آپ یہ کہہ کر واپس تشریف لے گئے۔ اور وہ عورت جس کی آخری حالت تھی۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہوگئی۔ شام کو اس نے کھانا بھی کھایا اور آپ جو دوا بتا گئے تھے حالانکہ وہ کئی دن کھا چکی تھی۔ لیکن آپ کے بتانے کے بعد دو تین دن تک دوا دی اور وہ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ یہ ایک ایسی کھلی کرامت تھی کہ سارے حکیم حیران رہ گئے۔

(۲) میر محبوب علی صاحب جو بریلی چھاونی میں رہتے تھے۔ ان کی بیٹی کو پیٹ کے درد کی تکلیف تھی۔ تین سال سے بیمار تھی۔ ہر طرح کے یونانی اور ڈاکٹری علاج کر کے ہار گئے تھے۔ ننھے میاں صاحب سے بھی عرض کیا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ میر محبوب علی آپ سواری کا انتظام کیجیے۔ ہم آپ کے گھر چلیں گے۔ ان کے گھر پہنچ کر آپ نے کہا کہ مریض کہاں ہے۔ وہ بھی آپ کی مرید تھی سامنے حاضر ہوئی آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے رات کو کیا خواب دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ حضرت مولانا علیؓ کو خواب میں دیکھا تھا لیکن انھوں نے جو فرمایا تھا وہ میں بھول گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ آج رات کو تو پھر انہیں خواب میں دیکھے گی۔ جب خواب میں دیکھے تو پوچھنا کہ مجھ کو بیماری کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ رات کو وہ سوئی تو اس نے پھر حضرت علیؓ کو خواب

CamScanner

میں دیکھا اوران سے وہی پوچھا جو حضرت نے بتایا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تیرے پیٹ میں ایک پھوڑا ہے۔ تیرے پیراس کو باہر نکال کر پھوڑ دیں گے۔ اگلے دن وہ خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا خواب بتایا۔ حضرت نے کہا کہ نہیں نہیں اگر آج رات کو پھر یہ خواب دیکھے تو کہنا کہ میرے پیر میں یہ طاقت نہیں ہے۔ تیسرے دن پھر اس نے خواب میں دیکھا اور وہی دہرادیا جو حضرت نے کہا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تیرے پیر میں تو وہ طاقت ہے کہ پہاڑ کو بھی چونٹی سے پکڑ کر نکال دیں گے۔ اس نے پھر حاضر ہوکر اپنا خواب بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے اور پھر آپ تشریف لے گئے۔ کچھ دیر میں وہ پھوڑا پیٹ میں سے نکل کر باہر آ گیا۔ اور پھوٹ گیا اس میں بہت مواد نکلا۔ دوسرے دن وہ لڑکی بالکل ٹھیک ہوگئی۔

(۳) ایک مرتبہ رمضان شریف میں رات کو گیارہ بجے لوگ ایک عورت کو لے کر آئے جس کو سانپ نے کاٹا تھا اور زہر چڑھ چکا تھا۔ حضرت ننھے میاں صاحب حویلی میں تشریف لے جاچکے تھے، لیکن اطلاع ملتے ہی فوراً باہر آئے اور تین چار بار اس عورت پر پڑھ کر پھونکا۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ اور کچھ ہی دیر میں وہ چلی گئی۔ اگلے دن صبح جب حضرت خانقاہ میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ رات کو نہ جانے کیا ہوا کہ سانپ کے کاٹے کو جھاڑنے کا عمل بھول گیا۔ مجبوراً میں نے اللہ کا نام لے کر پھونکا اور اللہ کا کرم کہ وہ اچھی ہوگئی۔

(۴) رحیم بخش جو پٹودی ہریانہ کے رہنے والے تھے ان کا بیان ہے کہ گوالیار کے راجا شیر کا شکار کھیلنے گئے تھے اور میں ان کے ساتھ تھا۔ اچانک جھاڑی میں سے ایک شیر نکلا اور اس نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے بازو پر دانت گڑھو دیئے۔ اس کے بعد میری آنکھیں بند ہوگئی کچھ ہوش نہیں رہا۔ اسی حالات میں میں نے دیکھا کہ ننھے

میاں صاحب تشریف لائے ہیں اور میں آپ کے قدموں میں بیٹھا ہوں۔ میرے دل سے شیر کا ڈر جاتا رہا۔ جب شیر نے میری کمر پر منہ مارا تو حضرت نے فرمایا کہ ہوں ہوں کیا کرتا ہے۔ فوراً ہی شیر ہٹا اور چلا گیا۔ یہ واقعہ 26 جنوری 1913ء کا ہے۔ جب میں حضرت کے ساتھ گوالیار گیا تو رحیم بخش نے اپنا زخم دکھایا جہاں شیر کے دانت بنے ہوئے تھے۔ زخم بھرنے لگا تھا، راجا صاحب نے دو سو روپے انعام بھی دیئے اور سب حیران تھے کہ شیر نے ہاتھ آیا ہوا شکار کیسے چھوڑ دیا۔ صرف رحیم بخش جانتے تھے کہ کیا کرامات ہوئی تھی۔

(۵) یعقوب علی صاحب کے ساتھ ایک نہیں بلکہ تین ایسے واقعات پیش آئے جب حضرت کی دعا سے اور دم کرنے سے ایسے مریض ٹھیک ہو گئے جن کی نبض تک رک گئی تھی، ڈاکٹر اور حکیم نے جواب دے دیا تھا۔

یعقوب علی صاحب کہتے تھے کہ پہلا واقعہ تو میری بھانجی کے ساتھ ہوا۔ اس کے یہاں بچہ ہوا تھا اور چھٹی نہانے کے بعد نہ جانے کیا ہوا کہ اچانک بے ہوش ہوگئی۔ دانت بھنچ گئے اور نبض رک گئی۔ کئی ڈاکٹر جمع تھے، انھوں نے کہا کہ اس کا ہم کیا علاج کریں۔ اول تو اس کے منہ میں کچھ دوا ہی نہیں جاتی اور دوسرے اس کی نبض بھی رک چکی ہے۔ میں گھبرا کر دوڑا ہوا ننھے میاں کے پاس آیا۔ اس وقت حضرت تاج الاولیا حیات تھے۔ ننھے میاں صاحب نے کہا کہ پہلے حضرت سے اجازت لو، اجازت ملنے کے بعد آپ میرے ساتھ تشریف لائے۔ مریضہ کے پلنگ کے پاس تھوڑی دیر آنکھیں بند کیے بیٹھے رہے۔ پھر پوچھا کہ دیکھو اس کی آنکھ کھلی یا نہیں۔ اس کے ہاتھ ہلاؤ اور اس کی بغلوں کے چاروں طرف دھیرے دھیرے گھونسے مارو۔ جیسے جیسے آپ فرماتے گئے ہم کرتے گئے پھر آپ نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اس کو

آواز دو۔ اس کی ماں نے دو تین مرتبہ آواز دی تو اس نے جواب دے دیا۔ پوری طرح ہوش میں آ گئی اور دانت بھی کھل گئے۔ ڈاکٹر صاحب اور حکیم حیران ہو گئے اور پوچھا کہ حضرت یہ کونسی بیماری تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر آپ ہیں یا میں ہوں۔ یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے آئے اور لڑکی بالکل ٹھیک ہو گئی۔

(٦) دوسرا واقعہ یعقوب علی صاحب اپنے بیٹے کا بتاتے تھے۔ ان کا بیٹا امجد علی سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ جاں کنی کی کیفیت ہو گئی۔ نبض رکنے لگی۔ میں الہ آباد گیا ہوا تھا، اسی وقت واپس آیا۔ میری بیوی نے بتایا کہ سبھی ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج کرا چکے ہیں، لیکن حالت بگڑتی ہی جا رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ لڑکے کو خانقاہ شریف کیوں نہیں لے گئی تھی۔ انھوں نے کہا کہ ایسی حالت میں میں کیا بھیجتی۔ حضرت تاج الاولیاءؒ کے پاس میں لڑکے کو لے کر آیا اور اس کی حالت بتائی۔ آپ نے اس کے اوپر ہاتھ پھیر کر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ میں نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس کا نام امجد علی آپ نے ہی رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ فضل کرے گا۔ اسے حضور قبلہ کے مزار کے پاس چبوترے پر لٹا دو، یہ کہہ کر آپ حویلی میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر میں ننھے میاں صاحب باہر تشریف لائے۔ پہلے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ پھر لڑکے پر نظر ڈال کر پوچھا کہ اب کیا حال ہے۔ میں حال ہی بتا رہا تھا کہ دیکھا کہ لڑکے نے آنکھیں کھول دیں۔ اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ حضرت کی کرامت تھی کہ جس لڑکے کو میں ہاتھوں پر اٹھا کر لایا تھا وہ اپنے پاؤں سے چل کر گیا۔

(٧) یعقوب علی صاحب کا تیسرا واقعہ یہ ہے کہ جو وہ بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ میری لڑکی بہت سخت بیمار ہوئی۔ ڈاکٹر حکیموں کا علاج چلتا رہا۔ لیکن اس کی حالت اتنی بگڑ گئی کہ حکیم ڈاکٹروں نے کہا کہ اب اس میں کچھ نہیں بچا۔ میں گھبرایا ہوا ننھے میاں

کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیٹی چل دی۔ آپ آ کر دیکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مر گئی ہے تو میں کیا کروں گا۔ میں نے زبردستی کی کہ آپ چل کر تو دیکھ لیجئے۔ ننھے میاں صاحب میرے ساتھ میرے گھر آئے۔ تھوڑی دیر اس لڑکی کو غور سے دیکھا پھر فرمایا کہ اس کے ہاتھ زور زور سے سہلاؤ اور اس کے بغلوں کے چاروں طرف گھونسہ مارو دو تین مرتبہ یہ عمل دہرایا گیا تو لڑکی نے آنکھیں کھول دی اور ہوش میں آ گئی۔ وہ زندہ ہے اور بال بچوں والی ہے اور اس کے بعد اسے پھر کبھی ایسی تکلیف نہیں ہوئی۔

(۸) عبدالرحمٰن ایک نومسلم شخص تھا جو اسلام قبول کرنے کے بعد خانقاہ میں ہی رہنے لگا تھا اور خانقاہ میں چھوٹے موٹے کام کر دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑا اور حالت ایسی ہوگئی کہ نبض بھی نہیں مل رہی تھی۔ اس کے آس پاس جو لوگ تھے انھوں نے حضرت کے پاس جا کر عرض کیا کہ حضور عبدالرحمٰن چل بسا۔ آپ اس کے پاس آئے اور فرمایا کہ ایک مونڈھا لاؤ، آپ مونڈھے پر اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور لوگوں سے کہا کہ آپ سب یہاں سے چلے جائیں۔ لوگوں کے جانے کے بعد آپ نے نہ جانے کونسا عمل کیا کہ اس کی نبض چلنے لگی اور وہ ہوش میں آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اپنا کام کر دیا آپ لوگ اپنا کام کریں۔ وہ کئی مہینے تک ٹھیک رہا۔ لیکن حضرت نے جو پرہیز بتائے تھے ان پر عمل نہیں کیا۔ چنانچہ دوبارہ بیمار ہوا اور انتقال کر گیا۔

(۹) محمد حسین کا بیان ہے کہ ایک بار ان کے بھائی حیدر خاں بہت بیمار ہوئے یہاں تک کے موت کے آثار نظر آنے لگے۔ ہم لوگ ناامید ہو گئے۔ حضرت ننھے میاں صاحب کی طرف توجہ کر کے عرض کیا کہ آپ دعا فرمایئے۔ اسی حالت میں میرے ایک لکھنؤ والے رشتہ دار کے کان میں حضرت ننھے میاں صاحب کی آواز آئی کہ یہ آدمی اگر ایک بجے تک زندہ رہا تو بچ جائے گا ورنہ اللہ کی مرضی، ہم لوگ گھڑی

CamScanner

دیکھتے رہے اللہ کا کرنا اور حضرت کی دعا کہ ایک بجے کا وقت گزر گیا۔ اسے کچھ نہیں ہوا۔ بعد میں اس کی بیماری دور ہوگئی اور وہ آج تک زندہ ہے۔

(۱۰) محمد حسین جو ساز بجایا کرتے تھے، ان کا ہی بیان ہے۔ ایک بار میں اپنے مالک نواب صاحب کے ساتھ شاہ آباد گیا ہوا تھا۔ میں ایک سرائے میں ٹھہرا تھا۔ وہاں ایک صاحب ٹھہرے ہوئے تھے جو اپنے آپ کو غوث اعظم کی اولاد بتایا کرتے تھے۔ میں حضرت غوث پاک کی اولاد سمجھ کر ان کے پاس بیٹھنے لگا۔ زیادہ تر ان کے ساتھ رہتا۔ یہاں تک کہ اپنا قیمتی چوغہ (گاؤن) ان کی نذر کر دیا۔ ان کے پیچھے میں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ فرض کے بعد وہ الگ بیٹھ کر سنت پڑھنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ جانماز پر حضرت ننھے میاں صاحب کھڑے ہیں اور مجھے انگلی کے اشارے سے منع فرماتے ہوئے کچھ کہہ رہے ہیں۔ میں فوراً وہاں سے چلا آیا۔ بعد میں ان کی کئی ایسی باتیں معلوم ہوئی کہ جس سے پتہ چلا کہ وہ صاحب خود کو جو ظاہر کرتے وہ نہیں تھے۔ حضرت نے بریلی شریف میں بیٹھ کر پتا لگا لیا اور مجھے ان کے پیچھے جانے سے روک لیا۔

(۱۱) ان ہی محمد حسین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے پاس کچھ کام نہیں تھا۔ میں بریلی شریف عرس میں حاضر ہوا وہاں سے متھرا چلا گیا۔ میں نے سنا تھا کہ وہاں ایک بہت بڑے سیٹھ ہیں جنھیں میوزک سے دلچسپی ہے اور میرا میوزک سننا چاہتے ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت سیٹھ صاحب کو اتنا کام تھا کہ مجھے سننے کی انہیں فرصت ہی نہیں ملی۔ دو ایک دن رکنے کے بعد میں بہت مایوس ہوا اور واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ننھے میاں صاحب تشریف لائے۔ زمین پر چھوٹا سا مٹی کا ٹیلہ بنایا۔ اس پر مٹی کا لوٹا رکھ کر تین سکے ڈالے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اگلے دن صبح سیٹھ صاحب نے مجھے بلوایا۔

CamScanner

میرا گانا اور بجانا سنا اور مجھے وہی تین سکے دیئے جو حضرت نے لوٹے میں ڈالے تھے (یہ سکا چونی کہلاتا تھا یعنی چار آنہ تین چونی یعنی بارہ آنے جو اس زمانے کافی بڑی رقم ہوتی تھی)۔ سیٹھ صاحب نے مجھے نوکر رکھ لیا اور بارہ آنہ روز میری تنخواہ مقرر کی۔ یہ کھلی ہوئی حضرت کی کرامت تھی کہ جب میں ناامید ہو چکا تھا تو مجھے خواب میں تین چونیاں ملیں اور وہی میری روز کی تنخواہ مقرر ہو گئی۔

(۱۲) محمد حسین بتاتے تھے کہ ایک بار رام پور میں سانپ نے ان کی بیوی کو کاٹ لیا۔ وہاں آس پاس سانپ کے کاٹے کو جھاڑنے والا نہیں تھا۔ میری بیوی حضرت تاج الاولیاءؒ کی مرید تھی اس نے حضرت کا نام پڑھ کر سانپ کے کاٹے پر دم کرنا شروع کیا جو جلن اور تکلیف تھی جاتی رہی۔ لیکن کبھی کبھی اس کے جسم میں لہریں سی اٹھنے لگتی تھی جیسے کوئی سانپ چل رہا ہو۔ میں بریلی شریف آیا اور سارا حال بتایا۔ یہ سن کر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے ہاتھ اٹھا کر تین بار کہا کہ اسے کچھ نہیں ہوگا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ ٹھیک ہو گئی، لیکن ابھی بھی لہریں آتی تھی۔ تین مہینے کے بعد میں اسے بریلی شریف لے کر آیا۔ خانقاہ شریف میں پہنچتے ہی وہ لہریں لینے لگی۔ حضرت نے پہلے اپنے خلیفاؤں سے کہا کہ اسے جھاڑیں، لیکن کوئی اثر نہیں ہوا، کیونکہ کافی دن ہو چکے تھے۔ آخر میں حضرت نے اسے خود جھاڑا۔ اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی اور آج تک زندہ سلامت ہے۔

(۱۳) حکیم عزیز محمد صاحب جو فتح پور کے رہنے والے تھے اور بہت قابل حکیم تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں خانقاہ شریف آیا ہوا تھا۔ میرے سامنے گاؤں کے کچھ لوگ ایک مریض کو چارپائی پر ڈال کر خانقاہ شریف لائے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اس کے لیے کوئی نسخہ لکھو۔ میں نے اس کی نبض دیکھی تو نبض اس کی ڈوب

چکی تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ اب نسخہ لکھنے سے کیا فائدہ۔ حضرت نے مجھے ڈانٹ کر کہا کہ نسخہ کیوں نہیں لکھتے۔ آپ کا حکم تھا تو میں نے ایسے ہی کچھ ایک دو دوائیں لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو فلاں فلاں مکان میں لے جاؤ اور اس کو دوا پلاؤ۔ میں نے دوا تیار کروائی اور پلانے کی کوشش کی تو دیکھا کہ اس کی بتیسی بند ہو چکی تھی۔ حضرت سے جا کر کہا تو آپ نے فرمایا کہ سنڈسی سے دانت کھول کر تھوڑی سی دوا ٹپکا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس کے گلے میں دو چار بوندیں دوا کی ٹپکائیں۔ اللہ کی شان کہ اس نے آنکھیں کھول دی اور دو تین دن میں تندرست ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آپ نے کیا نسخہ لکھا کمال کر دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ کمال آپ کریں اور نام مجھے دے رہے ہیں۔

(۱۴) محمد فائق صاحب لکھتے ہیں حضرت سراج السالکین شاہ محی الدین احمد عرف ننھے میاں صاحب کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ جو صرف میں ہی جانتا ہوں پہلے یہ بات کسی سے نہیں کہی اور آج لکھ رہا ہوں کہ میں بہت گناہ گار ہوں۔ مجھے نیازیہ سلسلے میں مرید ہونے کا فخر تو ہے یہ میری سب سے بڑی دولت ہے لیکن میرے اندر وہ کوئی خوبی موجود نہیں ہے جو پیروں فقیروں میں ہوتی ہے۔ نہ میں نے اتنی عبادتیں کی۔ بس جو باتیں خانقاہ شریف میں سن لی وہی کان میں پڑی ہوئی تھی۔ اسی زمانے میں مالوہ شہر کے لوگوں نے حضرت ننھے میاں صاحب کی خدمت میں خط بھیجنے شروع کیے کہ یہاں کے لوگ نیازیہ سلسلے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ یہ بہت غریب ہیں ان کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ اتنے سارے لوگ بریلی شریف آسکیں۔ آپ اپنے کسی خلیفہ کو یہاں بھیج دیں ہم ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ حضرت کے بڑے بڑے خلیفہ اس وقت بریلی میں موجود نہیں تھے۔

مجھے حکم دیا کہ میں مالوہ جاؤں۔ کچھ جلنے والوں نے لوگوں کو بہکانا شروع کیا کہ انہیں کچھ آتا جاتا نہیں۔ تاکہ لوگ مجھ سے بدعقیدہ ہو جائیں۔ میں نے حضرت کی طرف توجہ کر کے ساری بات عرض کی۔ آپ نے وہیں بیٹھ کر مجھ پر ایسا اثر ڈالا کہ میری کایا پلٹ ہوگئی۔ دشمنوں کی ایک نہیں چلی اور روزانہ بیسیوں لوگ آ کر میرے مرید ہوتے تھے۔ بلکہ مالوہ کے آس پاس کے قصبوں سے بھی سو سو دو سو مرد عورتیں آتے تھے اور نیازیہ سلسلے میں مرید ہوتے تھے۔ اس سے بڑی حضرت کی کرامات اور کیا ہوگی کہ مجھ جیسے معمولی آدمی کو آپ نے اپنی توجہ سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

(مولوی محمد فائق صاحب نے یہ کتاب کرامات نظامیہ ۱۹۱۶ء میں لکھی تھی جس میں حضور قبلہ حضرت نیاز بے نیاز کے کچھ حالات بیان کیے تھے اور خاص طور پر اپنے پیر اور مرشد حضرت تاج الاولیاءؒ شاہ نظام الدین حسینؒ صاحب کے حالات اور کرامتیں لکھی تھیں۔ حضرت کے وصال کے بعد انھوں نے آپ کے صاحبزادے اور خانقاہِ نیازیہ کے سجادہ نشین حضرت سراج السالکین شاہ محی الدین احمد عرف ننھے میاں صاحب کے کچھ حالات اور کرامتیں شامل کی۔ ۱۹۱۶ء میں ننھے میاں صاحب اس دنیا میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لیے آپ کے کچھ ہی حالات اور کرامتیں وہ اس کتاب میں شامل کر سکے اور زیادہ تفصیلی ذکر اس میں شامل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ حضرت نے سخت تاکید کی تھی کہ آپ کے بارے میں کچھ نہ لکھا جائے۔)

**Karamate Nizamia**
by Maulvi Mohd. Faaiq
Translated by Dr. Naima Jafri Pasha

arshia publications